تحقیق الکلام

فی وجوب

القراءۃ خلف الامام

www.KitaboSunnat.com

تالیف

مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری

صاحب تحفۃ الاحوذی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی سنہ ۱۳۵۳ھ ۱۹۶۳

واحد تقسیم کار:

دار الفرقان

الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تحقیق الکلام اوّل

فی وُجُوب

القراءۃِ خلفَ الامام

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیّت کا تفصیلی اور محققانہ اثبات،
مانعین کے رسائل و مباحث خصوصاً آثار السُّنن کے ابواب قرأت کا
مُدلّل اور شافی جواب

از قلم تحقیق رقم:۔

فاضل محقق مولانا محمّد عبدالرحمٰن مبارکپوری محدّثؒ

متوفی ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء

ناشر: عبدالتوّاب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقوق کتابت محفوظ ہیں

نام کتاب ☆ تحقیق الکلام (کامل)

مصنف ☆ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

طابع ☆ حافظ عبدالخبیر اویسی

ناشر ☆ عبدالتواب اکیڈمی، ملتان

مطبع ☆ موٹر وے پریس، لاہور

تعداد ☆ 300

اشاعت ☆ ستمبر 2000ء

قیمت ☆ ....

واحد تقسیم کار

دار الفرقان الفضل مارکیٹ، 17 اردو بازار لاہور

فون: 7231602

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین تحقیق الکلام حصہ اول

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔	۵
۲	امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ کا فتویٰ	۵
۳	فاتحہ خلف امام کو حرام بتانا امام ابوحنیفہ کے مقلدین کی اختراع ہے۔	۵ حاشیہ
۴	عبداللہ بن مبارک کا فتویٰ۔	۶
۵	امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک مقتدی کیلئے الحمد پڑھنا مستحسن ہے	۶
۶	امام عطاء استاد امام ابوحنیفہ کا فتویٰ۔	۷
۷	فقہاء حنفیہ، مکہ، مدینہ اور ملک شام کے فقہاء کا فتویٰ۔	۷
۸	شیخ الاسلام مولانا عبدالرحیم حنفی کا فتویٰ	۸
۹	ابوحفص کبیر حنفی شاگرد امام محمد کا فتویٰ	۸
۱۰	جماعت صوفیہ اور مشائخین حنفیہ کا عمل	۸
۱۱	شاہ ولی اللہ اور ان کے والد مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کا عمل۔	۹
۱۲	شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ	۹
۱۳	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی کا فتویٰ	۹
۱۴	امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا ثبوت احادیث مرفوعہ سے پہلی حدیث از حضرت عبادہ بن صامت	۱۲
۱۵	سفیان ثوری کا قول اور اس کا جواب	۱۳
۱۶	حضرت عبادہ کی حدیث کے معارضہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث کی تحقیق	۱۴
۱۷	حضرت عبادہ کی حدیث ہر نمازی کیلیے عام ہے	۱۷
۱۸	عبادہ کی حدیث میں کلمہ (لاصلوٰۃ) پر ایک دلچسپ بحث	۱۹
۱۹	حدیث لاصلوٰۃ کو کمال پر اور حدیث لاتجزئی کو اجزاء کامل پر محمول کرنے کے دو جواب	
۲۰	پہلا جواب	۲۵
۲۱	دوسرا جواب	۲۸
۲۲	تنبیہ	۳۱
۲۳	حدیث لاصلوٰۃ میں لفظ فصاعدًا کے متعلق صاحب آثار السنن وغیرہ کی حیلہ سازیاں اور الکا جواب	۳۶
۲۴	دوسری حدیث از ابوہریرہ	۴۷
۲۵	ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ خداج محدثین کی نظر میں	۴۷
۲۶	لفظ خداج اہل لغت کے نزدیک	۵۰
۲۷	لفظ خداج پر علامہ بخاری کا اشکال اور اسکا حل	۵۱
۲۸	بعض حنفیہ کا ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۵۲
۲۹	ابوہریرہؓ کی حدیث میں اقرأ بها في نفسك کی تحقیق	۵۳
۳۰	مدرک رکوع کا مسئلہ	۵۳
۳۱	اذا قرأ فانصتوا کی تحقیق	۵۴
۳۲	ایک وہم اور اس کا ازالہ	۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۳۳	(۱) حدیث من کان لہٗ امام کی تحقیق	۵۶
۳۴	(۲) حدیث ابوہریرہ پر مولانا گنگوہی کی تنقید اور اس کی تردید	۵۶
۳۵	تیسری حدیث از عبادہ بن صامت	۵۸
۳۶	محمد بن اسحاق کی توثیق	۶۱
۳۷	محمد بن اسحاق پر مدلس ہونیکا الزام اور اس کا جواب	۶۲
۳۸	محمد بن اسحاق پر شیعہ اور قدری ہونے کی تہمت اور اس کا جواب	۶۲
۳۹	محمد بن اسحاق کی متعدد روایتیں احناف نے قبول کی ہیں۔	۶۳
۴۰	عبادہ کی اس حدیث پر صاحب آثار السنن کے تین اعتراض اور ان کے جوابات	۶۶
۴۱	عبادہ کی حدیث میں جملہ "الا بام القرآن" کے متعلق صاحب آثار السنن کی موشگافی اور اس کی صحیح رہنمائی۔	۷۰
۴۲	بعض حنفیہ کا ایک اشکال اور اس کا حل	۷۲
۴۳	بعض حنفیہ کی عبادہ کی حدیث کو منسوخ کہنا اور اس کا جواب	۷۴
۴۴	چوتھی حدیث از عبادہ بن صامت	۷۸
۴۵	صاحب آثار السنن کا نافع بن محمود کو ضعیف لکھنا اور اس کا جواب	۷۹
۴۶	بعض حنفیہ کا امام ابن حبان پر اعتراض اور اس کا جواب	۸۱
۴۷	پانچویں حدیث	۸۶
۴۸	بعض حنفیہ کا اعتراض کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ اور اس کا جواب	۸۷
۴۹	چھٹی حدیث از حضرت انس	۹۴
۵۰	حدیث انس پر صاحب آثار السنن کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۹۴
۵۱	ساتویں حدیث	۹۷
۵۲	آٹھویں حدیث	۹۸
۵۳	نویں حدیث	۹۹
۵۴	دسویں حدیث	۱۰۰
۵۵	قرأۃ فاتحہ خلف امام کے متعلق آثار صحابہ	۱۰۱
۵۶	قرأۃ خلف امام کے بارہ میں تابعین کے فتاوی	۱۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

امّا بعد

اے مسلمانو! "یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب اور ضروری ہے یا نہیں" ایک نہایت ہی مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اس میں ہر مسلمان کو تحقیق کرنا نہایت ہی ضروری امر ہے کیونکہ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس میں تحقیق نہ کرنے اور تعصب و ناانصافی کو دخل دینے سے عمر بھر کی تمام اُن نمازوں کے اکارت و بے کار جانے کا بہت بھاری خوف ہے جو امام کے ساتھ پڑھی گئی ہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کی نسبت ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین شفیع المذنبین سید ولد آدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی نہیں نماز ہے اُس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اور خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے آپ نے فرمایا ہے لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِھَا یعنی نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اس واسطے کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ اس مسئلہ میں اگرچہ ائمہ اربعہ کے درمیان اتفاق نہیں لیکن اگر امام ابوحنیفہؒ نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو ناجائز[1] کہا ہے تو امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ نے جائز بتایا ہے بلکہ امام شافعی کے نزدیک تو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا فرض ہے۔ اور ان ائمہ ثلاثہ کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ

[1] مشہور تو یہی ہے کہ امام اعظم صاحب کے نزدیک قرأت خلف امام ناجائز ہے مگر واضح رہے کہ ابن حبان نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ نے امام کے پیچھے نہ پڑھنے کو اختیار کیا ہے اور پڑھنے کو نہ مکروہ کہا ہے اور نہ حرام بتایا ہے۔ اور یہی بات میزان شعرانی اور کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب اس مضمون کو امام الکلام ص۳ میں لکھ کر لکھتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ و ابویوسفؒ کا یہی مذہب ہوگا اور امام کے پیچھے پڑھنے کو مکروہ یا حرام بتانا ان کے متبعین کی تخریجات سے ہے۔ قال فی امام الکلام ص۳ و ھذا ھو الذی ارتجی ان یکون مذھباً لھم والتنصیص بالکراھۃ والحرمۃ من تخریجات متبعیھم۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنہم اجمعین اور اکثر تابعینؒ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فاعل تھے اور جمہور علما کا یہی مذہب ہے جامع ترمذی ص۲ے میں ہے والعمل علی ھذا الحدیث فی القراءۃ خلف الامام عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول مالک بن انس وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق یرون القراءۃ خلف الامام انتہی یعنی اس حدیث عبادہؓ پر عمل ہے اکثر اہل علم کا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین سے اور یہی قول ہے مالک بن انس اور ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحٰق کا یہ سب لوگ قرأت خلف امام کے قائل ہیں اور علامہ قسطلانی شرح بخاری ص۹۲ مصری میں لکھتے ہیں وھذا مذھب الجمھور خلافا للحنفیۃ اور یہ (یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا) جمہور کا مذہب ہے حنفیہ کو اس میں اختلاف ہے اور خود امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں انا اقرأ خلف الامام والناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین یعنی میں امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور لوگ پڑھتے ہیں مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم (جامع ترمذی ص۷) عبداللہ بن مبارک کے قول سے معلوم ہوا کہ کوفہ والوں میں سے ایک قوم کے سوا باقی اور سب لوگ امام کے پیچھے پڑھتے تھے اور خود امام ابوحنیفہؒ سے بھی جواز کی ایک روایت آئی ہے بلکہ علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنا چاہیے ان کا پرانا قول ہے۔ امام اعظم صاحبؒ اور امام محمدؒ نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے الحمد پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن اور مستحب بتایا ہے چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں لابی حنیفۃ ومحمد قولان احدھما عدم وجوبھا علی الماموم بل ولا تسن وھذا قولھما القدیم وادخلہ محمد فی تصانیفہ القدیمۃ وانتشرت النسخ الی الاطراف و ثانیھما استحسانھا علی سبیل الاحتیاط وعدم کراھتھا عند المخافتۃ للحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القرآن وفی روایۃ لا تقرؤا بشیء اذا جھرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون علی الماموم القراءۃ فی ما یجھر فیہ الامام وفی ما یسر فرجعا من قولھما الاول الی الثانی احتیاطاً انتہی کذا فی غیث الغمام ص۵۶ حاشیہ امام الکلام خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں اماموں کا یہ قول پرانا ہے

لہ فی المجتبٰی شرح مختصر القدوری فی شرح الکافی للبزدوی ان القراءۃ خلف الامام علی سبیل الاحتیاط حسن عند محمد ومکروہ عندھما وعن ابی حنیفۃ انہ لا باس بان یقرأ الفاتحۃ فی الظہر والعصر وبما شاء من القرآن۔ کذا فی امام الکلام ص۲۰۔ ۱۲

www.KitaboSunnat.com

اور امام محمد نے اپنی قدیم تصنیفات میں اسی قول کو درج کیا ہے اور ان کے نسخے اطراف وجوانب میں منتشر ہو گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز سری میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے علی سبیل الاحتیاط اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں آواز بلند قرأت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اور عطاؒ نے کہا کہ لوگ (یعنی صحابہؓ یا تابعینؒ) کہتے تھے کہ نماز سری اور جہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیئے۔ پس امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔

تو اب بقول علامہ شعرانی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہوا بلکہ مستحسن و مستحب۔

اے ناظرین! جس حدیث کو علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے امام اعظم صاحب کا اپنے پہلے قول سے رجوع کرنا لکھا ہے اسی حدیث اور اس کے مثل اور احادیث صحیحہ کو دیکھ کر خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہا و علما امام ابوحنیفہ صاحب کے قول قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فاعل ہو گئے۔ بعض تو نماز سری اور جہری دونوں میں اور بعض فقط نماز سری میں۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں بعض اصحابنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوۃ و بعضهم فی السریة فقط وعلیه فقهاء الحجاز والشام کذا فی غیث الغمام[152] یعنی ہمارے بعض فقہائے حنفیہ ہر نماز میں سری ہو یا جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہا فقط نماز سری میں اور مکہ و مدینہ اور ملک شام کے فقہا کا اسی پر عمل ہے عمدۃ الرعایہ[13] میں مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہیں وروی عن محمد انه استحسن قراءۃ الفاتحة خلف الامام فی السریة وروی مثله عن ابی حنیفة صرح به فی الهدایة والمجتبی شرح مختصر القدوری وغیرهما وهذا هو مختار کثیر من مشائخنا یعنی امام محمد سے مروی ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فی ما یروی عن محمد یعنی امام محمد سے مروی

ؒ عطا وہ شخص ہیں جن کی نسبت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ما رایت فیمن لقیت افضل من عطاء یعنی جن لوگوں سے میں نے ملاقات کی ہے ان میں کسی کو عطا سے افضل اور بڑھ کر نہیں دیکھا (تخریج زیلعی جلد اول ص۲۴۸)

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا احتیاطاً مستحسن ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں وھو ان کان ضعیفا روایۃ لکنہ قوی درایۃ ومن المعلوم المصرح فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی وغیرہ انہ لا یعدل عن الروایۃ اذا وافقھا درایۃ یعنی امام محمد کا یہ قول کہ " امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے " اگرچہ روایۃً ضعیف ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے قوی ہے اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جب روایت دلیل کے موافق ہو تو اس سے عدول نہیں کرنا چاہیئے اور علامہ شعرانی کے کلام سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد ونیز امام ابوحنیفہؒ کا یہی اخیر قول ہے اور ان دونوں اماموں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے اور شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین مولانا عبدالرحیم جو شیخ التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کیے گئے ہیں اور باتفاق علماء ورانہر وخراسان مذہب حنفی کے ایک مجتہد ہیں۔ آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام اعظم صاحب کے مسلک قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب کہتے اور خود بھی پڑھتے اور فرماتے تھے لو کان فی فمی یوم القیمۃ جمرۃ احب الی من ان یقال لا صلوۃ لک یعنی اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگارا ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی (امام الکلام صفحہ ۳)

اے ناظرین۔ یہ حدیث کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی نہایت صحیح ہے اور یہ حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں قیامت کے روز انگارا ہوگا موضوع اور جھوٹی ہے۔ شیخ التسلیم نے اپنے قول میں، پہلی حدیث کے صحیح ہونے اور دوسری حدیث کے موضوع اور جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام ابوحفص کبیر جو مذہب حنفی کے ایک بہت بڑے مشہور فقیہ ہیں اور امام محمد کے تلامذۂ کبار سے ہیں آپ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے یعنی یہ بھی نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے اور ان کے سوا اور بہت سے فقہائے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے کما مر اور مشائخین حنفیہ اور جماعت صوفیہ صافیہ کے نزدیک بھی یہی مسلک مختار ہے۔ ملا جیون نے تفسیر احمدی میں لکھا ہے فان رایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للموتم کما استحسنہ محمدؒ ایضا احتیاطا فیما روی عنہ انتھی یعنی اگر جماعت صوفیہ اور مشائخین حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے تھے جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام محمدؒ احتیاطاً استحسان کے قائل تھے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اولی الاقوال بتایا ہے۔ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ۔ اور جناب شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ (یعنی مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب) اکثر مسائل فرعیہ میں مذہب حنفی کے موافق تھے لیکن جب کسی مسئلہ میں حدیث سے یا وجدان سے مذہب حنفی کے سوا کسی اور مذہب کی ترجیح اور قوت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں حنفی مذہب کا مسئلہ چھوڑ دیتے ہیں۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ آپ امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (غیث الغمام ص۱۵۶)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی فرضیت کو ترجیح دیا ہے چنانچہ آپ ایک استفتاء[1] کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک منع ہے اور امام محمد کے نزدیک جس وقت امام آہستہ پڑھے جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک بغیر پڑھے الحمد کے نماز جائز نہیں۔ اور نزدیک اس فقیر کے بھی قول امام شافعی کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے لحاظ سے کہ نہیں نماز ہوتی مگر سورہ فاتحہ سے نماز کا بطلان ثابت ہوتا ہے اور قول امام ابوحنیفہؒ کا بھی جا بجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میرا قول اس کے خلاف پڑے تو میرے قول کو چھوڑ دینا چاہیئے اور حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ انتہے ترجما بقدر الحاجۃ۔

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام امام الکلام ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے باوجود حنفی المذہب ہونے کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن و مستحب ہے اور نماز جہری میں بھی سکتات[2] امام کے وقت چنانچہ رسالہ مذکورہ ص۱۵۶ میں لکھتے ہیں فاذن ظھر حق الظھور ان اقوی المسالک التی یسلک علیھا اصحابنا ھو مسلک استحسان القراءۃ فی السریۃ کما ھو روایۃ عن محمد بن الحسن واختارھا جمع من فقھاء الزمن وارجوا جاء

---

[1] مولانا شاہ عبدالعزیز کا یہ فتویٰ زبان فارسی میں مع ترجمہ المکتبۃ السلفیہ نے شائع کیا۔

[2] یعنی نماز جہری میں جب امام اللہ اکبر کے بعد سکتہ کرے یا آیتوں کے درمیان ٹھہرے۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موثقا ان محمد الماجوز القراءۃ فی السریۃ وا ستحسنہا لایدان یجوز القراءۃ فی الجہریۃ فی السکتات عند وجد انہا لعدم الفرق بینہ و بینہ انتہی مختصراً یعنی اب نہایت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ جن مسلکوں کو ہمارے فقہائے حنفیہ نے اختیار کیا ہے ان سب میں زیادہ قوی یہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن ہے جیسا کہ روایت ہے امام محمد سے اور اسی مسلک کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں (یعنی مولوی عبدالحی صاحب) امید واثق رکھتا ہوں کہ امام محمد نے جب نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن کہا ہے تو ضرور نماز جہری میں بھی سکتات امام کے وقت مستحسن ہونے کے قائل ہوں گے کیونکہ نماز جہری میں سکتات امام کی حالت میں اور نماز سری میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اور مولوی صاحب موصوف نے اپنا یہی فیصلہ سعایہ شرح وقایہ میں بھی لکھا ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھا ہے کہ نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے اور نماز جہری میں منع۔ مولوی عبدالحی صاحب نے ملا صاحب کے اس قول کو رد کر دیا ہے چنانچہ سعایہ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کا یہ قول ضعیف ہے۔ کیا ملا علی قاری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عبادہؓ کی حدیث سے نماز جہری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز صراحۃً ثابت ہے۔

فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ صـ۳۰۴ میں لکھتے ہیں وکذا اضعف ما فی فتح القدیر وغیرہ ان الاخذ بالمنع احوط فانہ لا منع ھھنا عند تدقیق النظر۔ یعنی فتح القدیر وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے سو یہ ضعیف ہے کیونکہ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہاں منع کی کوئی روایت ہی نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف تعلیق الممجد صـ۱۰۱ میں لکھتے ہیں لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ما ذکروہ مرفوعا فیہ اما لا اصل لہ واما لا یصح انتہی یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث مرفوع صحیح میں وارد نہیں ہوئی ہے اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو ان کی کچھ اصل ہی نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں۔ اے ناظرین دیکھو اور تو اور خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہا و علما نے قرأت فاتحہ خلف امام کی حدیثوں کو دیکھ کر امام ابوحنیفہ صاحب کے مسلک مشہور کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور خود بھی پڑھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے بعض فقہانے ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری اور بعض نے فقط نماز سری میں اور بقول علامہ شعرانی خود امام ابو حنیفہ صاحب و امام محمد نے بھی انھیں حدیثوں کی وجہ سے اپنے پہلے قول سے رجوع کرکے نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب و مستحسن بتایا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے اس مسئلہ میں جو کچھ فیصلہ کیا ہے اور لکھا ہے آپ لوگوں نے اس کو بھی سن لیا مگر با ایں ہمہ ابھی تک بعض حنفیہ کا یہی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری ناجائز و حرام ہے اور امام صاحب کے اسی مسلک مشہور کو (جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) شاہراہ سمجھ کر اسی پر چلے جاتے ہیں۔ خیر اگر اسی مسلک کو شاہراہ[1] سمجھتے تھے سمجھتے اور اسی پر چپ چاپ چلے جاتے لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ساتھ اس کے قراءت فاتحہ خلف امام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے اور تو اور خود مذہب حنفی کے ائمہ وفقہا و علمانے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اختیار کر لیا۔ یا اگر انکار نہیں کیا جاتا ہے تو ان کی مہمل اور ناجائز تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے جو روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مختلفہ اور باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کرکے اور بیان کرکے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور ان کی زبان سے اور تو اور خود اپنے ائمہ وفقہا کی شان میں کلمات ناشائستہ اور الفاظ ناگفتہ بہ نکلواتے ہیں۔ کوئی جاہل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے منہ میں آگ بھری جائے گی۔ کوئی بولتا ہے کہ پتھر بھرا جائے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گنہگار ہے والعیاذ باللہ۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم اگر غور سے دیکھا جائے تو ان جاہلوں کا یہ قصور نمبر دوم میں ہے اور نمبر اول کا قصور انھیں علماء حنفیہ کا ہے جو روایات کاذبہ و موضوعہ کو ذکر کرکے ان جاہلوں کو فتنے میں ڈالتے اور ان کی زبان سے اپنے بزرگان دین کے منہ میں آگ و پتھر بھرواتے ہیں اور جو چاہتے ہیں ان سے کہلواتے ہیں اگر یہ لوگ روایات کاذبہ و موضوعہ کو بیان نہ کرتے یا بیان کرتے مگر ان کا کاذب و موضوع ہونا بھی صاف

[1] اس شاہراہ کی نسبت مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں کہ میں نے محققین حنفیہ و محدثین حنفیہ اور بڑے بڑے فقہا و شراح کی کتابوں کو چھان ڈالا لیکن مجھے کوئی دلیل کافی اور سند شافی اس بات کی نہیں ملی کہ ہر نماز میں مطلقاً امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے ۱۲۔ (امام الکلام ص ۱۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاف ظاہر کرتے اور ساتھ اس کے اس مضمون کو بھی واضح طور پر بیان کرتے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے تو ان جاہلوں کی زبان سے ایسے ناگفتہ بہ کلمات ہرگز نہیں نکلتے ؎

آنچہ می پرسی کہ خسرو را کہ کشت　　غمزۂ تو چشم تو ابروئے تو

یہ حالت دیکھ کر بعض احباب نے باصرار تمام مجھ سے کہا کہ میں اس مسئلہ میں ایک مستقل اور جامع رسالہ عام فہم اردو زبان میں لکھ دوں اور دلائل قویہ صحیحہ صریحہ سے جو کچھ ثابت ہے اس کو ظاہر کردوں۔ اور حنفیہ کی دلیلوں کی بھی حقیقت حال کھول دوں لہٰذا یہ رسالہ مسمّٰی بہ **تحقیق الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام** تالیف کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور ناظرین رسالہ سے نظر غور و انصاف کا امیدوار ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی و نعم الوکیل

واضح ہو کہ یہ رسالہ دو باب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب ہے بغیر الحمد پڑھے اس کی نماز درست نہیں۔ پھر اس کے متعلق آثار صحابہؓ اور تابعینؒ کے فتوے لکھے گئے ہیں۔ اور دوسرے باب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کسی دلیل صحیح سے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی نادرستی و حرمت یا کراہت ثابت نہیں ہے نہ کسی آیت سے اور نہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے۔ اور جتنی روایتیں قراءت خلف امام کی حرمت و نادرستی یا کراہت میں پیش کی جاتی ہیں سب کو نقل کر کے نہایت وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ ان میں اکثر روایتیں تو جھوٹی اور بناوٹی ہوئی ہیں جیسے انگارا اور کنکر پتھر والی حدیث اور بعض محض بے اصل و بے سر و پا ہیں۔ اور بعض جو صحیح ہیں ان سے قراءت خلف امام کی حرمت یا کراہت کسی طرح ثابت نہیں ہوتی۔ وھا انا اشرع فی المقصود و متوکلاً علی اللہ الودود۔

پہلا باب

امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا ثبوت احادیث مرفوعہ سے

پہلی حدیث

عن عبادۃ بن الصامتؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکتاب رواہ البخاری ومسلم والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ یعنی عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے تنہا ہو یا امام یا مقتدی۔ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کسی کی کوئی نماز نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر فرمایا ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ پس یہ حکم جس طرح امام اور منفرد کو شامل ہے اسی طرح مقتدی کو بھی اس حکم عام سے کوئی مصلی خارج نہیں ہے۔ اس حکم عام پر لفظ مَن دلالت کرتا ہے جو الفاظ عموم سے ہے اور جیسے یہ حدیث ہر مصلی کو عام ہے ہر نماز فرض ہو خواہ نفل کو بھی عام ہے اور اس عموم پر لفظ لا صلوٰۃ دلالت کرتا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کتاب التمہید شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ وقال اٰخرون لا ینزك احد من المامومین قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف امامہ فیما جھر الامام بالقراءۃ لان قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب عام لا یخصہ شئ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یخص بقولہ ذلك مصلیا من مصل انتھی اور اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں قالوا فھذا (ای حدیث عبادہ) علی عمومہ فی الامام والماموم لانہ لم یخص اماما من ماموم ولا منفرد انتھی اور علامہ کرمانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں وفی الحدیث (ای حدیث عبادہ) دلیل علی ان قراءۃ الفاتحۃ واجبۃ علی الامام والمنفرد والماموم فی الصلوات کلھا یعنی عبادہؓ کی حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے امام پر اور منفرد پر اور مقتدی پر ہر نماز میں اور علامہ قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب) ای فی کل رکعۃ منفردا واماما وماموما سواء اسر الامام او جھر انتھی۔

اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث خاص منفرد کے واسطے ہے جیسا کہ سفیان نے کہا ہے ابوداؤد میں ہے قال سفیان لمن صلی وحدہ یعنی کہا سفیانؒ نے کہ یہ حدیث اس کے واسطے ہے جو تنہا پڑھے۔

---

[1] قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری صفحہ ۱۲۱ تحت الحدیث المذکور زاد الحمیدی عن سفیان فیھا کذا فی مسندہ وہکذا رواہ لیعقوب عن سفیان عن الحمیدی اخرجہ البیہقی وکذا لابن ابی عمر عند الاسمٰعیلی ولقتیبۃ وعثمان بن ابی شیبۃ عند ابی نعیم فی المستخرج وہذا یعین ان المراد القراءۃ فی نفس الصلوٰۃ انتھی۔ ۱۲ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں تو آپ کا یہ حکم عام ہی رہے گا۔ اس حکم عام کو فقط منفرد کے واسطے مخصوص کرنے کے لئے حدیث صحیح مرفوع کی ضرورت ہے۔ محض سفیان یا کسی اور شخص کے کہہ دینے سے یہ حدیث صرف منفرد کے واسطے مخصوص نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے **خطابی** نے معالم السنن شرح ابی داؤد میں سفیان کے اس قول کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ ھذا عموم لا یجوز تخصیصه الا بدلیل انتہی۔ یعنی یہ حدیث عام ہے اس کو منفرد کے واسطے مخصوص کرنا بغیر دلیل کے جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ موطا اور طحاوی اور ترمذی میں ہے عن ابی نعیم وھب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام یعنی جابر بن عبد اللہ رضؓ کہتے ہیں کہ جس نے کوئی ایسی رکعت نماز پڑھی جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ پس جابرؓ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ عبادہ کی حدیث مذکور منفرد کے واسطے مخصوص ہے اور مقتدی کے واسطے نہیں ہے **تو جواب** اس کا یہ ہے کہ یہ جابرؓ کا قول ہے۔ حدیث مرفوع نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم عام کو مخصوص یا منسوخ کرنے کے لئے حدیث مرفوع صحیح کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم عام کسی صحابیؓ کے قول سے مخصوص یا منسوخ نہیں ہو سکتا پس جابرؓ کے اس قول سے عبادہؓ کی حدیث مذکور منفرد کے واسطے مخصوص نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی کہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی عبادہؓ کی حدیث کی یہی تاویل کی ہے کہ یہ حدیث منفرد کے ساتھ مخصوص ہے **تو جواب** اس کا یہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس تاویل کی توجیہ میں جابرؓ کے قول مذکور کو پیش کیا ہے (دیکھو جامع ترمذی) اور ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ قول جابرؓ سے عبادہ کی یہ حدیث منفرد کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتی۔ اور ہاں یہ بھی واضح رہے کہ امام احمدؒ نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے مگر ساتھ اس کے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو بھی اختیار کیا ہے۔ جامع ترمذی[منہ ۱] میں ہے واختار احمد مع ھذا القراءة خلف الامام وان لا یترک الرجل فاتحة الکتاب وان کان

---

[۱] امام احمد کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک قرأت خلف الامام ضروری تھی اور علامہ عینی نے بھی شرح بخاری ص۱۴ ج ۲ میں آپ کو قائلین وجوب قرأت خلف الامام سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں استدل بھذا الحدیث (ای حدیث عبادہ) عبد اللہ بن المبارک والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واسحق وابو ثور وداؤد علی وجوب قراءة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات انتہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلف الامام یعنی اختیار کیا امام احمد نے باوجود اس تاویل کے قراءت خلف امام کو اور یہ کہ نہ چھوڑے کوئی شخص سورۂ فاتحہ کو اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

تنبیہ

واضح ہو کہ حنفیہ کے نزدیک فرض نمازوں کی پچھلی دونوں رکعتوں میں امام یا منفرد اگر کچھ نہ پڑھیں بلکہ چپ چاپ تھوڑی دیر تک کھڑے رہیں تو نماز صحیح اور درست ہو جاتی ہے اور ان کے نزدیک اگر نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورہ یا کوئی آیت پڑھ لی جائے تو بھی نماز جائز ہو جاتی ہے (دیکھو کتب فقہ حنفیہ) جابرؓ کا اثر مذکور حنفیہ کے ان دونوں مسلکوں کو صاف طور پر باطل کرتا ہے کیونکہ اثر مذکور میں اس امر کی تصریح و تنصیص ہے کہ مقتدی کے سوا جس مصلی نے کوئی ایسی رکعت پڑھی جس میں اس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ پس ان علمائے حنفیہ سے جو اس اثر سے عبادہ کی حدیث کے مخصوص ہونے پر احتجاج کرتے ہیں۔ پوچھنا چاہیئے کہ تمھارے نزدیک جابرؓ کا یہ اثر قابل احتجاج ہے یا نہیں۔ اگر پہلی شق اختیار کریں تو ان کے دونوں مسلک مذکور باطل ہوئے جاتے ہیں اور اگر دوسری شق اختیار کریں تو اس سے عبادہ کی حدیث کے مخصوص ہونے پر احتجاج کرنا لغو ہے **بالجملہ** حنفیہ کا اپنے دونوں مسلکوں کی نسبت اس اثر کو قابل احتجاج نہ سمجھنا اور حدیث عبادہ کی تخصیص کی بابت قابل احتجاج خیال کرنا عجیب بات ہے۔

اگر کوئی کہے کہ جابرؓ کے قول مذکور کو طحاوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے شرح معانی الآثار صفحہ ۱۲۸ میں ہے حدثنا بحر بن نصر قال ثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالك عن وھب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے اس حدیث کا ایک راوی یحیی بن سلام ضعیف ہے اور فقط اسی نے اس حدیث کو مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے **حافظ ابن عبد البر تمہید** صفحہ ۱۷۳ میں لکھتے ہیں فان قیل قد روی یحیی بن سلام عن مالك بن انس عن وھب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل رکعۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن فلا تصلی الا وراء الامام قال ابو عمر لم یرو ھذا الحدیث احد من رواۃ الموطا مرفوعاً انما ھو فی الموطا موقوف علی جابر من

www.KitaboSunnat.com

قوله وانفرد يحيى بن سلام برفعه عن مالك ولم يتابع على ذلك والصحيح فيه انه من قول جابر انتهى اور شرح معانی الآثار ص۲۳ ج۱ طحاوی فرماتے ہیں من ذلك حديث يحيى بن سلام عن شعبة فهو حديث منكر لا يثبته اهل العلم بالرواية لضعف يحيى بن سلام عندهم وابن ابی لیلیٰ وفساد حفظهما انتهى حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اہل علم بالروایۃ یعنی محدثین کے نزدیک یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں اور ان کے حافظہ میں فساد ہے۔ اسی وجہ سے اِن کی حدیث منکر و ضعیف ہے۔ اور دارقطنی[1] نے اس حدیث کو اسی سند سے روایت کر کے لکھا ہے یحیی بن سلام ضعيف والصواب انه موقوف یعنی یحیی بن سلام ضعیف ہیں اور حق اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے یعنی جابرؓ کا قول ہے اور شرح معانی الآثار ص۱۳۰ ج۱ میں ہے قال (ای موسیٰ بن اسمٰعیل) فقلت لمالك ارفعه قال فخذ وابرجله یعنی موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے مالک سے کہا کہ جابرؓ کی حدیث کو میں مرفوعاً روایت کروں تو مالک نے کہا "پکڑو اس کی ٹانگ" اور امام الکلام ص۱۳۱ میں ہے قد اخرجه رواة الموطا عن مالك والترمذی موقوفا على جابر لا مرفوعا وقد قال الدارقطنی[2] ان یحیی بن سلام ضعیف والصواب وقفه ذکره الزیلعی[3] وقال ابن عبد البر فی الاستذکار هو حدیث لا یصح الا موقوفا علی جابر علی ما فی الموطا انتهی

اور غیث الغمام میں ہے قد خالفه كل من هو اوثق منه واضبط من رواة هذا الحديث عن مالك حيث رووه موقوفا فتكون روايته شاذة غير مقبولة انتهى الحاصل جابرؓ کی یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے اور حق اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے یعنی خود جابرؓ کا قول ہے۔

تنبیہ

جب یہ بات ثابت اور محقق ہو چکی کہ جابرؓ کی حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے تو یہاں مولوی احمد علی صاحب رحؒ سہارنپوری کا ایک قول (جو جابر کی اسی حدیث مرفوع کے متعلق ہے) سنا دینا ضروری ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ قول کہاں تک صحیح ہے۔ مولوی صاحب ممدوح دلیل القوی میں فرماتے ہیں وجہ پنجم وجہیست کافی و شافی کہ مادہ نزاع را از بیخ بر کند و ہو الحق المبین و آن این است کہ ہمیں روایت جابر بن عبد اللہ مرفوعاً ہم ثابت گردیدہ کما روی الطحاوی فی معانی الآثار باسناد

[1] دارقطنی ص۱۲۷ ج۱ مطبوعہ مدینہ [2] ایضاً [3] ص۱۳ ج۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متصل مرفوع حدثنا بحر بن نصر حدثنا یحیی بن سلام اخبرنا مالک عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یصل فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتہی یعنی پانچویں وجہ ایک ایسی وجہ ہے جو کافی وشافی اور مادۂ نزاع کی استیصال کرنے والی ہے اور وہ حق ظاہر ہے اور وہ یہ کہ جابرؓ کی یہی روایت مرفوعاً بھی ثابت ہوتی ہے جیسا کہ طحاوی نے معانی الآثار میں بسند متصل مرفوع روایت کیا ہے حدثنا بحر بن نصر حدثنا یحیی بن سلام الخ۔

اب تم بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ جابرؓ کی حدیث مرفوع ضعیف کو (جس کے ضعف پر حافظ ابن عبد البر اور دار قطنی وغیرہما کی شہادتیں ابھی منقول ہو چکی ہیں) قرأت فاتحہ خلف الامام کے ممنوع ہونے کی کافی وشافی دلیل بتانا اور اس کو مادہ نزاع کی متاصل اور حق مبین سمجھنا مولوی صاحب ممدوح جیسے شخص سے کس قدر قابل افسوس بات ہے۔ المختصر عبادہؓ کی حدیث مذکور کے منفرد اور امام کے ساتھ مخصوص ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے پس یہ حدیث جو ہر مصلی مقتدی وغیر مقتدی کے لیئے عام ہے عام ہی رہے گی۔ لان العام یجری علی عمومہ ما لم یدل دلیل علی تخصیصہ کما تقرر فی مقرہ اور ایک بہت بڑی دلیل اس حدیث کے اپنے عموم پر باقی رہنے کی یہ ہے کہ عبادہؓ کی ایک دوسری صحیح روایت میں (جو آگے آتی ہے) وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فجر کی نماز میں قرأت گراں ہوئی آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا شاید تم لوگ، اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا یعنی پس نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اس روایت میں جملہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا کے اپنے عموم پر باقی رہنے اور اس سے مقتدیوں کے خارج نہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں خطاب خاص مقتدیوں کو ہے پس جب معلوم ہوا کہ اس روایت میں جملہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا اپنے عموم پر باقی ہے تو اسی سے عبادہؓ کی حدیث مذکور کا بھی اپنے عموم پر باقی رہنا ظاہر ہو گیا کیونکہ حدیث مذکور اسی روایت سے مختصر ہے فتح الباری ص۱۱۹ ج۱ میں ہے وقد ثبت الاذن بقراءۃ الماموم الفاتحۃ فی الجہریۃ بغیر قید وذلک فیما اخرجہ البخاری فی جزء القراءۃ والترمذی وابن حبان وغیرہما من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایۃ مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثقلت علیہ القراءۃ فی الفجر فلما فرغ قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا والظاھر ان حدیث الباب ای حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب مختصر من ھذا وکان ھذا سببہ انتھی۔ فتح الباری صفحہ ۳۸۵ ج ۲

اور تفسیر خازن صفحہ ج میں عبادہؓ کی اسی روایت طویلہ کو ذکر کرکے لکھا ہے اخرجہ الترمذی بمعناہ واخرجاہ فی الصحیحین اقصر منہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب انتھی اور حافظ ابن عبد البر تمہید میں لکھتے ہیں وقالوا ان کان الزھری قد روی ھذا الحدیث مجملا محتملا للتاویل فقد رواہ مکحول مفسرا انتھی۔

اور حدیث عبادہؓ کے اپنے عموم پر باقی رہنے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ عبادہؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے بھی اس حدیث کو مقتدی و غیر مقتدی ہر مصلی کے واسطے عام ہی سمجھا ہے اس واسطے کہ عبادہؓ ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے کما ستقف علیہ اور واضح رہے کہ عبادہؓ جو امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے علی سبیل الوجوب پڑھتے تھے۔ تمہید میں ہے وذکر وکیع عن ابن عون عن رجاء بن حیوۃ عن محمود بن الربیع قال صلیت الی جنب عبادۃ بن الصامت فقرأ بفاتحۃ الکتاب فلما انصرف قلت یا ابا الولید الم اسمعک قرأت بفاتحۃ الکتب قال اجل انہ لاصلوٰۃ الا بھا انتھی یعنی محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے عبادہؓ کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی کسی امام کے پیچھے) تو عبادہؓ نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اے ابوالولید[1]۔ کیا میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا؟ عبادہؓ نے کہا، ہاں بغیر سورۂ فاتحہ کے کوئی نماز ہی نہیں ہوتی ہے۔ اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ عبادہؓ قرأت فاتحہ خلف امام کو واجب جانتے تھے اور بغیر سورۂ فاتحہ کے کسی نماز کو (مقتدی کی ہو یا غیر مقتدی کی) جائز اور صحیح نہیں سمجھتے تھے اور آپ کا قائل بالوجوب ہونا ایک مشہور بات ہے۔ حافظ ابن عبد البر استذکار میں لکھتے ہیں وقال آخرون لایترک احد من المامومین قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف امامہ فی ما اسر وفیما جھر وممن قال بھذا الشافعی بمصر وعلیہ اکثر اصحابہ وھو قول الاوزاعی واللیث بن سعد وبہ قال ابوثور وھو قول عبادۃ بن الصامت وعبد اللہ بن عباس انتھی اور جامع ترمذی میں ہے

[1] ابوالولید عبادہؓ کی کنیت ہے۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وذهبوا رای القائلون بعدم جواز الصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اماما کان او ماموما الی ما روی عبادۃ بن الصامت وفتوٰی عبادۃ بن الصامت بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلف الامام وما تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب وبہ یقول الشافعی واسحٰق وغیرھما انتھی۔ جب معلوم ہوا کہ عبادہ بن صامت کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام واجب تھی اور آپ امام کے پیچھے فاتحہ کو وجوبًا پڑھتے تھے اور بغیر فاتحہ کے کسی نماز کو جائز نہیں سمجھتے تھے تو صاف ظاہر ہوا کہ بعض حنفیہ[1] کا اپنے بعض رسائل میں یہ لکھنا کہ "عبادہ بن صامت کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف امام واجب نہ تھی بلکہ اس کو اباحۃً یا استحبابًا پڑھتے تھے" صریح غلط اور سراسر خطا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ لا صلوٰۃ میں کلمۂ لا سے نفی کمال مراد ہے۔ نہ نفی ذات اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ نہیں نماز کامل اس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ پس اس حدیث سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور ضروری ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ لا صلوٰۃ میں کلمۂ لا سے نفی کمال مراد لینا ہرگز جائز نہیں ہے دو وجہ سے۔ **وجہ اوّل** یہ ہے کہ لا صلوٰۃ میں کلمۂ لا نفی جنس کے واسطے ہے اور یہ کلمہ ذات کی نفی کے لئے موضوع ہوا ہے نہ نفی کمال کے لئے پس معنی حقیقی کو چھوڑ کر نفی کمال (جو معنی مجازی ہے اور وہ بھی بعید) مراد لینا ہرگز جائز نہیں۔ پس لا صلوٰۃ میں ذات صلوٰۃ کی طرف نفی رجوع ہو گی کیونکہ انتفاء ذات صلوٰۃ ممکن ہے۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ انتفائے ذات صلوٰۃ ممکن نہیں ہے تو اس تقدیر پر صحت کی طرف نفی رجوع ہو گی نہ کمال کی طرف کیونکہ نفی صحت اور نفی کمال اگرچہ دونوں مجازی معنی ہیں لیکن نفی صحت اقرب الی الحقیقۃ ہے اور بر تقدیر عدم استقامت معنی حقیقی کے اقرب المجازین کا مراد لینا بالاجماع واجب ہے علامہ آلوسی بغدادی حنفی روح المعانی میں لکھتے ہیں الحمل علی المجاز الاقرب عند تعذر الحقیقۃ اولی بل واجب بالاجماع انتھی یعنی معنی حقیقی کے متعذر ہونے کی صورت میں مجاز اقرب پر حمل اولی ہے بلکہ بالاجماع واجب ہے اور علامہ شوکانی[2] نیل الاوطار ص۲۱۶ ج۲ میں لکھتے ہیں والحدیث یدل علی تعین فاتحۃ الکتاب فی الصلوٰۃ وانہ لا یجزی غیرھا والیہ ذھب مالک والشافعی وجمہور العلماء من الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم لان النفی المذکور فی الحدیث یتوجہ الی الذات ان امکن انتفاؤھا والا توجہ الی ما ھو اقرب الی الذات وھو الصحۃ

[1] مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ۱۲ [2] ہدایت المعتدی ص۹ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا الی الکمال لان الصحۃ اقرب المجازین والکمال البعدھما والحمل علی اقرب المجازین واجب وتوجیہ النفی ھھنا الی الذات ممکن کما قال الحافظ فی الفتح لان المراد بالصلوۃ معناھا الشرعی لا اللغوی لما تقرر من ان الفاظ الشارع محمولۃ علی عرفہ لکونہ بعث لتعریف الشرعیات لا لتعریف الموضوعات اللغویۃ واذا کان المنفی الصلوۃ الشرعیۃ استقام نفی الذات لان المرکب کما ینتفی بانتفاء جمیع اجزائہ ینتفی بانتفاء بعضھا فلا یحتاج الی اضمار الصحۃ ولا الاجزاء ولا الکمال کما روی عن جماعۃ لانہ انما یحتاج الیہ عند الضرورۃ وھی عدم امکان انتفاء الذات ولو سلمنا ان المراد ھنا الصلوۃ اللغویۃ فلا یمکن توجہ النفی الی ذاتھا لانھا قد وجدت فی الخارج کما قالہ البعض لکان المتعین توجیہ النفی الی الصحۃ والاجزاء لا الی الکمال اما اولا فلما ذکرنا من ان ذلک اقرب المجازین واما ثانیا فلروایۃ الدارقطنی المذکورۃ فی الحدیث فانھا مصرحۃ بالاجزاء فتعین تقدیرہ انتھی۔

اور اس بارے میں علامہ ابن الہمام وغیرہ کی عبارتیں آگے آتی ہیں۔ المختصر عبادہ کی حدیث مذکور میں نفی ذات یا نفی صحت مراد لینا متعین ہے اور نفی کمال مراد لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ حافظ ابوبکر بن ابراہیم اسمٰعیلی نے اپنے مستخرج میں اور دارقطنی نے اپنے سنن میں اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم نے اپنے صحاح میں اس حدیث کو بایں لفظ روایت کیا ہے لا تجزی صلوۃ من لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب یعنی نہیں کافی ہوتی ہے نماز اس شخص کی جس نے اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ دیکھو یہ روایت تاویل مذکور کو باطل و مردود کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ جس شخص نے نماز میں الحمد نہیں پڑھی اس کی نماز ناکافی ہے۔ اس روایت میں کسی تاویل کو گنجائش نہیں ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں فان قالوا لا صلوۃ کاملۃ قلنا ھذا خلاف ظاھر اللفظ ومما یؤیدہ حدیث ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئی صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب رواہ ابوبکر بن خزیمۃ فی صحیحہ باسناد صحیح وکذا رواہ ابوحاتم بن حبان انتھی اور علامہ خازن نے لباب التاویل فی معانی التنزیل میں لکھا ہے۔ فان قیل المراد من الحدیث لا صلوۃ کاملۃ قلنا ھذا خلاف ظاھر لفظ الحدیث ومما یدل علیہ حدیث ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا تجزی صلوٰۃ لمن لم یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب اخرجہ الدارقطنی وقال اسنادہ صحیح انتھی۔ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۸۳ ج۲ میں ہے ومنہا خبر ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم فی صحاحھم باسناد صحیح لا تجزی صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب ورواہ الدارقطنی باسناد حسن وقال النووی رواتہ کلھم ثقات انتھی۔ ذکرہ القاری نقلا عن ابن حجر المکی۔ امام الکلام ص۲۱ میں ہے ثم اسند (ای الحافظ ابن حجر) بسندہ الی الحافظ ابی بکر بن ابراھیم الاسمٰعیلی نا عمران بن موسیٰ من اصل کتابہ نا العباس بن الولید النرسی نا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن محمود عن عبادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزی صلوٰۃ من لم یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب ھکذا اخرجہ الاسمٰعیلی فی مستخرجہ علی صحیح البخاری وشیخہ من الحفاظ الثقات وشیخ شیخہ العباس النرسی من شیوخ البخاری وقد تابعہ علی ھذا اللفظ زیاد بن ایوب الطوسی من شیوخ البخاری ایضا اخرجہ الدارقطنی عن یحییٰ بن محمد بن صاعد وھو من کبار الحفاظ نا سوار بن عبد اللہ العنبری وزیاد بن ایوب وسعید بن عبد الرحمٰن قالوا نا سفیان بن عیینہ فذکرہ باللفظ الاول ثم قال وفی روایۃ زیاد بن ایوب لا تجزی صلوٰۃ لا یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب انتھی کلامہ۔ اور تلخیص الحبیر ص۲۳۱ ج۲ میں ہے۔ ورواہ (ای حدیث عبادہ) الدارقطنی بلفظ لا یجزی صلوٰۃ الا ان یقرء الرجل فیہا بام القرآن وصححہ ابن القطان

اگر کوئی کہے کہ جن روایتوں میں لفظ لا تجزی وارد ہے وہ محمول ہیں اجزاء کامل پر یعنی ان روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز کافی ہو جاتی ہے مگر کامل طور پر کافی نہیں ہوتی۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز کافی نہیں ہوتی تو اب اس کا یہ مطلب لگانا کہ نماز تو کافی ہو جاتی ہے مگر کامل طور پر کافی نہیں ہوتی محض تعصب اور صریح تحکم ہے بلکہ حدیث نبوی کو تحریف کرنا ہے لانہ لیس بعد الاجزاء الا البطلان وماذا بعد الحق الا الضلال۔ المختصر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادہ کی حدیث میں لاصلوۃ اور لاتجزی کا لفظ قرأت فاتحہ کے واجب اور ضروری ہونے پر نہایت صریح اور بین دلیل ہے۔ اسی واسطے شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں الامور التی لابد منها فی الصلوۃ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ وما ذکرہ النبی صلعم بلفظ الرکنیۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجزئ صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود وما سمی الشارع الصلوۃ بہ فانہ تنبیہ بلیغ علی کونہ رکنا فی الصلوۃ انتہی اور اسی وجہ سے محدث ابو عوانہؒ نے اپنے مسند میں اس عنوان سے باب منعقد کیا ہے بیان الدلیل علی ایجاب اعادۃ الصلوۃ لمن لم یقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب فصاعدا۔ اور اس باب میں عبادہ کی حدیث لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کو متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔

تنبیہ

حافظ ابن حجر نے فتح الباری صلہ ۱۴۱ جزء ۳ میں لکھا ہے ان سلمنا تعذر الحمل علی الحقیقۃ فالحمل علی اقرب المجازین الی الحقیقۃ اولی من الحمل علی ابعدها ونفی الاجزاء اقرب الی نفی الحقیقۃ وهو السابق الی الفهم ولانہ یستلزم نفی الکمال من غیر عکس فیکون اولی ویؤیدہ روایۃ الاسمعیلی من طریق العباس بن الولید النرسی احد شیوخ البخاری عن سفیان بهذا الاسناد بلفظ لاتجزئ صلوۃ لایقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب وتابعہ علی ذلک زیاد بن ایوب احد الاثبات اخرجہ الدارقطنی ولہ شاهد من طریق العلاء بن عبدالرحمن عن ابیہ عن ابی هریرۃ مرفوعاً بهذا اللفظ اخرجہ ابن خزیمۃ وابن حبان وغیرهما ولاحمد من طریق عبداللہ بن سوادۃ القشیری عن رجل عن ابیہ مرفوعاً لاتقبل صلوۃ لا یقراء فیها بام القران انتہی حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ لا صلوۃ الخ میں کلمۂ لا کا اپنے معنی حقیقی پر محمول ہونا متعذر ہے تو اس صورت میں کلمۂ لا کو اس معنی مجازی پر محمول کرنا اولی ہے جو معنی حقیقی سے زیادہ قریب ہے اور نفی اجزا نفی حقیقۃ سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت نفی کمال کے اور لا صلوۃ سے نفی اجزا ہی متبادر الی الفہم ہے و نیز نفی اجزا مستلزم نفی کمال کو ہے من غیر عکس پس لاصلوۃ الخ میں کلمۂ لا کو نفی اجزا ہی پر محمول کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولیٰ ہے اور نفی اجزا پر محمول کرنے کی تائید اسمٰعیلی کی وہ روایت کرتی ہے جو بلفظ لاتجزئ صلوٰۃ الخ وارد ہوئی ہے۔ اس روایت کو اسمٰعیلی نے بطریق عباس بن الولید عن سفیان روایت کی ہے اور اس کی باقی سند وہی ہے جو صحیح بخاری کی روایت کی ہے اور لفظ لاتجزئ کے ذکر کرنے میں زیاد بن ایوب نے (جو احد الاثبات ہیں) عباس بن الولید کی متابعت کی ہے۔ دارقطنی نے اس کو روایت کیا ہے اور اس روایت کی شاہد ہے وہ روایت جس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہما نے بطریق علاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً اسی لفظ (لا تجزی) سے روایت کیا ہے اور احمد کی ایک مرفوع روایت بایں لفظ وارد ہوئی ہے لاتقبل صلوٰۃ الخ یعنی جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مقبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجرؒ کے اس متین و مدلل کلام کا علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں جواب لکھا ہے جس کا یہاں ذکر کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں لانسلم قرب نفی الاجزاء الی نفی الحقیقۃ لانہ محتمل بنفی الاجزاء ولنفی الفضیلۃ والحمل علی نفی الکمال اولی بل یتعین لان نفی الاجزاء یستلزم نفی الکمال فیکون فیہ نفی شیئین فتکثر المخالفۃ فیتعین نفی الکمال یعنی ہم نہیں تسلیم کرتے کہ نفی اجزا نفی حقیقت سے قریب ہے کیونکہ نفی حقیقت نفی اجزا کو بھی محتمل ہے اور نفی کمال کو بھی اور لاصلوٰۃ کو نفی کمال پر محمول کرنا اولیٰ ہے بلکہ یہی متعین ہے اسی واسطے کہ نفی اجزا مستلزم ہے نفی کمال کو پس نفی اجزا میں دو شئے کی نفی ہوگی۔ اس وجہ سے مخالفت زیادہ ہوگی لہٰذا نفی کمال ہی متعین ہوگی میں کہتا ہوں کہ نفی اجزا کا نفی حقیقت سے اقرب ہونا بہ نسبت نفی کمال کے۔ ایک کھلی اور بدیہی بات ہے علامہ عینی کا اس کو تسلیم نہ کرنا ایک بدیہی بات کا انکار کرنا ہے جو جلالت شان علامہ سے نہایت بعید ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی حنفی تفسیر روح المعانی ص۱۳۱ ج ۹ مصری میں لکھتے ہیں لانسلم ان صرفہ الی الصحۃ لیس اولی من صرفہ الی الکمال بل ھو اولی لان الحمل علی المجاز الاقرب عند تعذر الحمل علی الحقیقۃ اولی بل واجب بالاجماع ولا شک ان الموجود الذی لایکون صحیحا اقرب الی المعدوم من الموجود الذی لایکون کاملا انتھی اور علامہ موصوف کا یہ فرمانا کہ لاصلوٰۃ کو نفی کمال پر محمول کرنا اولیٰ ہے بلکہ یہی متعین ہے۔ اسی واسطے کہ نفی اجزا مستلزم ہے نفی کمال کو الخ۔ عجیب بات ہے نفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجزا کا نفی کمال کو مستلزم ہونا اور اس میں دو شے کی نفی کا ہونا یہی تو اس کے اقرب الی الحقیقۃ ہونے کی دلیل ہے جس سے لاصلوٰۃ کو نفی کمال پر محمول کرنے کا صاف بطلان نکلتا ہے اور اسی کو علامہ موصوف نے نفی کمال کے متعین ہونے کی دلیل ٹھہرائی ہے۔ پھر اس کے بعد علامہ عینی فرماتے ہیں ودعواہ التایید بھذا الحدیث الذی اخرجہ الاسمٰعیلی وابن خزیمۃ لا یفیدہ لان ھذا لیس لہ من القوۃ ما یعارض ما اخرجہ الائمۃ الستۃ علی ان ابن حبان قد ذکر انہ لم یقل فی خبر العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ الا شعبۃ ولا عنہ الا وھب بن جریر انتھی یعنی حافظ ابن حجر کا یہ دعویٰ کہ "اسمٰعیلی اور ابن خزیمہ کی روایت سے لاصلوٰۃ کو نفی اجزا پر محمول کرنے کی تائید ہوتی ہے" غیر مفید ہے کیونکہ اسمٰعیلی و ابن خزیمہ کی روایت میں وہ قوت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ائمہ ستہ کی روایت کا معارضہ کر سکے۔ علاوہ بریں ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ علاء بن عبد الرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ کی روایت میں لا تجزئ کا لفظ فقط شعبہ نے روایت کیا ہے اور شعبہ سے فقط وہب بن جریر نے۔ **میں کہتا ہوں** کہ لا تجزئ والی روایت کی صحت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اس کی صحت پر ائمہ حدیث کی شہادتیں اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسمٰعیلی وغیرہ کی روایت، بلفظ لا تجزئ الخ صحاح ستہ کی روایت، بلفظ لا صلوٰۃ الخ کی معارض و منافی نہیں ہے بلکہ جس معنی پر لا صلوٰۃ کا لفظ بحقیقۃ دلالت کرتا ہے اسی پر لا تجزئ کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے۔ پس علامہ عینی کا یہ قول کہ "اسمٰعیلی اور ابن خزیمہ کی روایت میں وہ قوت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے صحاح ستہ کی روایت کا معارضہ کر سکے" اگر تعصب پر محمول نہ ہوگا تو ہم نہیں سمجھتے کہ پھر کس چیز پر محمول ہوگا اور حافظ ابن حجر نے لا صلوٰۃ کو نفی اجزا پر محمول کرنے کی تائید میں اسمٰعیلی و ابن خزیمہ کی روایت کو پیش کیا ہے۔ نہ ابو ہریرہؓ کی روایت کو جو بطریق علاء بن عبد الرحمٰن عن ابیہ مروی ہے پس علامہ عینی کا یہ لکھنا کہ "علاوہ بریں ابن حبان نے ذکر کیا ہے" محض بے کار ہے

اگر کوئی کہے کہ حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کو نفی کمال پر محمول کرنے اور حدیث لا تجزئ صلوٰۃ من لم یقرأ الخ میں اجزا سے اجزاء کامل مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مطلق قراءت قرآن کا حکم فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن اس آیت سے ثابت ہے کہ نماز میں مطلق قرآن (فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ اور ایک آیت ہو یا زیادہ) فرض ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز صحیح ہونے کے لئے کافی ہے اور حدیث لاصلوٰۃ الخ اور حدیث لاتجزیٔ الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں خاص سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور سورۃ فاتحہ کو چھوڑ کر کچھ اور قرآن پڑھنا ناکافی ہے پس آیہ مذکورہ اور احادیث قرأت فاتحہ میں تعارض واقع ہوا اور آیت مذکورہ نہ مجمل ہے کہ احادیث قرأت فاتحہ اس کا بیان واقع ہوں اور نہ مبہم ہے کہ یہ احادیث اس کی تفسیر ٹھہرائی جاویں بلکہ آیت مذکورہ عام ہے جس کو اپنے عموم پر باقی رکھنا ضروری ہے پس دفع تعارض کے لئے حدیث لاصلوٰۃ الخ کو نفی کمال پر اور حدیث لاتجزیٔ الخ کو اجزاء کامل پر محمول کرنا ضروری ہے تو اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب

آیہ فاقرؤا ماتیسر من القراٰن عند الحنفیہ عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ اس آیت سے مطلق قرآن کی فرضیت ثابت ہوتی ہے ایک آیت ہو یا ایک سے کم یا زیادہ لیکن امام اعظم صاحب کے نزدیک ادنیٰ ما یجزیٔ بہ الصلوٰۃ ایک آیت ہے ایک آیت سے کم میں امام صاحب کے نزدیک نماز جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک تو ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں سے کم میں نماز درست نہیں۔ پس جب عند الحنفیہ آیہ مذکورہ عام مخصوص منہ البعض ہے تو حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وغیرہ سے آیہ مذکورہ کی تخصیص کی جاوے گی۔ ملا جیون تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں ثم اقل القراءۃ فرضا عندنا اٰیۃ واحدۃ طویلۃ کاٰیۃ الکرسی وغیرھا او ثلث اٰیات قصیرۃ کمدھامتان وھذا ھو الاصح وقیل انہ واحدۃ طویلۃ کانت او قصیرۃ وذلک مما لا یعتد بہ ینادی علیہ کتب الفقہ وعلی کل تقدیر یکون مادون الاٰیۃ مخصوصا من ھذا العام فیکون العام ظنیا فینبغی ان لا یدل علی فرضیۃ القراءۃ وان یعارضہ الحدیث حجۃ لنا فعی انتھی یعنی ہمارے نزدیک کم سے کم ایک لمبی آیت جیسے آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھنا فرض ہے یا تین چھوٹی آیتیں جیسے مدھامتان اور یہی اصح ہے اور کہا گیا ہے کہ کم سے کم ایک آیت فرض ہے لمبی ہو یا چھوٹی اور یہ غیر معتبر ہے۔ اس کے غیر معتبر ہونے پر فقہ کی کتابیں پکار رہی ہیں اور ہر تقدیر پر مادون آیہ (یعنی ایک آیت سے کم) اس عام سے مخصوص ہوگا پس یہ عام ظنی ہوگا لہٰذا یہ عام فرضیت قرأت پر دلالت نہیں کرے گا۔ دیکھو ملا صاحب نے آیہ فاقرؤا ماتیسر من القراٰن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے عام مخصوص منہ البعض اور اس کے ظنی ہونے کی صاف تصریح کی ہے اور جس قول کو ملا صاحب نے اصح بتایا ہے وہ صاحبین کا قول ہے اور جس قول کو غیر معتبر کہا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کما مر۔

اگر کوئی کہے کہ ملاجیون نے اگرچہ آیہ مذکورہ کے عام مخصوص منہ البعض اور اس کے ظنی ہونے کی تصریح کی ہے مگر پھر اس کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں الا ان یجاب بما فی البزدوی وحواشیہ من ان ھذہ الایۃ قطعیۃ والمراد بھا قراءۃ القران اجماعا وان ما دون الایۃ لایسمی قراءۃ القران عرفا والعرف قاض علی الحقیقۃ اللغویۃ انتھی یعنی مگر وہ جواب دیا جائے جو بزدوی اور اس کے حواشی میں ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت قطعی ہے اور مراد اس سے قراءۃ قرآن ہے بالاجماع اور ما دون آیت (یعنی ایک آیت سے کم) کو عرف میں قراءۃ قرآن نہیں کہتے۔ اور عرف حقیقت لغویہ پر مقدم ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جواب ناقابل التفات ہے۔ اس جواب میں دو دعوے کئے گئے ہیں اور دونوں مردود ہیں۔ پہلا دعویٰ جو یہ کیا گیا ہے کہ "آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القران سے اجماعاً قراءۃ قرآن مراد ہے" سراسر باطل ہے دیکھو دوسرا جواب۔ اور دوسرا دعویٰ جو یہ کیا گیا ہے کہ "ما دون آیت کو عرف میں قراءت قرآن نہیں کہتے ہیں" سو اگر اس دعویٰ کا یہ مطلب ہے کہ ہر پوری آیت کو عرف میں قرآن کہتے ہیں اور کوئی ما دون آیت عرفاً قرآن نہیں ہے تو اولاً یہ دعویٰ بلا دلیل ہے ثانیاً اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید کے ایک کلمہ مثلاً مدھامتان کو عرف میں قرآن کہا جائے[1] کیونکہ یہ ایک کلمہ پوری ایک آیت ہے اور قرآن مجید کی اس قدر عبارت (یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل واستشھدوا شھیدین من رجالکم) کو عرفاً قرآن نہ کہا جائے کیونکہ اس قدر عبارت پوری ایک آیت نہیں ہے بلکہ نصف آیت سے بھی کم ہے لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ کہاں کا ایسا عرف ہوگا جہاں ایک کلمہ مثلاً مدھامتان کو قرآن کہتے ہوں گے اور اس قدر عبارت کو

[1] یعنی مدھامتان پڑھنے کو عرف میں قراءۃ قرآن کہا جائے۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاں قرآن نہیں کہتے ہوں گے۔
اور اگر اس دعوے کا مطلب یہ ہے کہ عرف میں مادون آیت کو قرآن نہیں کہتے اور ہر لوپری کا عرفاً قرآن ہونا بھی ضرور نہیں بلکہ وہ چھوٹی آیتیں جو ایک یا دو تین کلمہ کی ہیں بھی قرآن نہیں ہیں تو اولاً یہ دعویٰ بھی بلا دلیل ہے ثانیاً اس سے امام ابوحنیفہؒ کا قول باطل ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک کم سے کم ایک آیت فرض ہے طویل ہو یا قصیر، فتح القدیر صـ۱۳ میں ہے ثم عندہ لو قرأ آیة صـ۲۷۵ ج۱ هي كلمات او كلمتان نحو فقتل كيف قدر او ثم نظر جازت بلا خلاف بين المشائخ انتهى سعایہ میں ہے وفي البحر اطلق الاية فشمل الطويلة والقصيرة والكلمة الواحدة وما كان مسماه حرفا كقوله تعالى ثم نظر و مدهامتان وص ق ن ولا خلاف في الاول واما في الثاني و الثالث فاختلف المشائخ فيه انتهى ثالثاً اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کوئی نماز میں نصف آیۃ الکرسی یا نصف آیۃ المداینہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہو گی حالانکہ عامہ حنفیہ جواز کے قائل ہیں فتح القدیر میں ہے ولو قرأ نصف اية المداينة قيل لا يجوز لعدم الاية وعامتهم على الجواز انتهى المختصر یہ دوسرا دعویٰ بھی باطل ہے غور کرنے سے مفاسد مذکورہ کے علاوہ اور بھی مفاسد اس دعوے سے لازم آتے ہیں کما لا یخفی علی المتأمل۔

تنبیہ

علامہ عینی نے عمدۃ القاری صـ۲۶ میں لکھا ہے القران يتناول ما هو معجز عرفاً فلا يتناول مادون الاية انتهى یعنی آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القران میں عرفاً لفظ قرآن اسی قدر کو متناول ہے جو معجز ہے پس ایک آیت سے کم کو متناول نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ قول صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ علامہ کا قول تین دعاوی کو متضمن ہے (۱) عرف میں لفظ قرآن اسی قدر کو متناول ہے جو معجز ہے (۲) قرآن کی ہر آیت معجز ہے (۳) مادون آیت معجز نہیں ہے۔ علامہ کے یہ تینوں دعاوی محض بے دلیل ہیں جو کسی طرح قابل التفات نہیں ہیں۔ علامہ کے ان تینوں دعووں کا بطلان اتقان کی اس عبارت سے بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے قال السیوطی فی الاتقان صـ۲۳ ج۲ مصری في النوع الرابع والستين في اعجاز القران اختلف في قدر المعجز من القران فذهب بعض المعتزلة الى انه متعلق بجميع القران والايتان السابقتان ترده وقال القاضي يتعلق الاعجاز بسورة طويلة كانت او قصيرة

لہ یعنی ان مادون الاية لا يسمى قراءة القران عرفاً۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشبثا بظاھر قولہ بسورۃ وقال فی موضع اخر یتعلق بسورۃ او قدرھا من الکلام بحیث یتبین فیہ تفاضل قوی البلاغۃ قال فاذا کانت ایۃ بقدر حروف سورۃ وان کانت کسورۃ الکوثر فذلک معجز قال ولم یقم دلیل علی عجزھم عن المعارضۃ فی اقل من ھذا القدر وقال قوم لا یحصل الاعجاز بایۃ بل یشترط الایات الکثیرۃ وقال الاخرون یتعلق بقلیل القرآن وکثیرہ لقولہ فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین قال القاضی ولا دلالۃ فی الایۃ لان الحدیث التام لا تتحصل حکایتہ فی اقل من کلمات سورۃ قصیرۃ انتھی۔ خلاصہ اور حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن میں کم سے کم کس مقدار میں اعجاز ہوتا ہے۔ بعض معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ اعجاز جمیع قرآن کے ساتھ متعلق ہے اور اس مذہب کو پہلی دونوں آیتیں مردود کرتی ہیں۔ قاضی نے کہا کہ اعجاز ایک سورہ میں ہوتا ہے بڑی سورۃ ہو خواہ چھوٹی۔ اور قاضی نے ایک دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ اعجاز ایک سورہ یا ایک سورہ کی مقدار میں ہوتا ہے اور کہا کہ اس مقدار سے کم میں اعجاز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور ایک قوم نے کہا کہ ایک آیت معجز نہیں ہوتی بلکہ معجز ہونے کے لئے بہت سی آیتوں کا ہونا ضروری ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن کی ہر مقدار معجز ہے تھوڑی ہو خواہ زیادہ۔ اتقان کی اس عبارت میں غور کرنے سے علامہ عینی کے قول مذکور کا بطلان متعدد وجہوں سے ظاہر ہے اور علامہ ممدوح کے اس قول کا ناقابل اعتبار ہونا **شرح مواقف** ص۵۶۱ مطبوعہ مصر کی اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے ثم نقول لا یضر فیما نحن بصددہ عدم اعجاز الایۃ والایتین فان المعجز ھو المجموع او مقدار سورۃ طویلۃ او قصیرۃ بتمامھا واقلھا ثلاث ایات انتھی یعنی پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم لوگ جس امر کے درپے ہیں اس کو ایک یا دو آیت کا معجزہ نہ ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ معجز مجموعہ قرآن ہے یا بقدر ایک پوری سورہ کے معجز ہے چھوٹی ہو یا بڑی اور سورہ کم سے کم تین آیتوں کی ہوتی ہے۔ الحاصل علامہ عینی کا یہ دعویٰ ان القرآن یتناول ما ھو معجز الخ محض بے دلیل و غیر مسموع علامہ عینی جیسے شخص سے ایسے دعوے کا مدعی ہونا بہت تعجب کی بات ہے۔

دوسرا جواب

آیہ مذکورہ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں قرآن کے معنی حقیقی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھو نماز میں جو آسان ہو قرآن سے۔ اس قول پر بلاشبہ نماز میں مطلق قرآن کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مگر چونکہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب متواتر ہے اور حدیث متواتر سے زیادت علی الکتاب (جس میں تقیید مطلق اور تخصیص عام بھی ہے) بلا خلاف جائز ہے اس لئے حدیث لاصلوٰۃ الخ سے آیہ مذکورہ کی تخصیص کی جائے گی قال الامام البخاری فی جزء القراءۃ تواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ الا بقراءۃ ام القرآن انتہی اگر کوئی کہے کہ علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے قلنا لا نسلم ذلک لان التابعین قد اختلفوا فی ھذہ المسئلۃ ولئن سلمنا انہ مشہور فالزیادۃ بالمشہور انما یجوز اذا کان محکما اما اذا کان محتملا فلا وھذا الحدیث محتمل لنفی الجواز ویستعمل لنفی الفضیلۃ کقولہ علیہ السلام لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد انتہی حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب مشہور ہے کیونکہ مسئلہ قراءت فاتحہ میں تابعین مختلف ہیں اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور سے زیادت علی الکتاب اسی صورت میں جائز ہے کہ حدیث مشہور محکم ہو لیکن جب حدیث مشہور محتمل ہو تو نہیں جائز ہے اور یہ حدیث محتمل ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ نفی جواز مراد ہو اور احتمال ہے کہ نفی فضیلت مراد ہو جیسے حدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد میں تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب بخاری جیسے امام فن حدیث نے اس حدیث کو متواتر بتایا تو اس کے متواتر ہی ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ بھلا اس کے مشہور ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور مسئلہ قراءت کی بابت تابعین کا مختلف ہونا اس حدیث کے مشہور نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے فتفکر اور حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کو اس وجہ سے کہ اس میں احتمال معنی مجازی (نفی فضیلت) کا ہے غیر محکم بتانا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اوپر تفصیل کے ساتھ معلوم ہوچکا ہے کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب میں لفظ لاصلوٰۃ کا اپنے معنی حقیقی پر محمول ہونا متعین ہے اور نفی کمال پر محمول کرنا ناجائز ہے پس اس حدیث کو اس وجہ سے کہ اس میں احتمال معنی مجازی (نفی فضیلت) کا ہے غیر محکم بتانا محض تحکم ہے اور اس حدیث کو حدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد وغیرہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد وغیرہ میں دوسری دلیلوں سے نفی کمال مراد لینا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد لینا ثابت ہے تعالیٰ فی ھذہ الآیۃ السائل[۲۰] وآنکہ گفتہ اندکہ زیادت بخبر مشہور وقتے جائز است
کہ محکم باشد نہ محتمل وحدیث عبادہ محتمل است زیرا کہ مثل ایں لفظ لاصلوٰۃ الخ مستعمل است برائے
نفی جواز یا برائے نفی فضیلت کقولہ تعالیٰ لا ایمان لھم وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ایمان
لمن لا امانۃ لہ وامثال آں۔ پس جوابش آنست کہ استعمال ایں لفظ در ماورائے حدیث عبادہ برائے
نفی جواز یا فضیلت بدلیل دیگر ثابت شدہ ودر حدیث عبادہ حمل نفی بر صحت یا اجزا بدلالت
احادیث دیگر متعین گردیدہ پس قیاس حدیث عبادہ برآں قیاس مع الفارق باشد انتہی۔ اور
آیت مذکورہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ قراءت سے مراد نماز تہجد ہے اور اسی طرح قرآن سے بھی
اور معنی اس کے یہ ہیں فصلوا ما تیسر من الصلوٰۃ ای صلوٰۃ اللیل یعنی نماز تہجد جتنی دیر تک بآسانی
پڑھ سکو پڑھو یعنی نماز تہجد میں جو آدھی یا تہائی رات یا دو تہائی رات تک کی تحدید تھی۔ وہ تحدید
اب منسوخ کردی گئی اب تم سے جتنی دیر تک نماز مذکور بآسانی ہوسکے پڑھو۔ تفسیر کبیر ص۲۴۵ ج ۸
میں امام رازی لکھتے ہیں وفیہ قولان الاول ان المراد من ھذہ القراءۃ الصلوٰۃ ای فصلوا ما تیسر
علیکم القول الثانی ان المراد من قولہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن قراءۃ القرآن بعینھا
انتھی مختصرا۔ اور تفسیر کشاف ص۴۳۳ ج ۲ میں علامہ زمخشری حنفی لکھتے ہیں وعبر عن
الصلوٰۃ بالقراءۃ لانھا بعض ارکانھا کما عبر عنھا بالقیام والرکوع والسجود یرید فصلوا
ما تیسر علیکم ولم یتعذر من صلوٰۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم نسخا جمیعا بالصلوات
الخمس وقیل ھی قراءۃ القران بعینھا انتھی۔

اور تفسیر مدارک میں علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں۔ وقیل اراد بالقران الصلوٰۃ لانہ
بعض ارکانھا ای فصلوا ما تیسر علیکم ولم یتعذر من صلوٰۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم
نسخ ھذا بالصلوات الخمس انتھی۔

اور تفسیر روح المعانی ص۲۰۹ ج ۹ مصری میں علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں ای فصلوا
ما تیسر لکم من صلوٰۃ اللیل عبر عن الصلوٰۃ بالقراءۃ کما عبر عنھا بسائر ارکانھا وقیل
الکلام علی حقیقتہ من طلب قراءۃ القران بعینھا وفیہ بعد ان مقتضی السیاق انتھی۔

اور علامہ ابو السعود حنفی اپنی تفسیر ص۲۴۵ میں لکھتے ہیں فصلوا ما تیسر لکم من صلوٰۃ اللیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبرعن الصلوٰۃ بالقراءۃ کما عبر عنھا بسائر ارکانھا وقیل ھی قراءۃ القران بعینھا انتھی مختصراً۔
اور تفسیر بیضاوی ص۳۹۵ کشوری میں ہے فاقرؤا ما تیسر من القراٰن فصلوا ما تیسر علیکم
من صلوٰۃ اللیل عبرعن الصلوٰۃ بالقراءۃ کما عبر عنھا بسائر ارکانھا او فاقرؤا القران بعینہ
کیف ما تیسر علیکم انتھی مختصراً۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے فاقرؤا ما تیسر من
القراٰن ای من غیر تحدید بوقت ای ولکن قوموا من اللیل ما تیسر وعبر عن
الصلوٰۃ بالقراءۃ انتھی۔ اور تفسیر جلالین میں ہے فاقرؤا ما تیسر من القران فی الصلوٰۃ
بان تصلوا ما تیسر انتھی۔ اور ملا جیون حنفی تفسیر احمدی ص۲۵ میں لکھتے ہیں فاقرؤا ما تیسر
من القران بعینہ فی الصلوٰۃ علی سبیل الوجوب او فی غیرھا علی سبیل الندب او فاقیموا
فی اللیل ما تیسر من الصلوٰۃ انتھی۔

پس جب اس دوسرے قول پر آیہ مذکورہ میں قراءت سے نماز تہجد پڑھنا اور قرآن سے مراد نماز تہجد ہے تو ظاہر ہے کہ نماز میں مطلق قرآن کا فرض ہونا فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ اور مطلق قرآن کا صحت نماز کے لئے کافی ہونا اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔ پس آیہ مذکورہ اور احادیث قراءت فاتحہ میں کچھ تعارض نہیں ہے اور جب کچھ تعارض ہی نہیں ہے تو نہ تعارض دفع کرنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء الخ کو نفی کمال پر اور حدیث لا تجزئ الخ کو اجزائے کامل پر محمول کرنے کی کوئی وجہ۔

تنبیہ

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے والمراد بالقراءۃ الصلوٰۃ کان القراءۃ بعض ارکانھا یعنی آیہ فاقرؤا ما تیسر من القران میں قراءۃ سے مراد نماز ہے کیونکہ قراءت بعض ارکان نماز ہے علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص۲۲۵ ج ۱۱ میں حافظ ابن حجر کے اس قول کا جواب لکھا ہے جو سننے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں قال بعضھم والمراد بالقراءۃ الصلوٰۃ لان القراءۃ بعض ارکانھا قلت ھذا لم یقل بہ احد والمفسرون مجمعون علی ان المراد منہ القراءۃ فی الصلوٰۃ وھی حجۃ علی جمیع من یری فریضۃ قراءۃ الفاتحۃ فی الصلوٰۃ انتھی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض علماء یعنی حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ آیہ فاقرؤا ما تیسر من القران میں قراءۃ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد نماز ہے سو یہ ایک ایسا قول ہے کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں قراءت سے مراد نماز میں قرآن پڑھنا ہے اور یہ حجت ہے تمام ان لوگوں پر جو نماز میں قراءت فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ قول کہ "مفسرین کا اجماع ہے اس امر پر کہ اس آیت میں قراءت سے مراد نماز میں قرآن پڑھنا ہے" ہرگز صحیح نہیں ہے دیکھو عبارات کتب تفسیر منقولہ بالا۔ ص ۲۶ و ۲۷ کتاب ہذا۔

الحاصل۔ عبادہ کی حدیث نہایت صریح اور بیّن دلیل ہے اس امر کی کہ ہر شخص کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے تنہا ہو یا امام یا مقتدی بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کسی کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اور حنفیہ جو اس حدیث کو نفی کمال پر محمول کرتے ہیں یہ ان کی صریح ناانصافی ہے۔ اسی وجہ سے علامہ **ابن الہمام** نے فتح القدیر ص ۱۲۰ ج ۱ میں اس تاویل کی صاف تردید کر دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وفيه نظر لان متعلق المجرور الواقع خبرا استقرار عام فالحاصل لا صلوٰة كائنة وعدم الوجود شرعا هو عدم الصحة هذا هو الاصل بخلاف لا صلوٰة لجار المسجد الا في المسجد الخ ولا صلوٰة للعبد الآبق فان قيام الدليل على الصحة اوجب كون المراد كونا خاصا اي كاملة وعلى هذا فيكون من حذف الخبر لا من وقوع الجار والمجرور خبرا فلهذا عدل المصنف عنه الى الظنية في الثبوت وبه لا يثبت الركن لان لازمه نسخ الاطلاق بخبر الواحد وهو يستلزم تقديم الظني على القاطع وهو لا يحل فيثبت به الوجوب فيأثم بترك الفاتحة ولا تفسد انتهى اس عبارت کا حاصل ترجمہ بقدرِ حاجت یہ ہے کہ حدیث عبادہ لا صلوٰة الخ میں کمال کے مقدر کرنے میں نظر ہے اس واسطے کہ مجرور کا متعلق جو خبر واقع ہے استقرار عام ہے پس حاصل یہ ہے کہ نماز نہیں ہوتی ہے اور عدم وجود شرعاً وہی عدمِ صحت ہے اور یہی اصل ہے۔ بخلاف لا صلوٰة لجار المسجد الا في المسجد الخ اور لا صلوٰة للعبد الآبق کے اس واسطے کہ صحت نماز پر دلیل قائم ہے پس ان دونوں حدیثوں میں کون خاص یعنی کمال مراد لینا ضروری ہے۔

اور اسی وجہ سے علامہ ابوالحسن **سندی** حنفی نے بھی نفی کمال کی تاویل کے بطلان کا صاف صاف اعتراف کیا ہے چنانچہ ابن ماجہ کے حاشیہ ص ۱۴۳ ج ۱ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں ثم قد قرروا ان النفي لا يعقل الا مع نسبة بين امرين فيقتضي نفي الجنس امرا مستندا الى الجنس ليستقل النفي مع نسبة فان كان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذلك الامر مذكورا فی الکلام فذلك والا یقدر من الامور العامة کالکون والوجود واما الکمال فقد حقق المحقق الکمال ضعفه لانه مخالف لا یصار الیه الا بدلیل والوجود فی کلام الشارع یحمل علی الوجود الشرعی دون الحسی فمودی الحدیث نفی الوجود الشرعی للصلوٰۃ التی لم یقرأ فیها بفاتحة الکتاب فتعین نفی الصحة وما قاله اصحابنا انه من حدیث الاحاد وهو ظنی لا یفید العلم وانما یوجب الفعل فلا یلزم منه الافتراض ففیه انه یکفی فی المطلوب انه یوجب العمل بمدلوله لا بشیٔ آخر ومدلوله عدم صحة صلوٰۃ لم یقرأ فیها بفاتحة الکتاب فوجوب العمل به یوجب القول بفساد تلك الصلوٰۃ وهو المطلوب فالحق ان الحدیث یفید بطلان الصلوٰۃ اذا لم یقرأ فیها بفاتحة الکتاب

انتھی یعنی اہل علم نے یہ تقریر کی ہے کہ نفی نہیں معقول ہوتی ہے مگر نسبت بین الامرین کے ساتھ پس نفی جنس ایک ایسے امر کو مقتضی ہے جو جنس کی طرف مستند ہو تاکہ نفی اس کی نسبت کے ساتھ متعلق ہو پس اگر وہ امر کلام میں مذکور ہو فبہا ورنہ امور عامہ میں سے کوئی امر جیسے کون اور وجود مقدر کیا جائے گا لیکن کمال کا مقدر کرنا سو محقق کمال (یعنی ابن الہمام) نے اس کا ضعف محقق طور پر بیان کیا ہے کیونکہ وہ مخالف ہے اس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے مگر دلیل کے ساتھ۔ اور وجود کلام شارع میں وجود شرعی پر محمول ہوتا ہے نہ وجود حسی پر پس حدیث (لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ الخ) کا ماحصل اس نماز کے وجود شرعی کا نفی کرنا ہے جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی ہے۔ پس نفی صحت متعین ہوئی اور ہمارے اصحاب (یعنی حنفیہ) نے جو یہ کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث احاد سے ہے اور وہ ظنی ہے مفید علم نہیں اور وہ فقط موجب فعل ہے پس اس سے سورۂ فاتحہ کی فرضیت لازم نہیں آتی۔ سو اس میں یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کا بمدلولہ موجب عمل ہونا اثبات مطلوب کے لئے کافی ہے اور مدلول اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ صحیح نہیں پس اس حدیث کا موجب عمل ہونا موجب ہے اس امر کو کہ اس نماز کو فاسد کہا جائے جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی۔ پس حق یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جائے وہ باطل ہے اور اسی وجہ سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی نے بھی تاویل کمال کی کامل طور سے تردید بیان کی ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی صفحہ ۴۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔ ومنها قوله صلی الله علیه وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکتاب وھو ظاھر فی المقصود اذا لتقدیر لا صلوٰۃ صحیحۃ الا بھا واعترض بجواز ان یکون التقدیر لا صلوٰۃ کاملۃ فانہ لما امتنع نفی مسمی الصلوٰۃ لثبوتہ دون الفاتحۃ لم یکن بد من صرفہ الی حکم من احکامھا ولیس الصرف الی الصحۃ اولی من الصرف الی الکمال واجیب بانا لا نسلم امتناع دخول النفی علی مسماھا لان الفاتحۃ اذا کانت جزأً من ماھیۃ الصلوٰۃ تنتفی الماھیۃ عند عدم قراءتھا فیصح دخولہ علی مسماھا وانما یمتنع لو ثبت انھا لیست جزءًا منھا وھو اول المسئلۃ سلمناہ لکن لا نسلم ان الصرف الی الصحۃ من الصرف الی الکمال واجیب بانا لا نسلم امتناع دخول النفی علی مسماھا وانما یمتنع لو ثبت انھا لیست جزأً منھا وھو اول المسئلۃ سلمناہ لکن لا نسلم ان صرفہ الی الصحۃ لیس اولی من صرفہ الی الکمال بل ھو اولی لان الحمل علی المجاز الاقرب عند تعذر الحمل علی الحقیقۃ اولی بل واجب بالاجماع فلا شک ان الموجود الذی لا یکون صحیحا اقرب الی المعدوم من الموجود الذی لا یکون کاملا انتھی ۔ یعنی بعض ادلہ وجوب قراءت فاتحہ سے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ہے اور یہ (قول نبوی) مقصود میں ظاہر ہے اس واسطے کہ تقدیر اس کی لا صلوٰۃ صحیحۃ الا بھا ہے یعنی بلا سورۂ فاتحہ کے نماز صحیح نہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی تقدیر لا صلوٰۃ کاملۃ بھی جائز ہے اس واسطے کہ جب مسمی صلوٰۃ کی نفی ممتنع ہے اس وجہ سے کہ بدوں فاتحہ کے بھی مسمی ثابت رہتا ہے تو احکام نماز سے کسی حکم کی طرف نفی کا رجوع کرنا ضروری ہے اور کمال کی طرف نفی کے رجوع کرنے سے صحت کی طرف رجوع کرنا اولی اور بڑھ کر نہیں ہے ۔ اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مسمی صلوٰۃ پر نفی کا داخل ہونا ممتنع ہے کیونکہ جب سورۂ فاتحہ ماہیت صلوٰۃ کی جزو ہوگی تو سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں ماہیت صلوٰۃ منتفی ہوگی پس مسمی صلوٰۃ پر نفی کا داخل ہونا صحیح ہوگا اور ممتنع تو جب ہوگا کہ ثابت ہو کہ سورۂ فاتحہ نماز کی جزو نہیں ہے اور یہ تو اول ہی مسئلہ ہے ۔ اچھا ہم نے اس کو مانا لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کمال کی طرف نفی کے رجوع کرنے سے صحت کی طرف رجوع کرنا اولی اور بڑھ کر نہیں ہے بلکہ صحت ہی کی طرف نفی کا رجوع کرنا اولی ہے کیونکہ حمل علی الحقیقۃ کی تعذر کی صورت میں مجاز اقرب پر حمل کرنا اولی ہے بلکہ واجب ہے بالاجماع ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ وہ موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو صحیح نہ ہو معدوم سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت اس موجود کے جو کامل نہ ہو۔
بعض حنفیہ[1] نے عبادہ کی حدیث مذکور کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں اگرچہ قراءت فاتحہ ضروری ہونا ہر مصلی مقتدی و غیر مقتدی کے لئے ثابت ہوتا ہے لیکن قراءت فاتحہ سے مراد عام ہے اس سے کہ حقیقۃً ہو جیسا کہ امام اور منفرد کے حق میں۔ یا حکماً ہو جیسا کہ مقتدی کے حق میں اور اس کے ثبوت میں حدیث من کان له امام فقراءة الامام له قراءة کو پیش کیا ہے۔ لیکن اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ حدیث مذکور میں قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی اور حکمی دونوں مراد لینا کھلا تعصب اور صریح تحکم ہے اولاً اس وجہ سے کہ حدیث مذکور میں قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی اور حکمی دونوں مراد لینا حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا ہے اور جمع بین الحقیقۃ والمجاز عند الحنفیہ باطل ہے نور الانوار[2] میں ہے ویستحیل اجتماعهما مرادین بلفظ واحد ای یستحیل اجتماع المعنی الحقیقی والمعنی المجازی حال کونهما مرادین بلفظ واحد بان یکون کل منهما متعلق الحکم انتهی۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ قراءت حکمی بھی شرعاً حقیقت ہے تو اس صورت میں عموم مشترک کا قائل ہونا لازم آئے گا اور عموم مشترک عند الحنفیہ ناجائز ہے نور الانوار[3] ولا عموم له ای للمشترک عندنا فلا یجوز ارادة معنییه معاً انتهی ثانیاً اس وجہ سے کہ انھیں عبادۃ کی دوسری روایت بایں لفظ وارد ہوئی ہے لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم هذا یا رسول الله قال لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بها اس روایت میں مقتدیوں کو فاتحہ کی قراءت حقیقی کا حکم علی سبیل الوجوب کیا گیا ہے پس اس روایت سے عبادہ کی حدیث مذکور میں قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی اور حکمی دونوں مراد لینے کا بطلان اور فساد صاف ظاہر ہے۔ ثالثاً عبادہ کی اس دوسری روایت میں جملہ فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بها میں قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی ہی مراد لینا متعین ہے ورنہ اس جملہ کو ماقبل سے کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا بلکہ یہ جملہ ماقبل کا مناقض ہو جائے گا اور جب جملہ فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بها میں قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی ہی مراد لینا متعین ہے تو عبادہ کی حدیث مذکور میں بھی قراءت فاتحہ سے قراءت حقیقی ہی مراد لینا متعین ہوا اور عام مراد لینا باطل۔ کیونکہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے صاف تصریح کی ہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور اسی دوسری روایت سے مختصر ہے کما مر رابعاً حضرت عبادۃ (جنھوں نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے) امام کے پیچھے فاتحہ کو وجوباً پڑھتے اور بغیر فاتحہ کی قراءت حقیقی کے کسی نماز کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کما مر

[1] صاحب خاتمۃ الخطاب اور آثار السنن ۱۲ [2] صفحہ ۹۱ مبحث الحقیقۃ والمجاز [3] مبحث المشترک صفحہ ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس حضرت عبادہؓ کا امام کے پیچھے فاتحہ کو وجوبًا پڑھنا دلیل ظاہر ہے اس امر کی کہ ان کی حدیث مذکور میں قرارت فاتحہ سے قرارت حقیقی ہی مراد ہے خاصا حدیث انسؓ جس میں یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ اور عبادہؓ کی وہ روایت جس کو طبرانی نے بسند حسن بایں لفظ روایت کیا ہے من صلی خلف امام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب اور ان کے سوا اور جو احادیث اس باب میں آگے آتی ہیں وہ کل کی کل قطعی طور پر صاف صاف بتاتی ہیں کہ عبادہ کی حدیث مذکور میں قرأت حقیقی ہی مراد ہے اور قرارت حقیقی اور حکمی دونوں مراد لینا باطل ہے اور حدیث مذکور میں قرارت، فاتحہ سے عام مراد ہونے کے ثبوت میں حدیث من کان لہ امام الخ کو پیش کرنا جہالت کی بات ہے۔ دیکھو دوسرا باب ص۱۳۱ تا ص۱۵۷۔

اگر کوئی کہے کہ مسلم کی ایک روایت میں عبادہ کی حدیث مذکور کے آخر میں لفظ فصاعدًا زیادہ ہے اور جزء القراۃ میں ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لا صلوۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب وما زاد حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ پس لفظ فصاعدًا اور ما زاد اور ما تیسر سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں فاتحہ کے علاوہ کچھ اور بھی قرآن پڑھنا واجب ہے اور یہ حکم عند الجمہور امام اور منفرد کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اسی طرح حکم قرارت فاتحہ کو بھی امام و منفرد ہی کے ساتھ مخصوص کرنا چاہیئے اور مقتدی کو اس حکم سے خارج کرنا چاہیئے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس زیادت (فصاعدًا) کے مقبول ہونے میں بہت کچھ شبہ ہے جس سے زیادت مذکورہ ہرگز قابل قبول نہیں رہ سکتی۔ اس زیادت کے ساتھ معمر منفرد ہیں ان کے سوا کسی اور ثقہ نے اس زیادت کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اس زیادت کی صحت میں کلام کیا ہے اور اس کو غیر مقبول ٹھہرایا ہے۔ تلخیص الحبیر ص میں ہے۔ قال ابن حبان تفرد بہا معمر عن الزہری واعلہا البخاری فی جزء القراۃ انتہی اور جزء القراۃ ص۲ میں ہے عامۃ الثقات لم یتابع معمرا فی قولہ فصاعدا وقولہ فصاعدا غیر معروف ویقال ان عبد الرحمن بن اسحق تابع معمرا وان عبد الرحمن ربما روی عن الزہری ثم ادخل بینہ وبین الزہری غیرہ ولا نعلم ان ہذا من صحیح حدیثہ ام لا انتہی مختصرا۔ اور اسی کتاب ص۱ میں ہے ولیس ہذا ممن یعتمد علی حفظہ اذا خالف من لیس بدونہ وقال اسمٰعیل بن ابراہیم سالت اہل

لہ کما قال صاحب آثار السنن۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المدینۃ عن عبد الرحمن فلم یجمد معانہ لایعرف لہ بالمدینۃ تلمیذ الا ان موسی الزمعی روی عنہ اشیاء فی عدۃ منھا اضطراب انتہی پس جب زیادۃ مذکورہ کے ساتھ معمر منفرد ہیں اور ان کے سوا کوئی اور ثقہ روایت نہیں کرتا اور امام بخاری جیسے ناقد و ماہر فن حدیث کو اس زیادت کی صحت میں کلام ہے تو یہ زیادت ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن میمون واقع ہیں جن کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے قال احمد والنسائی لیس بالقوی اور تقریب میں ہے صدوق یخطئ اور علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں جعفر بن میمون فیہ کلام حتی صرح النسائی انہ لیس بثقۃ انتہی اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے اسنادہ ضعیف واخرجہ ابن عدی من وجہ اخر بلفظ نادی منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تصحیح احادیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علاوہ بریں جعفر نے کبھی اس کو بالواو روایت کیا ہے کما مر اور کبھی بالفاء یعنی بایں لفظ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد (جزء القراءۃ ص۳۲) اور کبھی بایں لفظ روایت کیا ہے لا صلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد (جزء القراءۃ ص۱۲) ان تینوں لفظوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے اور ابو سعیدؓ کی حدیث کو اگرچہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں قتادہ ہیں جو مدلس ہیں اور انھوں نے ابو نضرہ سے معنعنا روایت کیا ہے قال البخاریؒ فی جزء القراءۃ روی ھمام عن قتادۃ عن ابی نضرۃ عن ابی سعیدؓ امرنا نبینا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر ولم یذکر قتادۃ سماعا من ابی نضرۃ فی ھذا انتہی اور خلاصہ میں قتادہ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ احد الائمۃ الاعلام حافظ مدلس اور حلبی نے بھی کتاب التبیین میں قتادہ کو مدلسین سے شمار کیا ہے۔

اور اگر ہم فرض کر لیں کہ زیادت فصاعدا اور یہ دونوں حدیثیں مقبول اور صحیح ہیں تو ان سے فقط قرات مازاد علی الفاتحہ کا حکم امام و منفرد کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ لیکن قرات فاتحہ کا حکم سو وہ امام و منفرد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں ہو سکتا بلکہ مقتدی و غیر مقتدی ہر مصلی کے لئے عام ہی رہے گا۔ اس پر دلیل صریح اور برہان قاطع عبادہ کی وہ صحیح روایت ہے جو آگے آتی ہے جس میں مقتدیوں کو فرمایا گیا ہے لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا اس روایت میں نیز ان روایات میں جو اس باب میں آگے مذکور ہوں گی مقتدیوں کو فاتحہ پڑھنے کا حکم علی سبیل الوجوب کیا گیا ہے۔ پس قرات فاتحہ کا حکم امام و منفرد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عبادہؓ اور ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ جو ان احادیث کے راوی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جنھوں نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے اور اس کا حکم کرتے تھے کما ستقف علیہ اور چونکہ قرأت مازاد علی الفاتحہ سے مقتدیوں کو منع کیا گیا ہے اس لئے قرأت مازاد علی الفاتحہ کا حکم امام و منفرد کے ساتھ مخصوص رہے گا۔

اگر کوئی کہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور میں زیادت مذکورہ کو سفیان نے بھی روایت کیا ہے اور سفیان ثقہ ہیں پس یہ قول کہ "اس زیادت کے ساتھ معمر متفرد ہیں ان کے سوا کسی اور ثقہ نے اس زیادت کو روایت نہیں کیا صحیح نہیں ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ سفیان کی یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں موجود ہے لیکن کسی میں زیادت مذکورہ نہیں ہے اور دارقطنی میں بھی سفیان کی یہ روایت موجود ہے لیکن اس میں بھی یہ زیادت نہیں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی سفیان کی یہ روایت موجود ہے لیکن اس میں بھی یہ زیادت نہیں ہے اور سفیان کی یہ روایت مسند ابی عوانہ میں بھی ہے لیکن اس میں بھی یہ زیادت نہیں ہے اور جزء القراءۃ میں بھی سفیان کی یہ روایت موجود ہے لیکن اس میں بھی یہ زیادت نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے جزء القراءۃ میں معمر کی زیادت مذکورہ کا ذکر سفیان کی روایت کے بعد کیا ہے جس سے بخوبی ظاہر ہے کہ بخاریؒ جیسے شخص کے تتبع میں بھی سفیان کی روایت میں یہ زیادت نہیں ہے۔ اور دارقطنی میں سفیان کی یہ روایت بایں لفظ ام القرآن عوض من غیرھا ولیس غیرھا منھا بعوض بھی وارد ہوئی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان کی روایت میں ہرگز یہ زیادت نہیں ہے۔ پس ان وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوداؤد کو اس روایت میں وہم ہو گیا ہے کہ معمر کی زیادت کو سفیان کی روایت میں درج کر دیا ہے اور محتمل ہے کہ ابوداؤد کے شیخین میں سے کسی کو یا دونوں کو یہ وہم ہو گیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر کوئی کہے کہ بعض[1] علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ معمر کی زیادت مذکورہ سے امام بخاری کا انکار کرنا اور اس کو غیر مقبول ٹھہرانا قابل التفات نہیں ہے کیونکہ یہ انکار ان کا خلاف قاعدہ مقررہ تمام محدثین سلف و خلف کے ہے اس واسطے کہ زیادہ ثقہ کی باتفاق جملہ محدثین قدیم و جدید صحیح و معتبر ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس عالم نے یہ لکھا ہے وہ اصول حدیث سے ناواقف ہے یا اس نے تعصب کی وجہ سے یہ بات لکھی ہے۔ تخریج زیلعی میں ہے۔ قلنا لیس ذلک رای قبول الزیادہ من الثقۃ

[1] مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجمعا علیہ بل فیہ خلاف مشہور فمن الناس من یقبل زیادۃ الثقۃ مطلقا ومنھم من لا یقبلھا والصحیح التفصیل وھو انھا تقبل فی موضع دون موضع ومن حکم ذلک حکما عاما فقط غلط انتھی یعنی زیادۃ ثقہ کے مقبول اور صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع واتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف مشہور ہے پس بعض لوگ زیادۃ ثقہ کو مطلقا قبول کرتے ہیں اور بعض لوگ مطلقاً قبول نہیں کرتے اور صحیح اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ زیادت ثقہ کی بعض مقام میں مقبول ہوتی ہے اور بعض مقام نہیں اور جس نے حکم عام لگایا ہے اس نے غلطی کی ہے۔ اور عموماً ہر مقام میں زیادت ثقہ کی مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ثقہ سے بھی بعض اوقات وہم اور غلطی ہو جاتی ہے اسی واسطے کہا گیا ہے ان الثقۃ قد یغلط۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقام میں زیادت ثقہ کی یقیناً خطا اور غلط ہوتی ہے اور بعض مقام میں اس کے خطا و غلط ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔ ان دونوں قسموں کی زیادت کی بہتیری مثالیں ہیں مگر ہم تم کو انھیں معمر کی ان دونوں قسموں کی زیادت کو مثال میں پیش کرتے ہیں دیکھو انھیں معمر کی ایک یہ زیادت ہے وان کان مائعا فلا تقربوہ اور بعض اور لوگوں نے بھی اس زیادت میں معمر کی موافقت کی ہے مگر یہ زیادت یقیناً خطا ہے اور انھیں معمر نے حدیث ماعز میں لفظ وصلی علیہ زیادہ کیا ہے مگر اس زیادہ کے خطا ہونے کا ظن غالب ہے تخریج زیلعی شہ میں ہے وفی موضع یجزم بخطاء الزیادۃ کزیادۃ معمر ومن وافقہ قولہ وان کان مائعا فلا تقربوہ وان کان معمر ثقۃ فان الثقۃ قد یغلط وفی موضع یغلب علی الظن خطاھا کزیادۃ معمر فی حدیث ماعز الصلوۃ علیہ رواھا البخاری فی صحیحہ وسئل ھل رواھا غیر معمر فقال لا وقد رواہ اصحاب السنن الاربعۃ من معمر وقال فیہ ولم یصل علیہ فقد اختلف علی معمر فی ذلک والراوی عن معمر ھو عبد الرزاق وقد اختلف علیہ ایضا والصواب انہ قال ولم یصل علیہ انتھی مختصرا۔ اور بعض مقام میں زیادہ ثقہ کے مقبول ہونے میں توقف ہوتا ہے۔ تخریج زیلعی میں ہے وفی موضع یتوقف فی الزیادۃ کما فی احادیث کثیرۃ

الحاصل زیادت ثقہ عموماً ہر مقام میں مقبول نہیں ہوتی ہے بلکہ بعض مقام میں یقیناً غلط ہوتی ہے اور بعض مقام میں اس کے غلط ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے اور بعض مقام میں اس میں توقف کیا جاتا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ ثقات کے وہم اور غلطی کو دریافت کرنا اور ان کی زیادت کو بعض مقام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح اور مقبول اور بعض مقام میں غیر صحیح اور نا مقبول ٹھہرانا یا اس میں توقف کرنا امام بخاری ہی جیسے ماہر فن حدیث کا کام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم ثاقب اور حفظ واسع ۔ اور معرفت مراتب رواۃ میں مہارت تامہ اور اسانید اور متون میں ملکہ قویہ عطا کیا ہے ۔ یہی لوگ جس زیادت کو صحیح اور مقبول بتائیں وہی صحیح اور مقبول ہے اور جس کو غیر مقبول ٹھہرائیں وہ غیر مقبول ہے حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں لکھتے ہیں ۔ ثم الوھم ان اطلع علیہ بالقرائن فھذا ھو المعلل وھو من اغمض انواع علوم الحدیث وادقھا ولا یقوم بہ الا من رزقہ اللہ تعالیٰ فھما ثاقبا وحفظا واسعا ومعرفۃ تامۃ بمراتب الرواۃ وملکۃ قویۃ بالاسانید والمتون ولھذا لم یتکلم فیہ الا قلیل من اھل ھذا الشان کعلی بن المدینی واحمد بن حنبل والبخاری ویعقوب بن ابی شیبۃ وابی حاتم وابی زرعۃ والدارقطنی انتھی ۔ پس معلوم ہوا کہ جس عالم حنفی نے یہ لکھا ہے کہ معمر کی زیادت مذکورہ کی صحت میں امام بخاری کا کلام کرنا اور غیر مقبول ٹھہرانا اصول حدیث کے خلاف ہے ۔ وہ اصول حدیث سے ناواقف ہے یا اس نے تعصب کی وجہ سے یہ بات لکھی ہے ۔

بعض علمائے[1] حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبادہ کی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے عموم میں صلوٰۃ مقتدی داخل نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلم نے اس حدیث میں لفظ فصاعدا زیادہ کیا ہے اور یہ روایت مختصر ہے عبادہ کی اس طویل روایت سے جس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے ۔ پس عبادہ کی پوری روایت اس طرح پر ہوئی عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا فصاعدا اب اگر لاصلوٰۃ الخ کے عموم میں صلوٰۃ مقتدی داخل مانی جائے تو حدیث کا اول اس کے آخر کے ساتھ متعارض ہوتا ہے کیونکہ لفظ لاتفعلوا سے مقتدی کے واسطے مازاد علی الفاتحہ کی حرمت نکلتی ہے اور لفظ فصاعدا سے مازاد علی الفاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے ۔ وحاشا وکلا کہ حدیث کا شروع اس کے آخر کو متعارض ہو پس بالضرور جملہ لا صلوٰۃ الخ میں صلوٰۃ مقتدی داخل نہیں ہے اور یہ جملہ دلیل اباحت فاتحہ علی المقتدی ہے نہ دلیل وجوب فاتحہ علی المقتدی ۔ اور مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ کوئی نماز سوائے نماز مقتدی کے دنیا میں ایسی نہیں ہے کہ جس میں فاتحہ اور مازاد نہ ہو یعنی چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے تو بوجہ مزاولت کے منازعت

[1] مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں مرتفع ہے اس لئے وہ مباح ہوئی اور مازاد چونکہ متعین نہیں ہے اور اس کی مزاولت بھی کم ہے بہ نسبت مزاولت فاتحہ کے تو اس میں منازعت زیادہ ہے اس لئے وہ ممنوع رہی پس یہ دلیل اباحت قراءت فاتحہ برائے مقتدی ہے اور اس عموم لاصلوۃ الخ میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہے۔ انتہی کلامہ ملخصاً۔

جواب اس کا یہ ہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور میں زیادت فصاعدا غیر مقبول ہے کما مر بیانہ پس عبادہ کی پوری روایت اس طرح پر نہیں ہوئی جس طرح اس عالم حنفی نے بنایا ہے اور نہ حدیث کا شروع آخر کے ساتھ متعارض ہوا پس رفع تعارض کے خیال سے جملہ لاصلوۃ الخ کے عموم سے صلوۃ مقتدی کو خارج کرنا اور اس جملہ کو اباحت فاتحہ للمقتدی کی دلیل ٹھہرانا بناء فاسد علی الفاسد ہے اور اگر ہم زیادت فصاعدا کو صحیح و مقبول فرض کریں تو اس تقدیر پر عبادہ کی حدیث مذکور کا عبادہ کی روایت طویلہ سے مختصر ہونا غیر مسلم ہے بلکہ اس صورت میں یہ دونوں دو مستقل حدیث کہی جائیں گی۔ اور جو شخص زیادت مذکورہ کو صحیح تسلیم کر کے یہ دعوے کرے کہ عبادہ کی حدیث مذکور کو ان کی طویل روایت سے مختصر ہے اور دونوں کو ایک ہی حدیث ٹھہرائے اس کو اپنے اس دعویٰ پر دلیل لانا چاہیئے ودونہ خرط القتاد۔

اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ جملہ فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بھا کا مطلب بتانا کہ کوئی نماز سوائے نماز مقتدی کے دنیا میں ایسی نہیں ہے کہ جس میں فاتحہ اور مازاد نہ ہو محض غلط ہے۔ آج تک کسی نے یہ مطلب نہیں بیان کیا۔ اس مطلب کو ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور عبادہؓ کی وہ روایتیں جو عنقریب منقول ہوں گی باطل کرتی ہیں اور اگر فرض کیا جائے کہ جملہ فانہ لاصلوۃ الخ کا وہی مطلب ہے جو بیان کیا گیا تو اس تقدیر پر یہ جملہ اباحت فاتحہ للمقتدی کی کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور اس جملہ کو ماقبل سے کچھ تعلق بھی باقی نہیں رہتا کیونکہ مقتدی جب امام کے پیچھے اس طرح فاتحہ پڑھے گا جس طرح وہ مامور ہے یعنی بالسر و فی النفس تو مقتدی کے اس طرح پڑھنے سے منازعت فی القرآن کا وجود ہی نہیں ہو گا۔ پس اس جملہ کو اباحت فاتحہ للمقتدی کی دلیل ٹھہرانا اور یہ تقریر کرنا کہ چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے تو بوجہ مزاولت کے منازعت اس میں مرتفع ہے اس لئے وہ مباح ہوئی۔ کیونکر درست ہو گا۔ علاوہ بریں اس تقدیر پر زیادت فصاعدا محض بیکار ٹھہرتی ہے۔ و نیز لفظ فصاعدا سے مازاد علی الفاتحہ کا وجوب سمجھنا بھی صحیح نہیں۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں وفی الحدیث لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا ای فما زاد علیھا کقولھم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشتریته بدرهم فصاعدا قال سیبویه وقالوا اخذته بدرهم فصاعدا احذفوا الفعل لکثرة استعمالهم ایاه ولانهم امنوا ان یکون علی الباء لانک لو قلت اخذته بصاعد کان قبیحا لانه صفة ولا یکون فی موضع الاسم کانه قال اخذته بدرهم فزاد الثمن صاعدا او فذهب صاعدا ولا یجوز ان تقول وصاعدا لانک لا ترید ان الدرهم مع صاعد ثمن لشئ کقولک بدرهم وزیادة ولکنک اخبرت بادنی الثمن فجعلته اولا ثم قررت شیئا بعد شئ لاثمان شتی انتهی اسی طرح علامہ زبیدی نے بھی تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے۔ لسان العرب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں فصاعدا سے مازاد علی الفاتحہ کا وجوب سمجھنا ہرگز صحیح نہیں ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں واستدل به علی وجوب قدر زائد وتعقب بانه ورد لدفع توهم قصر الحکم علی الفاتحة قال البخاری فی جزء القراءة هو نظیر[1] قوله تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا انتهی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فصاعدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں پس بخواند فوق فاتحہ و زیادہ براں یعنی فاتحہ البتہ می باید خواند ومقتصر بر فاتحہ ہم نیست واگر چیزے زیادہ کند نیز درست است انتہی۔ اور ملا علی قاری مرقاۃ میں فصاعدا کی شرح میں لکھتے ہیں ای فما زاد علی فاتحة الکتاب من الصعود وهو الارتفاع من سفل الی علو قال المظهر ای زائدا وهو منصوب علی الحال ای لا صلوة لمن لم یقرأ بام القرآن فقط او حال کون قراءته زائدا علی ام القرآن انتهی۔

الحاصل عبادۃؓ کی حدیث مذکور کے عموم سے صلوٰۃ مقتدی کے خارج کرنے کے لئے زیادت مذکور کو صحیح مان کر عبادۃؓ کی حدیث مذکور کو ان کی روایت طویلہ سے مختصر بتانا اور جملہ لاصلوٰۃ الخ کا ایک نیا مطلب گڑھنا اور پھر اس کو اباحت فاتحہ للمقتدی کی دلیل قرار دینا (جس کی وجہ سے بجائے اس کے کہ یہ جملہ اباحت فاتحہ للمقتدی کی دلیل ہوئی۔ یہ جملہ اپنے ماقبل سے بالکل بے ربط اور محض بے لگاؤ ہوا جاتا ہے اور زیادت فصاعدا بیکار ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں اور بھی مفاسد لازم آتے ہیں کما لا یخفی علی المتامل) شان اہل علم سے نہایت ہی بعید ہے۔

تنبیہ

بعض علمائے حنفیہ نے امام بخاری کے اس قول (الا ان یکون کقوله لا تقطع الید الا فی ربع

[1] قوله هو نظیر قوله الخ وفی جزء القراءة المطبوع هکذا الا ان یکون کقوله لا تقطع الید الخ ولعل الحافظ نقل حاصل کلام البخاری ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینارا فصاعدا) پر اس طرح اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری کی یہ توجیہ درست نہیں ہے اس واسطے کہ معنی حدیث لاقطع الخ کے یہ ہیں کہ ربع دینار میں قطع ضرور ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو یہ زیادہ قطع کے لئے نہ ضرور ہے نہ مضر پس خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ فاتحہ کا ہونا لاصلوٰۃ کے لئے ضرور ہے اگرچہ صلوٰۃ مقتدی ہو اور ما زاد علی الفاتحہ ضرور نہیں اگرچہ کوئی نماز ہو پس یہ توجیہ حدیث ابوہریرہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد اور حدیث ابوسعید خدری قال امرنا نبینا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر وغیرہ کے مخالف ہے کیونکہ ان روایات سے فرضیت ما زاد کی معلوم ہوتی ہے اور اس توجیہ میں عدم حاجت ما زاد مصرح ہے لہذا یہ توجیہ بخاری صاحب کی محل نظر ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ کی یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور علاوہ ان کے اور بھی ایسی حدیثیں مروی ہیں جن سے ما زاد علی الفاتحہ کی فرضیت معلوم ہوتی ہے۔ وہ کل کی کل ضعیف ہیں[1] لاکن رفاعہ بن رافع

---

[1] اس بارے میں ابوسعیدؓ اور عبادہ بن صامتؓ اور عمران بن حصینؓ اور ابن عمرؓ اور ابومسعود انصاریؓ اور عائشہؓ سے حدیثیں مروی ہیں جو سب کی سب ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔ ابوسعیدؓ کی ایک سند میں ابوسفیان واقع ہیں جو ضعیف و متروک ہیں اور دوسری سند میں عبدالعزیز بن عبیداللہ واقع ہیں جن کی نسبت میزان میں لکھا ہے ضعفہ ابوحاتم وابن معین و ابن المدینی اور خلاصہ میں ہے قال ابوداؤد لیس بشئی اور حدیث عبادہؓ کی سند میں حسن بن یحیی الخشنی واقع ہیں جن کو حافظ ابن حجر نے صدوق کہا ہے لیکن ساتھ اس کے ان کو کثیر الغلط بھی کہا ہے اور ابن معین نے ان کے بارے میں لکھا ہے لیس بشئی اور نسائی نے کہا لیس بثقۃ اور دارقطنی نے ان کو متروک کہا ہے۔ اور اس سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہیں جن کی نسبت حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں اختلط فی اخر عمرہ اور حدیث عمران بن حصین میں ربیع بن بدر واقع ہیں جن کو امام بخاری و نسائی اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ اور حدیث ابن عمر کی سند میں عمر بن یزید واقع ہیں ابن عدی نے ان کی تضعیف کی ہے اور ان کو منکر الحدیث کہا ہے اور حدیث ابن مسعود انصاری میں ابراہیم بن ایوب الفرسانی واقع ہیں جن کو ابوحاتم نے مجہول کہا ہے اور ان احادیث کو زیلعی نے تخریج ص ۱۹۱ و ص ۱۹۲ میں نقل کیا ہے اور ان میں اکثر کا ضعف بھی بیان کیا ہے اور حدیث عائشہؓ میں شبیب بن ابی شیبہ واقع ہیں جن کے بارے میں یحیی بن معین نے لکھا ہے لیس بثقۃ۔ علامہ شیخ سلام اللہ حنفی محلی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ روی ابن ابی شیبۃ عن ابی سعید مرفوعاً لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ بالحمد للہ وسورۃ فی الفریضۃ وغیرھا ولہ عن عمران بن حصین لا یجوز صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وایتین فصاعدا وعن عائشۃ مرفوعا لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وایتین فصاعدا وعن ابی ھریرۃ مرفوعا لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد قال ابن الجوزی لیس تلک الاحادیث بالقوی اما حدیث ابی سعید فیرویہ ابوسفین طریف بن سھل قال احمد ویحیی بن معین لیس بشئی اما حدیث عائشۃ فقال ابن عدی یعرف بشبیب بن شیبۃ زاد فیہ ایتین قال یحیی لیس بثقۃ وحدیث ابی ھریرۃ یرویہ جعفر بن میمون البصری قال یحیی لیس بثقۃ قال والصحیح من حدیث عبادۃ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب انتہی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ایک حدیث جو مسئی صلوٰۃ کے بارے میں بلفظ ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ وارد ہوئی ہے
مگر اس حدیث میں خطاب عام نہیں ہے بلکہ اس میں خطاب مسئی صلوٰۃ کو ہے جو منفرد تھے علاوہ بریں
ان روایات سے مازاد علی الفاتحہ کی فرضیت سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ روایات ذیل ان روایات
کی معارض ہیں (۱) دارقطنی ص۱۲۲ میں ہے عن عبادۃ بن الصامت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ام القرآن عوض من غیرھا ولیس غیرھا منھا بعوض یعنی سورۂ فاتحہ اپنے غیر کا عوض
ہے اور اس کا غیر اس کا عوض نہیں ہے "تلخیص الحبیر" میں ہے وروی الحاکم من طریق اشھب
عن ابن عیینۃ عن الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ مرفوعاً ام القرآن عوض
من غیرھا ولیس غیرھا عوضا منھا ولہ شواھد فساقھا یعنی حدیث ام القرآن عوض من
غیرھا الخ کو حاکم نے اشھب عن الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادہ کے طریق سے روایت
کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ اس حدیث کے لئے شواہد ہیں پھر ان شواہد کو حاکم نے بیان کیا ہے
(۲) صحیح بخاری میں ہے عن ابی ھریرۃ رض یقول فی کل صلوۃ یقرأ فما اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اسمعناکم وما اخفی عنا اخفینا عنکم وان لم تزد علی ام القرآن اجزأت
وان زدت فھو خیر۔ یعنی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے
پس جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنایا ہم نے تم کو سنایا اور جو کچھ ہم نے مخفی رکھا
ہم نے تم سے مخفی رکھا اور اگر تو سورۂ فاتحہ پر کچھ زیادہ نہ کرے تو وہ کافی ہوگی اور اگر زیادہ کرے
تو وہ بہتر ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری ص۲۱۲ جلد ۱ میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں و
اخرجہ ابوعوانۃ من طریق یحیی بن ابی الحجاج عن ابن جریج کروایۃ الجماعۃ لکن زاد
فی آخرہ وسمعتہ یقول لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وظاھر سیاقہ ان ضمیر سمعتہ للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم فیکون مرفوعاً بخلاف روایۃ الجماعۃ نعم قولہ ما اسمعنا وما اخفی عنا
یشعر بان جمیع ما ذکرہ متلقی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیکون للجمیع حکم الرفع انتھی (۳)
عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فصلی رکعتین لم یقرأ فیھما الا بفاتحۃ الکتاب رواہ
ابن خزیمۃ ذکرہ الحافظ فی الفتح ص۲۱۵ جلد ۱ یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کھڑے ہوئے پس پڑھی آپ نے دو رکعت جن میں بجز سورۂ فاتحہ کے کچھ اور قرأت نہیں کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایتیں معارض ہیں ان روایتوں کی جن سے بظاہر ما زاد علی الفاتحہ کی فرضیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ روایتیں نص صریح ہیں اس امر پر کہ نماز میں ما زاد علی الفاتحہ فرض نہیں ہے اور صحیح مسلم کی خداج والی روایت اور عبادہؓ کی متفق علیہ حدیث بھی عدم فرضیت ما زاد پر برہان قاطع ہیں۔ بناءً علیہ ابو ہریرہ اور ابو سعیدؓ وغیرہما کی وما زاد وما تیسر وغیرہ والی روایتوں سے ما زاد کی فرضیت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علما کے نزدیک نماز میں ما زاد علی الفاتحہ فرض نہیں ہے بلکہ مسنون ہے محلی شرح موطا میں ہے قال الجمهور ان ضم السورة بعد الفاتحة سنة وبه قال الشافعی ومالك واحمد انتهى یعنی جمہور نے کہا کہ بعد فاتحہ کے سورہ کا ملانا سنت ہے اور اسی کے قائل ہیں شافعی اور مالک اور احمد۔ پس جب ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہما کی روایتوں سے ما زاد کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی اور ان روایتوں سے ما زاد کی فرضیت سمجھنا ہرگز صحیح نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ امام بخاری کی توجیہ مذکور ان روایتوں کی مخالف نہیں ہے۔ پس امام بخاری کی توجیہ مذکور کو محل نظر ٹھہرانا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

اور ہاں یہ بھی واضح رہے کہ امام بخاری نے فصاعدا کے جو معنی بیان کئے اور اس کی جو توجیہ لکھی ہے وہی لغت سے بھی ثابت ہے کما مر اور فصاعدا کا استعمال عموماً اسی معنی میں آتا ہے اور اس لفظ سے وہی معنی متبادر الی الذہن ہوتے ہیں۔ علمائے متقدمین و متاخرین اس لفظ کو اپنی تالیفات میں اسی معنی کے لئے استعمال کرتے آئے ہیں۔ امام محمدؒ اپنے موطا میں لکھتے ہیں واما العوراء فان کان یبقی من البصر الاکثر من نصف البصر اجزأت وان ذهب النصف فصاعدا لم تجزی اور باب صدقۃ الزیتون کے تحت میں لکھتے ہیں قال محمد وبهذا ناخذ اذا اخرج منه خمسة اوسق فصاعدا اور باب زکوٰۃ المال کے تحت میں لکھتے ہیں وتلك مائتا درهم او عشرون مثقالا ذهبا فصاعدا اور باب زکوۃ الرقیق والخیل کے تحت میں لکھتے ہیں واما العسل ففیه العشر اذا اصیب منه الشیٔ الکثیر خمسة افراق فصاعدا۔ اور صاحب ہدایہ کتاب الضحایا میں لکھتے ہیں ویجزی من ذلك كله الثنی فصاعدا ان عبارتوں میں لفظ فصاعدا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جو امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح اس لفظ کو جہاں دیکھو گے عموماً اسی معنی میں مستعمل پاؤ گے۔ پس امام بخاری نے جو توجیہ لکھی ہے اسی پر ظاہر الفظ بھی دلالت کرتا ہے اور اسی میں عموماً مستعمل بھی ہے اور ساتھ اس کے روایات مذکورہ بالا اور مذاہب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہور علما بھی اسی توجیہ کی مؤید و معین ہیں اور علمائے حنفیہ نے بھی وہ توجیہ لکھی ہے کما مر پھر با ایں ہمہ اس توجیہ کو محل نظر ٹھہرانا اگر ناانصافی اور تعصب نہیں ہے تو کیا ہے۔

سلہ اعلم ان بعض العلماء اورد علی قول الامام البخاری المذکور من وجہ اخر حیث قال وقولہ الا ان یکون کقولہ لاتقطع الید الخ لایخلو عن شئی فان بین حدیث لاتقطع الید الا فی ربع دینار فصاعدا وبین حدیث لاصلوۃ لمن لم یقرأ بام القران فصاعدا اختلافا فاحشا بحسب المعنی وذلک لان قطع الید فی ربع دینار مستلزم لقطعہ فی ما زاد علیہ فان ربع دینار ادنی ما تقطع الید بسرقتہ فاذا قطعت فی الادنی قطعت فی الاعلی بالطریق الاولی وفیما نحن فیہ لایتمشی ھذا الکلام فان کون قراۃ الفاتحۃ امرا ضروریا فی الصلوۃ و عدم اجزاء الصلوۃ الا بقراءتہا لایستلزم کون ما زاد علیہ ضروریا وان لاتجزی الصلوۃ الا بما زاد فان لزوم الادنی لایستلزم لزوم الاعلی انتہی اقول لیس بین الحدیثین اختلاف بحسب المعنی بل ھما متماثلان لانہ کما ان قطع الید فی ربع دینار مستلزم لقطعہ فی ما زاد کذلک صحۃ الصلوۃ واجزائہا بالفاتحۃ وحدھا مستلزم لصحتہا بالفاتحۃ ما زاد علیہا وکما ان ربع دینار ادنی ما تقطع بہ الید کذلک قراءۃ الفاتحۃ ادنی ما تجزئ بہ الصلوۃ الا ان المقتدی خارج من ھذا الحکم فانہ لم یشرع لہ قراءۃ ما زاد علی الفاتحۃ اذا جھر الامام بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتفعلوا الا بام القران الحدیث واما قولہ وفیما نحن لایتمشی ھذا الکلام فان کون قراءۃ الفاتحۃ ضروریا الخ فعجیب جدا لان مثل ھذا الکلام لایتمشی فی حدیث قطع الید ایضا فان کون ربع دینار امرا ضروریا وعدم جواز القطع الا بہ لایستلزم کون ما زاد علی ربع دینار ضروریا وان لاتجوز القطع الا بما زاد فتفکر ثم قال وقد یقال ان المقصود من التشبیہ ھو ان زیادۃ لفظ فصاعدا کما لایحتاج الیہا فی حدیث القطع کذلک لایحتاج الیہا فی حدیث القراءۃ وفیہ ایضا شئی فان زیادتہ وان لم یکن محتاجا الیہا فی القطع بناء علی انہ لما ثبت القطع فی ربع دینار ثبت فی ما فوقہ بالطریق الاولی فذکرہ وعدم ذکرہ فی ذلک الحدیث سواء لاینفع ذکرہ ولایقدح عدم ذکرہ لکن حدیث القراءۃ یتباین مقصودہ عند ذکر ھذہ الزیادۃ وعند عدم ذکرہ فان عند ذکرہ یستفاد منہ انہ لابد فی اجزاء الصلوۃ من الزیادۃ علی الفاتحۃ ایضا وان صحۃ الصلوۃ موقوفۃ علی ما زاد ایضا کما انہا موقوفۃ علی قراءۃ الفاتحۃ وعند عدم ذکرہ یستفاد منہ ان القدر الضروری ھو قراءۃ الفاتحۃ فحسب وبین ھذین المفادین بون بعید وبالجملۃ کلام البخاری ھہنا مختل ولعل لہ وجہا لست احصلہ انتہی کلامہ **اقول** فی قولہ فان عند ذکرہ یستفاد منہ انہ لابد فی اجزاء الصلوۃ من الزیادۃ علی الفاتحۃ وان صحۃ الصلوۃ موقوفۃ علی ما زاد ایضا الخ نظر ظاھر فان لفظ فصاعدا فی حدیث لاصلوۃ الخ لم یوھم قصر الحکم علی الفاتحۃ کما ھو لہ فی حدیث قطع الید فعند ذکرہ لایستفاد منہ انہ لابد فی الاجزاء الصلوۃ من الزیادۃ علی الفاتحۃ وان صحۃ موقوفۃ علی ما زاد ایضا فابانۃ الفرق بین الحدیثین بان ذکر ھذا اللفظ وعدم ذکرہ فی حدیث القطع سواء وفی حدیث القراءۃ تباین مقصودہ عند ذکرہ وعند عدم ذکرہ تحکم جدا فتدبر ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری حدیث

عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوة لم یقرأ فیھا بالقران فھی خداج ثلاثا غیر تمام فقیل لابی ھریرة انا نکون وراء الامام فقال اقرأ بھا فی نفسك الحدیث رواہ مسلم[149]

یعنی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی ایسی نماز پڑھے کہ اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے پوری نہیں ہے۔ پس ابوہریرہؓ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں ابوہریرہؓ نے کہا پڑھ لے سورۂ فاتحہ آہستہ۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز خداج ہوگی پوری نہ ہوگی۔ اور خداج کہتے ہیں نقصان ذاتی کو (یعنی اس نقصان کو جو شے کے کسی رکن و جزء کے فوات سے ہوتا ہے) نہ نقصان وصفی کو (جو شے کے کسی وصف کے فوات سے ہوتا ہے) اور ظاہر ہے کہ جب نماز خداج و ناتمام ہوگی تو ضرور وہ باطل و غیر صحیح ہوگی۔ اور یہ حدیث ہر مصلی کے لئے عام ہے کیونکہ اس میں لفظ مَن الفاظ عموم سے ہے۔ پس حاصل اس حدیث کا یہ ہے جو شخص (مقتدی ہو یا غیر مقتدی) نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ قال الحافظ ابن عبد البر فی الاستذکار فی حدیث ابی ھریرة ھذا من الفقہ ایجاب القراءة بالفاتحة فی کل صلوة وان الصلوة اذا لم یقرأ فیھا بفاتحة الکتاب فھی خداج والخداج النقصان والفساد من ذلك قولھم اخدجت الناقة اذا ولدت قبل تمام وقتھا وقبل تمام الخلقة وذلك نتاج فاسد وقال الاخفش خدجت الناقة اذا القت ولدھا لغیر تمام واخدجت اذا قذفت بہ قبل وقت الولادة وان کان تام الخلق وقد زعم من لم یوجب قرأة الفاتحة فی الصلوة ان قولہ خداج یدل علی جواز الصلوة لانہ النقصان والصلوة الناقصة جائزة وھذا تحکم فاسد والنظر یوجب فی النقصان ان لا تجوز معہ الصلوة لانھا صلوة لم تتم ومن خرج من صلوتہ قبل ان یتمھا فعلیہ اعادتھا تامة کما امر ومن ادعی انھا تجوز مع اقرارہ بنقصھا فعلیہ الدلیل ولا سبیل لہ الیہ من وجہ یلزم انتھی کذا فی امام الکلام[150] حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز میں قراءت فاتحہ واجب ہے اور جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گی تو وہ خداج ہوگی۔ اور خداج کے معنی نقصان و فساد کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اونٹنی اپنے بچے کو قبل اس کے کہ ولادت کے دن پورے ہوں اور قبل اس کے کہ اس کی خلقت پوری ہو گرا دے تو عرب لوگ کہتے ہیں اخدجت الناقۃ اور یہ نتاج فاسد ہوتا ہے۔ اور اخفش نے کہا کہ خدجت الناقۃ عرب اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس کے بغیر پورے ہوئے گرا دے اور اخدجت اس وقت کہتے ہیں جب قبل وقت ولادت کے بچے کو گرا دے اگرچہ اس کی خلقت پوری ہو چکی ہو۔ اور جو لوگ قراءۃ فاتحہ کو نماز میں واجب نہیں کہتے ان کا زعم و خیال یہ ہے کہ لفظ خداج جواز نماز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خداج کے معنی نقصان کے ہیں اور نماز ناقص جائز ہوتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کا یہ زعم تحکم فاسد ہے اور نظر اس بات کو واجب اور ضروری بتاتی ہے کہ نماز ناقص جائز نہیں کیونکہ نماز ناقص ایک ایسی نماز ہے جو پوری نہیں ہے اور جو شخص اپنی نماز کے پوری کرنے سے پہلے ہی باہر ہو جائے تو اس کو پھر پوری طور پر جیسا کہ اس کو حکم ہے نماز دوہرانا ضروری ہے۔ اور جس کو اس بات کا دعویٰ ہو کہ نماز ناقص جائز ہوتی ہے اس کو دلیل لانا چاہیئے۔ اور اس کے دلیل لانے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور امام خطابی نے معالم السنن میں فھی خداج کی شرح میں لکھا ہے یعنی ناقصۃ نقص فساد و بطلان تقول العرب اخدجت الناقۃ اذا القت ولدھا وھو دم لم یستبن خلقہ فھی مخدج والخداج اسم مبنی منہ انتھی حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ فاسد اور باطل ہے عرب لوگ اخدجت الناقۃ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس حالت میں گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت نہ ظاہر ہوئی ہو اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔

اور علامہ علقمی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں استدل الجمھور بھذا الحدیث وغیرہ علی وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی الصلوٰۃ وانھا متعینۃ لا یجزی غیرھا ولا یقوم مقامھا ترجمتھا بغیر العربیۃ ولا قراءۃ غیرھا فی القرآن ویستوی فی تعینھا جمیع الصلوات فرضھا ونفلھا جھرھا وسرھا والرجل والمرأۃ والمسافر والصبی والقائم والقاعد والمضطجع وفی حال شدۃ الخوف وغیرھا وسواء فی تعینھا الامام والماموم وھذا مذھب مالک والشافعی وجمھور العلماء من الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم انتھی۔ یعنی اس حدیث سے اور اس کے سوا اور حدیثوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہور نے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور وہی متعین ہے نہ اس کا غیر کافی ہو سکتا ہے اور نہ اس کا ترجمہ کسی غیر زبان عربی میں اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے اور سورۂ فاتحہ کے متعین ہونے میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل ۔ جہری ہوں یا سری ۔ اور نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت یا مسافر یا لڑکا اور کھڑا ہو یا بیٹھا یا لیٹا ۔ اور حالت شدت خوف میں ہو یا غیر حالت خوف میں ۔ اور اس سورہ کے متعین ہونے میں امام اور مقتدی دونوں برابر ہیں ۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علمائے صحابہ و تابعین اور بعد کے لوگوں کا ۔

اور علامہ زرقانی شرح موطا صفحہ ۱۵۹ جلد ۱ میں لکھتے ہیں فھو حجۃ قویۃ علی وجوب قراءتھا فی کل صلوۃ انتھی یعنی ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث دلیل قوی ہے اس بات پر کہ ہر نماز میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور علامہ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں فھی خداج ای ذات خداج بکسر الخاء مصدر خدجت الناقۃ اذا القت ولدھا ناقصا فلا تصح فاستعیر للناقص ای فصلاتہ ذات نقصان او خدیجۃ ای ناقصۃ نقص فساد و بطلان انتھی ۔

اور علامہ عزیزی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں فھی ذات خداج بکسر المعجمۃ ای فصلوتہ ذات نقصان نقص فسادٍ و بطلانٍ فلا تصح الصلوۃ بدونھا ولو لمقتدٍ عند الشافعی وجمھور العلماء انتھی یعنی خداج سے مراد نقص فساد و بطلان ہے پس بدون سورۂ فاتحہ کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اگرچہ نماز مقتدی کی ہو ۔ اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور جمہور علما کا ۔

الحاصل ابوہریرہ کی حدیث مذکور دلیل بیّن ہے اس امر پر کہ ہر مصلی کو مقتدی ہو یا غیر مقتدی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا نہایت ضروری ہے اور بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کسی مصلی کی نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ فاسد و باطل ہوتی ہے اور ان عبارات منقولہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ خداج نقصان ذاتی کو کہتے ہیں

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ[1] نے لکھا ہے کہ خداج نقصان ذاتی کو بھی کہتے ہیں اور نقصان وصفی کو بھی اور ابوہریرہؓ کی حدیث مذکور میں نقصان وصفی ہی مراد ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ خداج نقصان ذاتی ہی کو کہتے ہیں نہ نقصان وصفی کو خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے تقول العرب اخدجت الناقۃ اذا القت ولدھا وھو دم لم یستبن خلقہ فھی مخدج والخداج اسم مبنی منہ انتھی اور امام بخاری نے جزء القراءۃ میں لکھا ہے قال ابو عبید اخدجت الناقۃ اذا سقطت والسقط

[1] مولوی رشید احمد صاحب مؤلف ہدایۃ المعتدی وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میت لا ینتفع بہ انتھی اور مصباح المنیر میں ہے قال ابو زید خدجت الناقة وکل ذات خف وظلف وحافر اذا القت ولدھا لغیر تمام الحمل وزاد ابن القوطیة وان تم خلقه واخدجته بالالف القته ناقص الخلق انتھی۔

اور علامہ جار اللہ زمخشری اساس البلاغہ ص۲۳۱ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ ناقة خادج القت ولدھا قبل الوقت وان تم خلقه ومخدج جاءت به ناقص الخلق وان کان لوقته انتھی۔

اور علامہ مرتضی زبیدی حنفی تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں (الخداج) بالکسر (القاء الناقة ولدھا قبل) اوانه لغیر (تمام الایام) وان کان تام الخلق یقال خدجت الناقة وکل ذات ظلف وحافر تخدج خداجا (والفعل) خدجت (کنصر وضرب) وخدّجت تخدیجا قال الحسین بن مطیر ؎

لما لقحن لماء الفحل اعجلھا وقت النکاح فلم یتمم تخدیج

وفیه (و) اخدجت الصیفة (نقص عبارة ابن الاعرابي الشتوة (قل مطرھا و) ھو مجاز ماخوذ من اخدجت (الناقة) اذا (جاءت بولد ناقص) الخلق (وان کانت ایامه) ای ایام حملھا ایاہ (تامة فھی مخدج) ومخدجة علی وزن اسم الفاعل (والولد (خدج وخدج و (مخدج) ومخدوج وخدیج وقیل اذا القت الناقة ولدھا تام الخلق قبل وقت النتاج قیل اخدجت وھی مخدج فان (منه ناقصا قبل الوقت قیل خدجت وھی خادج وان کان عادة لھا فھی مخداج فیھما وزاد فی الاساس وذات خداج وقوم یجعلون الخداج ما کان دما وبعضھم جعله ماکان املط ولم ینبت علیه شعر وحکی ثابت ذلک فی الانسان وقال الرخیرة خدجت المرأة ولدھا واخدجته بمعنی واحد قال الازھری وذلک اذا القته وقد استبان خلقه قال ویقال اذا القته وما خدجت وھو خداج واذا القته قبل ان ینبت شعرہ قیل قد غضنت وھو الغضان والخداج الاسم من ذلک قال وناقة ذات خداج تخدج کثیرا انتھی۔

اور علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں خدجت الناقة وکل ذات ظلف و حافر تخدج خداجا وھی خدوج وخادج وخداجت وخدّجت کلاھما القت ولدھا قبل اوانه لغیر تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الایام وان کان تام الخلق وقال فیہ الاصمعی الخداج النقصان واصل ذلک من خداج الناقۃ اذا ولدت ولدا ناقص الخلق او لغیر تمام انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ خداج نقصان ذاتی ہی کو کہتے ہیں۔ اور یہ واضح رہے کہ قاموس وغیرہ کی عبارات (القاءالناقۃ ولدھا قبل تمام الایام وان کان تام الخلق ونحوھا) سے مراد ناقہ کا اپنے ناقص الخلق و نا تمام بچے کو قبل از وقت گرا دینا ہے یا اس بچے کو قبل از وقت گرا دینا ہے جس کی خلقت تو پوری ہو چکی ہے مگر وہ بے جان اور بالکل بے مصرف و بے کار ہے جیساکہ اس پر لفظ اِلقاء دلالت کرتا ہے اور ابو عبید وغیرہ کی عبارات مذکورہ بھی اس پر دال ہیں۔ پس ان عبارتوں سے نقصان وصفی سمجھنا صحیح نہیں ہے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ لغت عرب میں خداج کا اطلاق نقصان وصفی پر بھی آتا ہے تو بھی حدیث مذکور میں خداج سے نقصان ذاتی مراد لینا متعین ہے۔ نقصان وصفی مراد لینا ہرگز صحیح و درست نہیں ہے کیونکہ حدیث مذکور میں خداج کا اطلاق نماز پر ہوا ہے اور خداج کا اطلاق جب نماز پر ہوتا ہے تو اس سے نقصان ذاتی مراد ہوتا ہے جو بعض ارکان نماز کے فوات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ علامہ جار اللہ زمخشری اساس البلاغہ میں لکھتے ہیں ومن المجاز خدج الرجل فھو خادج اذا نقص عضو منہ واخدجہ اللہ فھو مخدج وکان ذوالثدیۃ مخدج الید واخدج صلوتہ نقص بعض ارکانھا وصلوتی مخدجۃ وخادجۃ وخداج وصفا بالمصدر انتہی اور اقرب الموارد میں ہے اخدج صلوتہ نقص بعض ارکانھا انتہی۔ اساس البلاغہ اور اقرب الموارد کی یہ دونوں عبارتیں نص قاطع ہیں اس امر پر کہ حدیث مذکور میں خداج سے نقصان ذاتی مراد ہے۔ پس بعض حنفیہ کا یہ قول کہ "حدیث مذکور میں خداج سے نقصان وصفی مراد ہے کیونکہ لغت میں خداج کا اطلاق نقصان وصفی پر بھی آتا ہے" محض لغو و ناقابل التفات ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بعض[1] علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ خداج کا اطلاق جب نماز پر آتا ہے تو اس صورت میں بھی نقصان وصفی مراد لینا صحیح ہوتا ہے جیساکہ فضل بن عباس کی حدیث میں خداج کا اطلاق اس نماز پر آیا ہے جس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگی گئی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے سے نماز فاسد اور باطل نہیں ہوتی ہے۔

[1] طحاوی نے مشکل الآثار میں اس کو لکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث مذکور میں فقط دعا نہ مانگنے پر خداج کا لفظ نہیں وارد ہوا ہے بلکہ مجموعہ امور مذکورہ فی الحدیث کے ترک پر یعنی نماز کا دو دو رکعت ہونا اور ہر رکعتین میں تشہد اور تخشع اور تضرع اور تمسکن اور فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ ان جملہ امور کے ترک پر خداج کا لفظ وارد ہوا ہے[1] اور اس مجموعہ کے ترک سے نماز کے فاسد اور باطل ہونے میں کیا شبہ ہے فضل بن عباس کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع بیدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا وفی روایۃ فھو خداج رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ فی باب صفۃ الصلوۃ۔ ملا علی قاری مرقات میں ومن لم یفعل ذلک کے تحت میں لکھتے ہیں ای ما ذکر من الاشیاء فی الصلوۃ۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فضل بن عباس کی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا مدار عبداللہ بن نافع بن العمیا پر ہے اور ان کی نسبت حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں مجھول۔ اور خلاصہ میں ہے قال البخاری لم یصح حدیثہ اور ساتھ اس کے لیث بن سعد نے اس حدیث کو عبد ربہ سے بلفظ[2] فھو کذا وکذا روایت کیا ہے اور شعبہ نے عبد ربہ سے بلفظ[3] فھی خداج روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری فرماتے ہیں وحدیث[3] اللیث اصح من حدیث شعبۃ یعنی لیث کی حدیث شعبہ کی حدیث سے اصح ہے۔ پس جب لیث کی روایت شعبہ کی روایت سے اصح وارجح ہے اور اس میں لفظ فھی خداج نہیں ہے تو پہلے اس حدیث میں لفظ فھی خداج کو بسند صحیح لفظ نبوی ہونا ثابت کرنا چاہیے پھر اس کے بعد اس حدیث کو اثبات مدعا میں پیش کرنا چاہیے۔

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ[4] نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کی خداج والی روایت میں قرأت فاتحہ سے مراد عام حقیقۃً ہو یا حکماً۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث مذکور میں قرأت فاتحہ سے عام مراد لینا باطل و مردود ہے۔ اس کے بطلان و مردود ہونے کے لئے اس حدیث کا یہ لفظ (فقیل لابی ھریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرأ بھا فی نفسک) کافی ہے اور اس کے بطلان کی اور وجوہ دیکھنا چاہو تو عبادہؓ کی

[1] دیکھو جامع ترمذی باب ما جاء فی التخشع فی الصلوۃ ۱۲ [2] دیکھو دارقطنی طبع دہلی صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ ۱۲ [3] دیکھو جامع ترمذی باب ما جاء فی التخشع فی الصلوۃ ۱۲ [4] صاحب خاتمۃ الخطاب ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث مذکور کے بیان میں دیکھو۔

تنبیہ

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث مذکور میں اقرأبھا فی نفسک مراد دل میں سورۂ فاتحہ کا تدبر کرنا اور سوچنا ہے نہ زبان سے آہستہ پڑھنا۔ میں کہتا ہوں کہ جس نے یہ لکھا ہے سخت غلطی کی ہے۔ اگر اس نے قرأت کے معنی دل میں تدبر کرنا سمجھا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ اور اگر اس کو فی نفسک سے شبہ ہوا ہے تو اس کو فی النفس کے استعمال سے بے خبری ہے۔ فی النفس کا استعمال سراً زبان سے آہستہ پڑھنا کے معنی میں شائع ہے۔ یہ استعمال قرآن مجید میں بھی موجود ہے قال اللہ تعالیٰ اذکر ربک فی نفسک تفسیر جلالین میں ہے ای سراً اور ہدایہ میں ہے الا ان یقرأ الخطیب قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ الآیۃ فیصلی السامع فی نفسہ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے قولہ فیصلی السامع فی نفسہ ای یصلی بلسانہ خفیا۔ اور شرح وقایہ میں بجائے فی نفسہ کے سراً ہی واقع ہوا ہے عبارت اس کی اس طرح پر ہے الا اذا قرأ قولہ تعالیٰ صلوا علیہ فیصلی سراً انتھی اور علامہ عینی نے شرح کنز میں فی نفسہ کے بعد بطور تفسیر کے سراً زیادہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں لکن اذا قرأ الخطیب یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یصلی السامع ویسلم فی نفسہ سراً انتما لا الامر انتھی۔ المختصر اقرأبھا فی نفسک سے مراد زبان سے آہستہ پڑھنا ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں اقرأ بھا ای بام القرآن فی نفسک سراً غیر جھر انتھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں اقرأ بھا فی نفسک بخوانی فاتحہ را پس امام نیز اما آہستہ چنانچہ بشنوائی خود را انتھی۔ اور نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں قول ابی ہریرہؓ اقرأ بھا فی نفسک معناہ اقرأھا سراً بحیث تسمع نفسک واما ما حملہ علیہ بعض المالکیۃ وغیرھم ان المراد تدبر ذلک وتذکرہ فلا یقبل انتھی اور دوسرے باب ص۴۲ میں اس کا بیان زیادہ بسط سے لکھا گیا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ صحیح بخاری ص۱۰۸ میں ہے عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد یعنی ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور آپ رکوع میں تھے پس ابوبکرہ نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کیا پھر یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور پھر ایسا نہ کرنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت فاتحہ مقتدی پر واجب اور ضروری نہیں ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ کو اس رکعت کے اعادہ کا ضرور حکم فرماتے جس کے رکوع میں شریک جماعت ہوئے تھے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت فاتحہ واجب اور ضروری نہیں ہے یہ تو جب معلوم ہوتا کہ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہوتا کہ ابوبکرہؓ جس رکعت کے رکوع میں شریک جماعت ہوئے تھے بے فاتحہ پڑھے شریک ہوئے تھے اور پھر اس رکعت کا اعادہ نہیں کیا اور یہ امر نہ حدیث میں مذکور ہے اور نہ حدیث سے کسی طرح نکلتا ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی مسلم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اس رکعت کے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا۔ طبرانی کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ مذکور ہے صل ما ادرکت واقض ما سبقک دیکھو فتح الباری ص۲۲۴

اگر کوئی کہے کہ ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہر مصلی کے لئے عام نہیں ہے بلکہ خاص امام و منفرد کے واسطے ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واذا قرأ فانصتوا یعنی جب امام قرأت کرے تو تم لوگ چپ رہو۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں لفظ من عام ہے جو منفرد و امام و مقتدی سب کو شامل ہے اور ابوہریرہؓ نے (جو اس حدیث کے راوی ہیں جنھوں نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے) بھی اس حدیث کو مقتدی و منفرد و امام ہر ایک مصلی کے واسطے عام ہی سمجھا ہے چنانچہ جب ابوالسائب فارسی نے آپ سے پوچھا کہ ہم لوگ جب امام کے پیچھے ہوں تو سورہ فاتحہ کس طرح پڑھیں۔ آپ نے کہا کہ آہستہ پڑھ قال البیہقی فی المعرفۃ وابوھریرۃ حمل الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو اولی بتفسیرہ لانہ قد سمعہ منہ وقد یکون شھد من تفسیرہ مالم یشھد غیرہ ممن لم یسمعہ انتھی اور عبادہؓ وغیرہ کی جو حدیثیں آگے آتی ہیں نص قاطع ہیں اس بات پر کہ ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہر مصلی کے لئے عام ہے۔ اس سے مقتدی ہرگز خارج نہیں ہے اور حدیث واذا قرأ فانصتوا سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث امام و منفرد کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتی اور اس کا مفصل بیان دوسرے باب ص۸۱ میں آتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کیا ہر نماز میں قرآن پڑھنا چاہیئے آپ نے فرمایا ہاں پس انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ قرآن پڑھنا نماز میں واجب ہوا (رواہ النسائی والطحاوی) یہ حدیث ہر مصلی کے لئے عام ہے مگر ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میری رائے ہے کہ امام جب لوگوں کی امامت کرے تو ان کو کافی ہوگا۔ ابوالدرداء کی یہ حدیث مرفوع ہر مصلی کے واسطے عام تھی مگر ابوالدرداء نے اس کو منفرد اور امام کے واسطے خاص سمجھا اور مقتدی کو اس سے خارج کیا پس اسی طرح حدیث ابوہریرہ اگرچہ مقتدی وغیرہ ہر مصلی کے واسطے عام ہے مگر مقتدی کو اس سے خارج کرنا چاہیئے۔ طحاوی ص۱۲۷ میں ہے فھذا ابوالدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل الصلوٰۃ قرآن فقال رجل من الانصار وجبت فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلعم من قول الانصاری ثم قال ابوالدرداء بعد من رایہ ما قال وکان ذلک عندہ علی من یصلی وحدہ وعلی الامام لا علی المامومین انتھی۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوالدرداءؓ کی یہ ایک رائے ہے اور وہ بھی ظاہر حدیث کے خلاف اور نیز عبادہؓ وغیرہ کی ان روایات مرفوعہ صحیحہ کی معارض ہے جن میں صراحۃً امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے پس ابوالدرداء کی اس رائے سے ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع جو ہر مصلی کے لئے عام ہے منفرد و امام کے واسطے ہرگز مخصوص نہیں ہو سکتی اور اس سے مقتدی کسی طرح خارج نہیں ہو سکتا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ ابوالدرداءؓ کے قول (امام جب لوگوں کی امامت کرے تو ان کو کافی ہوگا) کا یہ مطلب ہے کہ امام کی مطلق قرأت مقتدیوں کو کافی ہوگی بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ سورۂ فاتحہ کے سوا امام کی باقی قرأت مقتدیوں کو کافی ہوگی اس مطلب کے متعین ہونے پر عبادہؓ وغیرہ کی تمام احادیث مرفوعہ صحیحہ جو اس باب میں مذکور ہیں دلالت کرتی ہیں و نیز ابوالدرداء کا وہ اثر بھی اس مطلب کے متعین ہونے کی صاف تائید کرتا ہے جس کو بیہقی نے معرفۃ السنن میں بایں لفظ روایت کیا ہے لا نترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف الامام جھر اولم یجھر یعنی ابوالدرداء کہتے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا نہیں چھوڑیں گے۔ امام جہر سے قرأت کرے یا آہستہ سے۔ علامہ شیخ سلام اللہ محلی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ واخرج النسائی عن ابی الدرداء انہ سئل صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوٰۃ قراءۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت ھذہ فالتفت وکنت اقرب القوم منہ فقال ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم قال النسائی ھو من کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاء وانما ھو من قول ابی الدرداء لکنہ روی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنہ البیہقی ما لفظہ رضہ قال رویناعن ابی الدرداء انہ قال لا اترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب جھر اولم یجھر ثم قال وفیہ دلالۃ علی ان ما روی عنہ کثیر بن مرۃ قولہ لا اری الامام اذا ام القوم الا وقد کفاھم انما اراد بہ صلوۃ یجھر فیھا اوارادانہ یکفیھم قراءۃ السورۃ والجھر بالفاتحۃ انتھی۔

اگر کوئی کہے کہ جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی جس شخص کے لئے امام ہو پس امام کی قرأت اسی کے لئے قرأت ہے پس اس حدیث سے پہلی اور دوسری حدیث ماسوا مقتدی کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ و نیز آیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری حدیث مقتدی کے واسطے نہیں ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جابرؓ کی حدیث حفاظ کے نزدیک ضعیف و معلول ہے پس اس ضعیف حدیث سے پہلی اور دوسری حدیث منفرد و امام کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں ہوسکتی۔ اور اگر جابرؓ کی یہ حدیث صحیح بھی فرض کی جائے تو بھی اس سے پہلی اور دوسری حدیث مخصوص نہیں ہوسکتی بلکہ یہ خود ماعدا سورۂ فاتحہ میں مخصوص ہوجائے گی۔ اور اس کا مفصل بیان دوسرے باب میں آتا ہے۔ رہی آیت سو اس سے بھی پہلی اور دوسری حدیث منفرد و امام کے ساتھ مخصوص نہیں ہوسکتی کیونکہ عند الحنفیہ یہ آیہ معارض ہے آیہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن کی۔ پس یہ آیہ بوجہ معارضہ کے ساقط عن الاحتجاج ہے کما ستقف علیہ فی الباب الثانی اور نیز بر تقدیر عدم معارضہ کے بھی اس آیت سے پہلی اور دوسری حدیث مخصوص نہیں ہوسکتی اور اس کا تفصیلی بیان دوسرے باب میں آتا ہے۔

تنبیہ

بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کی اس خداج والی روایت میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہے اولاً اس وجہ سے کہ ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے جس کو ابن اکیمہ نے روایت کیا ہے ثابت ہے کہ

لہ ھکذا نقل صاحب المحلی عبارۃ البیہقی لکن عبارۃ البیہقی فی المعرفۃ ھکذا ورویناعن ابی الدرداء انہ قال لا اترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف الامام جھر ولم یجھر لہ قلت ھذا ھو المتعین لانہ یوافق قولہ لا اترک فاتحۃ الکتاب خلف الامام جھراولم یجھر فتفکر ۱۲ ؎ یعنی عبادہؓ کی حدیث مذکورہ ۱۲ ؎ یعنی ابوہریرہؓ کی حدیث مذکورہ ۱۲ ؎ صاحب ہدایۃ المعتدی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب صحابہ نے قرات فاتحہ خلف الامام کو ترک کر دیا۔ اور بیہقی نے اس حدیث میں یہ زیادت روایت کی ہے قال فانتھی الناس معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ یجھر فیھا بامر القرآن جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کو فاتحہ پڑھنے سے بھی منازعت ہوئی۔ پس جب آپ نے فاتحہ کو بھی موجب منازعت قرار دیا تو اس کی بھی ممانعت ثابت ہوگئی۔ پس جو امر کہ موجب منازعت اور صحابہ کا ترک کیا ہوا ہے کیونکر واجب اور رکن ہو سکتا ہے ثانیاً قصہ ابوبکرہ سے صاف ظاہر ہے کہ فاتحہ مقتدی پر ہرگز واجب نہیں۔ کیونکہ اگر واجب ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان کو اعادۂ نماز کا حکم فرماتے ثالثاً بیہقی کی یہ حدیث قال شعیب عن عبد العزیز بن رفیع عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان ساجدا فاسجدوا ولا تعدوا بالسجود اذا لم یکن معہ الرکوع صاف دلیل ہے کہ مدرک رکوع مع الامام مدرک رکعت ہوتا ہے عام ہے کہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ رابعاً ابن عدی نے اپنے کامل میں ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو بروایت عائشہؓ بایں لفظ روایت کیا ہے کل صلوۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وایتین فھی خداج اور ابن عساکر نے بھی بعینہ انھیں الفاظ سے روایت کیا ہے۔ پس زیادت آیتین سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہے کیونکہ مقتدی پر ما زاد علی الفاتحہ حرام ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث مذکور میں صلوۃ مقتدی کے داخل نہ ہونے کی جو وجہیں بیان کی گئی ہیں وہ محض غلط ہیں۔ اب ہر ایک کا جواب سنو۔

پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں جس کو ابن اکیمہ نے روایت کیا ہے ہرگز یہ مذکور نہیں ہے کہ سب صحابہ نے قرات فاتحہ خلف امام کو ترک کر دیا بلکہ اس حدیث سے تو قرات خلف امام کا ثبوت نکلتا ہے جیسا کہ دوسرے باب میں اس کا مفصل بیان آتا ہے اور ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موطا اور ابو داؤد وغیرہما میں موجود ہے لیکن کسی میں زیادت بامر القرآن نہیں ہے۔ پس پہلے اس زیادت کو بسند صحیح ثابت کرنا چاہیئے پھر اس کے بعد اس کو پیش کرنا چاہیئے اور اگر فرض کیا جائے کہ اس حدیث میں زیادت مذکورہ صحیح ہے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد اس طرح نہیں پڑھنا چاہیئے کہ منازعت فی القرآن ہو اور امام کی قرات میں خلل واقع ہو اور مقتدی کے اس طرح پڑھنے کے ممنوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اس حدیث سے ہرگز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فاتحہ بالسر وفی النفس کو بھی موجب منازعت قرار دیا۔ پس یہ کہنا کہ آپ نے سورۂ فاتحہ کو بھی موجب منازعت قرار دیا اور یہ کہنا کہ جو امر کہ موجب منازعت اور صحابہ کا ترک کیا ہوا ہے کیونکر واجب اور رکن ہو سکتا ہے؟ سراسر غلط ہے اور دوسری وجہ کا جواب اوپر مذکور ہو چکا۔ اور **تیسری وجہ کا جواب** یہ ہے کہ اس مسئلہ پر کہ "مدرک رکوع مع الامام مدرک رکعت ہوتا ہے" اجماع نہیں ہے۔ اور نیز جو حدیثیں اس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ مسئلہ مذکورہ کے ثبوت پر دال نہیں ہیں اور جو دال ہیں وہ بوجہ ضعف کے قابل استدلال نہیں۔ پس جب اس مسئلہ کی یہ حالت ہے تو اس کو ابوہریرہؓ کی حدیث مذکور سے صلوۃ مقتدی کے خارج ہونے کی دلیل ٹھہرانا ہرگز صحیح نہیں ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ مسئلہ مذکورہ اجماعی ہے یا اس کے دلائل صحیح و قابل احتجاج ہیں تو بھی یہ مسئلہ ہرگز اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ حدیث ابوہریرہؓ میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہے۔ ہاں اس تقدیر پر مقتدی کی صرف وہ رکعت جس میں وہ حالت رکوع امام میں شریک نماز ہوا ہے حدیث ابوہریرہؓ سے البتہ مستثنیٰ ہوگی قال الامام البخاری فی جزء القرأۃ[1] فان احتج فقال اذا ادرك الركوع جازت فكما اجزأته فى الركعة كذلك يجزيه فى الركعات قيل له انما اجاز زيد بن ثابت وابن عمر والذين لم يروا القراءة خلف الامام فاما من رأى القراءة فقد قال ابوهريرة لا يجزيه حتى يدرك الامام قائما وقال ابوسعيد وعائشة لا يركع احدكم حتى يقرأ بام القرآن وان كان ذلك اجماعا لكان هذا المدرك للركوع مستثنى من الجملة مع انه لا اجماع فيه انتهى۔

چوتھی وجہ کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ابن عدی نے اپنے کامل میں حدیث عائشہ میں لفظ آیتین زیادہ کیا ہے یعنی بایں لفظ روایت کیا ہے کل صلوۃ لا یقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب وآیتین فهی خداج اور ابن عساکر نے بھی بعینہٖ انھیں الفاظ سے روایت کیا ہے چنانچہ کنز العمال ص۹۶ جلد۴ میں ہے۔ کل صلوۃ لا یقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب وآیتین فهی خداج (عد عن عائشۃ) کل صلوۃ یقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب (کر عن عائشۃ) لیکن واضح رہے کہ ابن عدی اور ابن عساکر کی یہ روایت بزیادت لفظ آیتین ضعیف ہے کیونکہ کامل ابن عدی اور ابن عساکر سے جتنی روایتیں کنز العمال میں منقول ہیں وہ سب کی سب

[1] ص۵ کتاب ہذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضعیف ہیں۔ اوائل کنز العمال ص۲ جلد ۵ میں اس کی تصریح بایں عبارت موجود ہے وللعقیلی فی الضعفاء (عق) ولابن عدی فی الکامل (عد) وللخطیب (خط) فان کان فی تاریخہ اطلقت والابینتہ ولابن عساکر (کر) وکل ماعزی لہؤلاء الاربعۃ او للحکیم الترمذی فی نوادر الاصول او للحاکم فی تاریخہ اولابن الجارود فی تاریخہ اوللدیلمی فی مسند الفردوس فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیھا اوالی بعضھا عن بیان ضعفہ انتھی۔ کنز العمال کی اس عبارت سے حدیث عائشہؓ کا ضعیف ہونا اچھی طرح ظاہر ہوگیا۔ اب یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ حدیث عائشہؓ میں لفظ آیتین کو کس نے زیادہ کیا ہے اور وہ کیسا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس لفظ کو شبیب بن شیبہ نے زیادہ کیا ہے اور یحیی بن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہیں حافظ عبد الحق اشبیلی کتاب الاحکام میں لکھتے ہیں اخرج مسلم عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوۃ لمن لم یقرأ بام القران وزاد فی روایۃ فصاعدا ادری شبیب بن شیبۃ الخطیب عن ھشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لایقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فھی خداج اخرجہ ابواحمد وشبیب بن شیبۃ لیس بثقۃ قالہ یحیی بن معین وقال فیہ ابوحاتم لیس بقوی وقد زاد فی ھذا الحدیث وآیتین انتھی۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ابن ماجہ اور طحاوی وغیرہما نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کو بسند صحیح بدوں زیادت آیتین کے روایت کیا ہے۔ بناء علیہ زیادت آیتین منکر ٹھہری پس اس زیادت منکر و نامقبول کی وجہ سے ابو ہریرہ کی خداج والی حدیث مذکور سے صلوۃ مقتدی کو خارج کرنا جہالت کی بات ہے جو شان اہل علم سے نہایت ہی بعید ہے۔

تیسری حدیث

عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یارسول اللہ ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القران فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بھا۔ رواہ الترمذی وقال حسن وابوداؤد والنسائی وغیرھم۔ یعنی عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی پڑھی پس بھاری ہوئی آپ پر قرأت پھر جب آپ نماز سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہاں قسم اللہ کی آپ نے فرمایا نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ حسن ہے اور ابوداؤد و نسائی وغیرہم نے اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ پس حدیث نص صریح ہے اس امر پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب ہے بغیر پڑھے ہوئے اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور عبادہ کی یہ حدیث صحیح ہے۔ امام خطابی رح نے معالم السنن شرح ابوداؤد میں لکھا ہے هذا الحديث صريح بان قراءة الفاتحة واجبة على من خلف الامام سواء جهر الامام بالقراءة او خافت بها واسناده جيد لا طعن فيه انتهى۔ یعنی عبادہ کی یہ حدیث صریح ہے اس امر میں کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے امام جہر سے قراءت کرے یا آہستہ سے اور اسناد اس حدیث کی جید ہے اس میں کچھ طعن نہیں ہے۔

اور حافظ منذری نے تلخیص ابی داؤد میں لکھا ہے واخرجه الترمذي وقال حديث حسن یعنی اور اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حافظ ابن حجر نے درایہ تخریج الهدایہ[۵۴] میں لکھا ہے اخرجه ابوداؤد باسناد رجاله ثقات اور تلخیص الحبیر میں لکھا ہے احمد والبخاري في جزء القراءة وصححه ابوداؤد والترمذي والدارقطني وابن حبان والحاكم والبيهقي من طريق ابن اسحق حدثني مكحول عن محمود بن ربيعة عن عبادة اور نتائج الافکار لتخریج احادیث الاذکار میں حافظ نے لکھا ہے هذا حديث حسن یعنی یہ حدیث حسن ہے اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے قال ميرك نقلا عن ابن الملقن حديث عبادة بن الصامت رواه ابوداؤد والترمذي والدارقطني وابن حبان والبيهقي والحاكم وقال الترمذي حسن وقال الدارقطني اسناده حسن ورجاله ثقات وقال الخطابي اسناده جيد لا مطعن فيه وقال الحاكم اسناده مستقيم وقال البيهقي صحيح انتهى یعنی کہا میرک نے ابن ملقن سے نقل کر کے کہ حدیث عبادہ بن صامت رض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ابوداؤد اور ترمذی اور دارقطنی اور ابن حبان اور بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور کہا دارقطنی نے اسناد اس کی حسن ہے اور راوی اس کے ثقہ ہیں اور کہا خطابی نے اسناد اس کی جید ہے اس میں کچھ طعن نہیں ہے اور کہا حاکم نے اسناد اس کی مستقیم ہے اور کہا بیہقی نے صحیح ہے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے سعایۃ میں لکھا ہے وقد ثبت بحدایث عبادۃ وھو حدیث صحیح قوی السند امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بقراءۃ الفاتحۃ للمقتدی انتھی یعنی بے شک حدیث عبادہؓ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم کیا ہے اور عبادہ کی یہ حدیث صحیح اور قوی السند ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحٰق واقع ہیں اور وہ متکلم فیہ ہیں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق پر جس قدر جرحیں کی گئی ہیں وہ سب اصول حدیث سے مدفوع و مرفوع ہیں اور حق یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں۔ علامہ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے وھو رای توثیق محمد بن اسحٰق الحق الابلج وما نقل عن مالک فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المومنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل الحدیث غفر اللہ لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحٰق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ انتھی علامہ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں لکھا ہے محمد بن اسحٰق ثقۃ علی ما ھو الحق انتھی شرح منیہ میں ہے والحق فی ابن اسحٰق ھو التوثیق انتھی۔ اور مولوی عبدالحی صاحب نے سعایہ ص۳ جلد ۱ میں لکھا ہے ان المرجح فی ابن اسحٰق التوثیق انتھی اور امام الکلام ص۱۹۲ میں لکھا ہے انہ (ای محمد بن اسحٰق) وان کان متکلما فیہ من جانب کثیر من الائمۃ لکن جروحھم لھا محامل صحیحۃ وقد عارضھا نقد بل جمع من ثقات الامۃ ولذا صرح جمع من النقاد بان حدیثہ لا ینحط عن درجۃ الحسن بل صححہ بعض اھل الاسناد انتھی ہم نے یہاں محمد بن اسحٰق کی توثیق کے بارے میں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال نقل کئے ہیں اگر کسی کو اس باب میں اقوال محدثین کے دیکھنے کا شوق ہو تو عیون الاثر مؤلفہ علامہ ابن سید الناس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو مطالعہ کرے ہم یہاں حافظ ابن حجر کا ایک قول اور علامہ ابن ہمام کا ایک قول نقل کر دینا بہت مناسب سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر القول المسدد ص۴۲ میں لکھتے ہیں واما حملہ (ای ابن الجوزی) علی محمد بن اسحٰق فلا طائل فیہ فان الائمۃ قبلوا حدیثہ واکثر ما عیب فیہ التدلیس والروایۃ عن المجہولین واما ھو فی نفسہ فصدوق وھو حجۃ فی المغازی عند الجمہور انتہی یعنی ابن الجوزی نے جو ابن اسحٰق پر جرح کی ہے سو یہ جرح کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے ابن اسحٰق کی حدیث کو قبول کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ جس امر کا ان میں عیب لگایا گیا ہے وہ ان کا مدلس ہونا اور مجہولین سے روایت کرنا اور لیکن وہ فی نفسہ صدوق ہیں اور وہ مغازی میں عند الجمہور حجت ہیں۔ اور علامہ ابن الہمام فتح القدیر ص۱۸۱ جلد ا میں لکھتے ہیں اما ابن اسحٰق فثقۃ ثقۃ لا شبھۃ عندنا فی ذلک ولا عند محققی المحدثین انتہی یعنی ابن اسحٰق ثقہ ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے میں نہ ہمارے نزدیک شبہ ہے اور نہ محققین محدثین کے نزدیک۔

اگر کوئی کہے کہ محمد بن اسحٰق مدلس ہیں اور انھوں نے اس حدیث کو بلفظ عن روایت کیا ہے اور مدلس کی وہ روایت جو بلفظ عن ہو قابل احتجاج نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا سماع ثابت نہ ہو۔ **تو جواب** اس کا یہ ہے کہ دارقطنی اور احمد کی اور بیہقی کی روایت میں محمد بن اسحٰق کا بلفظ حدثنی روایت کرنا ثابت ہے۔ **دارقطنی** ص۱۲۱ میں ہے اخبرنا ابن صاعد ثنا عبید اللہ بن سعد ثنا عمی ثنا ابی عن ابن اسحٰق حدثنی مکحول الخ اور مسند احمد ص۳۲۲ میں ہے حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یعقوب ثنا ابی عن ابن اسحٰق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع الانصاری عن عبادۃ بن الصامت الخ اور اسی کتاب میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یعقوب عن ابن اسحٰق حدثنی مکحول الخ اور **تخریج زیلعی** ص۲۲۳ میں ہے قال البیہقی ورواہ ابراھیم بن سعد عن محمد بن اسحٰق فذکر فیہ سماع ابن اسحٰق من مکحول فصار الحدیث موصولا صحیحا یعنی کہا بیہقی نے اور روایت کیا اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحٰق سے پس ذکر کیا اس میں سماع ابن اسحٰق کا مکحول سے پس ہو گئی یہ حدیث موصول صحیح **علاوہ بریں** زید بن واقد وغیرہ نے محمد بن اسحٰق کی متابعت کی ہے پس اس وجہ سے بھی علت تدلیس مرتفع ہو گئی **تلخیص الحبیر** ص۸۶ میں ہے وتابعہ زید بن واقد وغیرہ عن مکحول انتہی اور **امام الکلام** ص۲۰۱ میں ہے والطعن بالتدلیس یندفع بالمتابعۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وھو موجود ھھنا علی ما فھم من العبارات السابقۃ انتھی اور عبادہؓ کی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اگرچہ وہ مختصر ہے مگر عبادہؓ کی اس حدیث طویل کی شاہد ہے کیونکہ وہ بعمومہ مقتدی کو بھی شامل ہے کما مر تحقیقہ بالتفصیل بیہقی نے معرفۃ السنن والاثار میں لکھا ہے وروایۃ الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادہ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وان کانت مختصرۃ فھی لروایۃ ابن اسحٰق شاھدۃ انتھی اور جو حدیثیں آگے آتی ہیں وہ بھی عبادہ کی اس حدیث کی شاہد ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ محمد بن اسحٰق کی نسبت تقریب میں لکھا ہے رمی بالتشیع والقدر پس اس جرح کی وجہ سے ابن اسحٰق مجروح ہوئے جیسا کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ رُمِیَ بصیغہ مجہول ہے پس معلوم نہیں کہ رامی بالتشیع والقدر کون ہے اور کیسا ہے اور جارح کا معلوم ہونا اور ساتھ اس کے اس کا عدل تیتقظ۔ غیر مفرط ہونا ضروری ہے جارح مجہول کی جرح غیر معتبر و نامقبول ہے۔ دیکھو کتب اصولِ حدیث و فقہ۔ یہی وجہ ہے کہ بہتیرے رواۃ کے بارے میں اس قسم کی جرحیں کتب رجال میں منقول ہیں۔ مگر پھر بھی ان کی روایتیں بالاتفاق مقبول ہیں۔ دیکھو امام ابو حنیفہؒ کے استاذ حمادؒ کے بارے میں رمی بالارجاء لکھا گیا ہے۔ تقریب میں ان کے ترجمہ میں ہے صدوق لہ اوھام من الخامسۃ رمی بالارجاء پس جو احناف ابن اسحٰق کے بارے میں رمی بالتشیع والقدر کو جرح سمجھتے ہیں وہ اصولِ حدیث و فقہ سے ناواقف ہیں۔ فائدہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرات احناف اگرچہ محمد بن اسحاق کی قرأت فاتحہ خلف امام والی حدیث مذکور کے ناقابل احتجاج بنانے میں بہت کچھ کوششیں کی ہیں اور اور اس کے تضعیف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ کبھی یہ لوگ محمد بن اسحٰق کا مدلس ہونا دکھلاتے ہیں اور کبھی ان کے متشیع اور قدری ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور کبھی ان کے بارے میں امام مالک وغیرہ کی جرحیں نقل کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی یہ ساری کوششیں محض بے کار اور بالکل بے سود ہیں کیونکہ خود ان لوگوں نے محمد بن اسحٰق کی متعدد روایتوں سے (معنعن ہوں یا غیر معنعن) احتجاج کیا ہے اور ان کا صحیح ہونا تسلیم کیا ہے۔ ازاں جملہ ابن اسحٰق کی ایک یہ روایت ہے کان قیمۃ المجن الذی قطع فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ دراھم اس روایت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن اسحٰق نے کبھی ایوب عن عطاء عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے اور کبھی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے۔ علمائے احناف نے اپنے اس مسلک پر کہ "دس درہم سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیئے" ان دونوں طریقوں سے احتجاج کیا ہے۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار ص ۹۴ ج ۲ میں لکھتے ہیں وخالفھم فی ذلک اخرون فقالوا لا یقطع السارق الا فی ما یساوی عشرۃ دراھم فصاعدا احتجوا فی ذلک بما حدثنا ابن ابی داؤد وعبد الرحمن بن عمرو الدمشقی قالا ثنا احمد بن خالد الوھبی قال ثنا محمد بن اسحق عن ایوب بن موسی عن عطاء عن ابن عباس قال کان قیمۃ المجن الذی قطع فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ دراھم حدثنا ابن ابی داؤد وعبد الرحمٰن بن عمرو الدمشقی قالا ثنا الوھبی قال ثنا ابن اسحق عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مثلہ انتھی اور علامہ عینی عمدۃ القاری ص ۱۳۹ جلد ۱۰ میں لکھتے ہیں واحتجوا فی ذلک بما رواہ الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد وعبد الرحمٰن ابن بن عمرو الدمشقی الخ پھر طحاوی کے دونوں طریقوں کو نقل کر کے ایک تیسرا طریق نقل کیا ہے اور اس میں بھی ابن اسحٰق واقع ہیں چنانچہ لکھتے ہیں ورواہ النسائی حدثنا عبید اللہ بن سعد انا عمی حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنی عمرو بن شعیب ان عطاء بن ابی رباح حدثہ ان عبد اللہ ابن عباس کان یقول ثمنہ عشرۃ دراھم۔ اور علامہ ممدوح نے محمد بن اسحق کی اس حدیث کو شرح ہدایہ میں معرض استدلال میں ذکر کر کے مستدرک حاکم سے اس کی تصحیح نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں واخرجہ الحاکم فی مستدرکہ وقال صحیح علی شرط مسلم۔ اور از انجملہ محمد بن اسحٰق کی ایک یہ روایت ہے لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطرۃ ما لم یؤخروا المغرب الی ان تشتبک النجوم اس روایت سے علمائے حنفیہ نے تعجیل مغرب کی استحباب پر احتجاج کیا ہے۔ ہدایہ میں ہے و یستحب تعجیل المغرب لان تاخیرھا مکروہ لما فیہ من التشبہ بالیھود وقال علیہ السلام لا یزال امتی بخیر ما عجلوا المغرب الخ اور علامہ عینی بنایہ میں لکھتے ہیں ھذا الحدیث لہ اصل ولکن بغیر ھذہ العبارۃ روی ابو داؤد رضی اللہ عنہ فی سننہ من حدیث محمد ابن اسحٰق عن زید بن ابی حبیب عن مزید بن عبد اللہ بن ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنھما اجمعین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطرۃ ما لم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يؤخروا المغرب الی ان تشتبك النجوم مختصرًا۔ پھر علامہ ممدوح نے اس روایت کو ابوداؤد سے بتامہ نقل کرکے حاکم کی تصحیح نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں رواہ الحاکم فی المستدرك وقال صحیح علی شرط مسلم اور محقق ابن الہمام نے بھی فتح القدیر میں اس روایت کا صحیح ہونا تسلیم کیا ہے اور اس روایت کو ذکر کرکے محمد بن اسحٰق کی توثیق نہایت دھوم دھام سے کی ہے۔

اور از انجملہ محمد بن اسحٰق کی ایک یہ روایت ہے عن عبد اللہ بن زید قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالناقوس یعمل لیضرب بہ للناس لجمع الصلوٰۃ الحدیث علمائے حنفیہ نے اس روایت کا بھی صحیح ہونا تسلیم کیا ہے اور ائمہ حدیث سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ محقق ابن الہمام فتح القدیر میں اس روایت کو بطولہا نقل کرکے لکھتے ہیں قال ابن خزیمۃ سمعت محمد بن یحیی الذھلی یقول لیس فی اخبار عبد اللہ بن زید فی قصۃ الاذان اصح من ھذا الی ان قال وخبر ابن اسحٰق ھذا ثابت صحیح لان محمد بن عبد اللہ بن زید سمعہ من ابیہ ومحمد بن اسحٰق سمعہ من ابراھیم التیمی ولیس ھو مما دلسہ ابن اسحٰق قال الترمذی فی عللہ الکبیر سألت محمد بن اسمٰعیل عن ھذا الحدیث فقال ھو عندی صحیح انتھی اور علامہ عینی نے اس روایت کو ابوداؤد سے تمامہا نقل کرکے لکھتے ہیں ورواہ احمد وصححہ الترمذی انتھی ان روایت کے علاوہ محمد بن اسحٰق کی اور متعدد روایتوں سے بھی علمائے حنفیہ نے احتجاج کیا ہے۔ پس جب علمائے حنفیہ محمد بن اسحٰق کی روایتوں سے معنعن ہوں یا غیر معنعن احتجاج کرتے اور ان کی نسبت ائمہ حدیث سے تصحیح نقل کرتے ہیں تو محمد بن اسحٰق کی قرأت فاتحہ خلف امام والی روایت مذکورہ ان کے نزدیک ضعیف و ناقابل احتجاج کیونکر ہو سکتی ہے۔

مقام انصاف ہے کہ قرأت فاتحہ خلف امام والی حدیث میں محمد بن اسحٰق کی تدلیس اور ان کے عنعنہ کا لحاظ کیا جائے اور ان کے تشیع اور قدری ہونے کا دعویٰ کیا جائے اور ان کی نسبت امام مالک وغیرہ کی جرحیں نقل کی جائیں اور انھیں محمد بن اسحٰق کی نصاب سرقہ اور تعجیل مغرب اور اذان والی احادیث مذکورہ میں نہ ان کی تدلیس کا خیال کیا جائے اور نہ کچھ جرح نقل کی جائے بلکہ بلا لحاظ کسی امر کے ان کی یہ حدیثیں قابل احتجاج تسلیم کی جائیں اور ائمہ حدیث سے ان کی نسبت تصحیح نقل کی جائے۔ علمائے حنفیہ کا یہ ضیع کس قدر قابل افسوس ہے۔ زیادہ تر تعجب ہے علامہ عینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہ نصاب سرقہ وغیرہ کی بابت تو آپ نے محمد بن اسحٰق کی معنعن وغیر معنعن حدیثوں سے احتجاج کیا اور ائمہ حدیث سے اُن کی تصحیح نقل کی اور محمد بن اسحاق کے بارے میں نہ کوئی جرح لکھی اور نہ ان کے تدلیس کا کچھ تذکرہ کیا۔ لیکن انھیں محمد بن اسحٰق کی قرأت خلف امام والی حدیث کے متعلق جو کچھ علّامہ ممدوح نے بنایہ ص۱۸۲ جلد ا شرح ہدایہ میں لکھا ہے وہ نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل اور بہت افسوس کے ساتھ سننے کے لائق ہے آپ فرماتے ہیں فی حدیث عبادۃ محمد بن اسحٰق بن یسار وھو مدلس قال النووی لیس فیہ الا التدلیس قلنا المدلس اذا قال عن فلان لا یحتج بحدیثہ عند جمیع المحدثین مع انہ قد کذبہ مالک وضعفہ احمد وقال لا یصح الحدیث عنہ وقال ابوزرعۃ الرازی لا یقضی لہ بشئی انتھی یعنی عبادہ کی قرأت خلف امام والی حدیث میں محمد بن اسحٰق واقع ہیں اور وہ مدلس ہیں اور کہا نووی نے نہیں ہے ان میں مگر تدلیس ہم (یعنی حنفیہ) کہتے ہیں کہ مدلس جب عن فلاں کہتا ہے تو اُس کی حدیث تمام محدثین کے نزدیک ناقابلِ احتجاج ہوتی ہے۔ ساتھ اِس کے مالک نے ابن اسحٰق کی تکذیب کی ہے اور احمد نے ان کو ضعیف کہا ہے اور کہا کہ ان سے حدیث صحیح نہیں اور ابوزرعہ رازی نے ان کے بارے میں کہا ہے لا یقضی لہ بشئی اے ناظرین! اگر ہم مان لیں کہ محمد بن اسحٰق کی قرأت فاتحہ خلف امام والی حدیث کے وہ طرق علامہ عینی کی نظر سے نہیں گزرے جن میں سماع کی تصریح موجود ہے۔ وعلیٰ ہذا ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ امام مالک وغیرہ کی جروح کے اُن جوابات پر علامہ ممدوح کو اطلاع نہیں تھی جن کو ابن الہمام وغیرہ اجلّہ حنفیہ اور امام بخاری وغیرہ ائمہ حدیث نے لکھے ہیں۔ لیکن علامہ ممدوح نے قرأت فاتحہ خلفِ امام والی حدیث کے سوا جو ابنِ اسحٰق کی روایات مذکورہ کا قابلِ احتجاج ہونا تسلیم کیا بلکہ ائمہ حدیث سے اُن کی تصحیح نقل کی۔ اس کا جواب کیا ہوگا؟

تنبیہ

بعض[1] حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبادہ کی یہ حدیث تین وجہ سے معلول ہے اول یہ کہ اس حدیث کے سند میں مکحول واقع ہیں جو مدلس ہیں اور اُنھوں نے اِس حدیث کو معنعنا روایت کیا ہے۔ وجہ دوم یہ کہ یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے۔ مکحول نے اِس کو کبھی عبادہؓ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور کبھی بواسطہ نافع بن محمود عن عبادہ۔ اور کبھی بواسطہ محمود عن عبادہ۔ اور کبھی بواسطہ محمود عن ابی نعیم عن عبادہ

[1] صاحبِ آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور انطراب مورث ضعف حدیث ہے۔ وجہ سیوم یہ کہ طریق مکحول عن محمود عن عبادہ قابلِ احتجاج نہیں ہے کیونکہ اس طریق میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اسحٰق متفرد ہیں اور جس شے کے ساتھ ابن اسحٰق متفرد ہوں وہ حجت نہیں ہوتی قال الحافظ ابن حجر فی الدرایۃ وابن اسحٰق لا یحتج بما انفرد بہ من الاحکام انتہی اور چونکہ زید بن واقد نے ابن اسحٰق کی مخالفت کی ہے اور بجائے محمود کے نافع بن محمود کو ذکر کیا ہے یعنی زید بن واقد نے یوں روایت کیا ہے عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ۔ اور ابن اسحٰق سے زید بن واقد اثبت ہیں اس لیے طریق مکحول عن محمود عن عبادہ شاذ غیر محفوظ ہوا۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ عبادہ کی یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کی صحت پر ائمہ حدیث کی شہادتیں مذکور ہوئیں اور جس شخص نے اس کو بوجوہ مذکورہ معلول ٹھہرایا ہے وہ محض متعصب ہے یا فنِ حدیث سے بالکل ناواقف ہے اب اس کی تینوں وجہوں کا مفصل جواب لکھا جاتا ہے بغور سنو۔

پہلی وجہ کا جواب

محمود بن ربیع جن سے مکحول نے حدیث عبادہ کو روایت کیا ہے صحابی صغیر ہیں۔ اور مکحول صحابۂ صغار سے تدلیس نہیں کرتے پس مکحول کا مدلس ہونا حدیثِ عبادہ کی صحت کو کچھ مضر نہیں ہے۔ قال الحافظ فی التقریب محمود بن ربیع بن سراقۃ صحابی صغیر وجل روایتہ عن الصحابۃ انتہی مختصراً وقال الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ مکحول انہ یرسل کثیرا و یدلس عن ابی بن کعب وعبادۃ بن الصامت وعائشۃ والکبار وروی عن ابی امامۃ الباہلی و واثلۃ بن الاسقع وانس بن مالک ومحمود بن الربیع وعبد الرحمٰن بن غنم وابی ادریس الخولانی وابی سلام ممطور وخلق انتہی۔ علاوہ بریں عبداللہ بن عمرو بن حارث نے مکحول کی متابعت کی ہے امام حاکم اپنی مستدرک میں لکھتے ہیں۔ اخبرنا ابو محمد عبد الرحمٰن بن احمد الخلال ثنا اسحٰق بن احمد بن مہران الخزاز ثنا اسحٰق بن سلیمان الرازی ثنا معویۃ بن یحیٰی عن اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ عن عبد اللہ بن عمرو بن الحارث عن محمود بن الربیع الانصاری قال قام الی جنبی عبادۃ بن الصامت فقرأ مع الامام وہو یقرأ فلما انصرف قلت ابا الولید تقرأ وتسمع وہو یجہر بالقراءۃ قال نعم انا قرأنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحدیث۔ اس حدیث کو پوری ذکر کر کے حاکم لکھتے ہیں ھذا متابع لمکحول فی روایتہ عن محمود بن ربیع انتھی یعنی عبداللہ بن عمرو بن حارث نے مکحول کی متابعت کی ہے۔ محمود بن ربیع سے روایت کرنے میں۔ یعنی جیسا کہ مکحول نے اس حدیث کو محمود بن ربیع سے روایت کی ہے اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن حارث نے بھی اس حدیث کو محمود بن ربیع سے روایت کی ہے۔

دوسری وجہ کا جواب

واضح ہو کہ جب کسی حدیث کی سند یا متن میں اختلاف واقع ہو یعنی بعض رواۃ کسی طور پر روایت کریں اور بعض کسی اور طور پر یا ایک ہی راوی کبھی کسی طور پر روایت کرے اور کبھی کسی اور طور پر اور اُن میں کسی روایت کو کسی پر ترجیح نہ ہو اور اُن میں حسب قواعد محدثین جمع و توفیق بھی نہ ہو سکے تو اسی اختلاف کا نام اضطراب ہے اور یہی اضطراب مُورث ضعف حدیث ہے اور جس حدیث میں اس طرح کا اختلاف واقع ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے پس اگر بعض روایت کو بعض پر ترجیح ہے تو راجح روایت لے لی جائے گی اور مرجوح ترک کر دی جائے گی یا اگر کسی کو کسی پر ترجیح تو نہیں ہے مگر اُن میں توفیق ہو سکتی ہے تو اُن میں توفیق دی جائے گی اور ان دونوں صورتوں میں نہ وہ حدیث مضطرب ہو گی اور نہ ایسا اضطراب مورث ضعف ہو گا[1]۔ جب یہ معلوم کر چکے تو سنو کہ مکحول کی اس

[1] مقدمہ ابن صلاح میں ہے المضطرب من الحدیث ھو الذی تختلف الروایۃ فیہ فیرویہ بعضھم علی وجہ و بعضھم علی وجہ اخر مخالف لہ و انما تسمیہ مضطربا اذا تساوت الروایتان اما اذا ترجحت احداھما بحیث لا یقاومھا الاخری بان یکون راویھا احفظ واکثر صحبۃ للمروی عنہ او غیر ذلک من وجوہ الترجیحات المعتمدۃ فالحکم للراجحۃ ولا یطلق علیہ حینئذ وصف المضطرب ولا لہ حکمہ ثم قد یقع الاضطراب فی متن الحدیث وقد یقع فی الاسناد وقد یقع ذلک من راو واحد وقد یقع من رواۃ لہ جماعۃ انتھی **ظفر الامانی** صـ۲۲۵ میں ہے فما اختلف الروایتان متنا او سندا ان ترجحت احداھما علی الاخری بوجہ من وجوہ الترجیح المذکورۃ فی موضعھا نحو ان یکون راویھا ای راوی احداھما احفظ من راوی الروایۃ المخالفۃ لھا او اکثر صحبۃ للمروی عنہ ای شیخہ الذی جاء الاختلاف فی الروایۃ من تلامذتہ فالحکم للراجح فیعمل بہ ویترک المرجوح فلا یکون ح مضطربا ولا یضر الاختلاف فی الاحتجاج بہ اذ لا عبرۃ للمرجوح بجنب الراجح والا ای وان لم تترجح احدی الروایتین المختلفین علی الاخری بل تساویا فمضطرب وھو الذی یختص الضعیف باتصافہ بہ فیترک کما اذا تعارض الحدیثان تعارضا لم یمکن فعہ بوجہ من وجوہ دفعہ تساقطا وصیرا الی دلیل غیرھما انتھی **مقدمہ فتح الباری** (صـ۱ جلد۲ مطبوعہ مصر سنہ۱۹۶۴ء) الاختلاف علی الحافظ فی الحدیث لا یوجب ان یکون مضطربا الا بشرطین احدھما استواء وجوہ الاختلاف فمتی رجح احد الاقوال قدم ولا یعل الصحیح بالمرجوح وثانیھما مع الاستواء ان یتعذر الجمع علی قواعد المحدثین او یغلب علی الظن ان ذلک الحافظ لم یضبط ذلک الحدیث بعینہ فح یحکم علی تلک الروایۃ وحدھا بالاضطراب ویتوقف علی الحکم بصحۃ ذلک الحدیث لذلک انتھی ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت ہیں جو بواسطہ محمود بن ابی نعیم عن عبادہ مروی ہے زیادت ابی نعیم غیر محفوظ ہے۔ دار قطنی[1] میں ہے وقال ابن صاعد قولہ عن ابی نعیم انما کان ابو نعیم المؤذن ولیس ھو کما قال الولید عن ابی نعیم عن عبادۃ انتھی اور مکحول کی وہ روایت جو عبادہ سے مرسلاً روایت کی گئی ہے باقی دو روایتوں سے مرجوح ہے کیونکہ اس میں بقیہ واقع ہیں جن کی نسبت ابو مسعود غسانی نے لکھا ہے[2] بقیۃ لیست احادیثہ نقیۃ فکن منھا علی تقیۃ رہیں باقی دونوں روایتیں یعنی ایک وہ جو بواسطہ محمود عن عبادہ اور ایک وہ جو بواسطہ نافع بن محمود عن عبادہ مروی ہے سو ان دونوں روایتوں کا قصہ ایک نہیں ہے بلکہ ان دونوں روایتوں کے دو جُداگانہ قصے ہیں۔ ایک قصہ کو مکحول نے عبادہ سے بواسطہ محمود کے اور ایک کو بواسطہ نافع بن محمود کے روایت کیا ہے۔ ہاں محمود کی روایت کا قصہ نافع بن محمود کی روایت کے آخر میں علی سبیل الاستشہاد البتہ مذکور ہے پس جب ان دونوں روایتوں کا قصہ ایک نہیں ہے تو عبادہ کی حدیث مذکور مضطرب کیونکر ہوگی اور اگر تسلیم کیا جائے کہ ان دونوں روایتوں کا واقعہ ایک ہی ہے تو بھی یہ حدیث مضطرب نہیں ہوسکتی کیونکہ ان دونوں روایتوں میں توفیق ظاہر ہے وہ یہ کہ مکحول نے حدیث مذکور کو محمود سے بھی سُنا ہے اور ان کے بیٹے نافع سے بھی۔ اور محمود اور نافع دونوں نے عبادہؓ سے سُنا ہے۔

بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھا ہے ورواہ ایضا الھیثم بن حمید عن زید بن واقد عن مکحول ومکحول سمع ھذا الحدیث من محمود بن الربیع ومن ابنہ نافع بن محمود ونافع وابوہ محمود بن الربیع سمعا عبادۃ بن الصامت انتھی اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے نافع بن محمود بن ربیعۃ من اھل ایلیاء یروی عن عبادۃ وعنہ حرام بن حکیم ومتن خبرہ فی القراءۃ خلف الامام یخالف متن خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ کانھما حدیثان احدھما اتم من الاخر وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع وعن نافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزھری الخبر عن محمود بن الربیع مختصر غیر مستقصی انتھی کذا فی غیث الغمام۔

---

[1] قال بعض الحنفیۃ ما محصلہ ان الولید بن مسلم وثقہ غیر واحد وھو من رجال الصحیحین فما زعمہ ابن صاعد من ھم الولید فی زیادۃ ابی نعیم انما ھو مجرد ظن لا دلیل علیہ انتھی قلت ھذا تعصب واضح من ھذا البعض لانہ لما حکم ابن صاعد علی بوھم الولید فی ھذہ الزیادۃ وحکاہ الدارقطنی ولم ینکر علیہ وھو من القائمین بعلوم الحدیث العلل الذی ھو من اغمض انواع علوم الحدیث لم یبق شک فی انھا من وھم الولید وکونھا من وھمہ ظاھر کیف وھی لیست فی طریق من طرق حدیث عبادۃ غیر طریق الولید لا فی طریق الزھری عن محمود عن عبادۃ ولا فی طریق زید بن واقد وحرام بن حکیم ولا فی غیرھا اما کونہ موثقا ومن رجال الصحیحین فلا ینافی وھمہ فیھا لان الثقۃ قد یھم ویغلط ۱۲۔ [2] دیکھو حاشیہ خلاصہ متعلق ترجمہ بقیہ ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری وجہ کا جواب

طریق مکحول عن محمود عن عبادہ میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اسحٰق متفرد نہیں ہیں بلکہ سعید بن عبدالعزیز وغیرہ نے ابن اسحٰق کی متابعت کی ہے۔ دارقطنی ص۱۲۱ میں ہے حدثنا ابو محمد بن صاعد ثنا ابو زرعۃ عبدالرحمٰن بدمشق ثنا الولید بن عتبۃ ثنا الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منھم سعید بن عبد العزیز عن مکحول عن محمود عن ابی نعیم انہ سمع عبادۃ بن الصامت الخ اور زہری نے مکحول کی متابعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیٰن حدثنا الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ روایت صحیح مسلم و سنن اربعہ وغیرہا میں بھی موجود ہے پس جب محمود کے ذکر کرنے میں زہری نے مکحول کی متابعت کی ہے اور سعید بن عبدالعزیز وغیرہ نے ابن اسحٰق کی۔ تو مکحول کا یہ طریق شاذ و غیر محفوظ کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر نے نتائج الافکار تخریج الاذکار میں عبادہ کی حدیث کو اسی طریق سے ذکر کر کے لکھا ہے "ہذا حدیث حسن" اگر مکحول کا یہ طریق شاذ و غیر محفوظ ہوتا اور اس طریق میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اسحٰق متفرد ہوتے تو حافظ ابن حجر (جنھوں نے ابن اسحٰق کی نسبت لکھا ہے لا یحتج بما انفرد بہ من الاحکام) ہرگز ہرگز ہذا حدیث حسن نہ کہتے۔ الحاصل حدیث عبادہ کے معلول ہونے کی جو تین وجہیں لکھی گئی ہیں وہ تین کی تینوں محض غلط ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ بعض علمائے[1] حنفیہ نے لکھا ہے کہ حدیث عبادہ میں جملہ استثنائیہ یعنی الا بام القرآن مدرج ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے بلکہ کسی راوی کا قول ہے جو حدیث میں درج ہو گیا ہے۔ دلیل اس کی ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے عن ابن اکیمۃ قال سمعت اباھریرۃ یقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلوٰۃ نظن انھا الصبح فقال ھل قرأ منکم احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن اس حدیث میں جملہ استثنائیہ نہیں ہے حالانکہ اس حدیث اور عبادہ کی حدیث کا واقعہ ایک ہے کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں لفظ انازع القرآن واقع ہوا ہے اور یہ دونوں حدیثیں نماز فجر میں وارد ہوئی ہیں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جملہ استثنائیہ کے مدرج ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ابوہریرہؓ کی حدیث دلیل ادراج نہیں ہو سکتی کیونکہ اس حدیث کا واقعہ اور ہے اور عبادہ کی حدیث کا اور۔ اور دونوں

[1] صاحب آثار السنن وغیرہ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کا نماز فجر میں وارد ہونا اور دونوں میں لفظ مالی انازع القرآن کا واقع ہونا دلیل اتحاد واقعہ نہیں ہے۔ غیث الغمام[۱۹] میں ہے ولا یخفی علی من اعطی بصارۃ عین واحدۃ فضلا عن بصارۃ العینین ان ھذہ جرأۃ عظیمۃ تستخبثھا علماء الفریقین فان دعوی قصۃ حدیث عبادۃ وحدیث ابی ھریرۃ وھو حدیث المنازعۃ الذی مرذکرہ غیر مرۃ لابد لھا من دلیل ومجرد احتمالہ غیر مقبول عند العقیل ومجرد کون الواقعتین فی صلوۃ الصبح لادلالۃ لہ علی الاتحاد عند النقاد ودعوی الادراج من غیر بینۃ جراءۃ عظیمۃ غیر مستحسنۃ ولعلی لیس منشاء امثال ھذہ الایرادات الاقلۃ الممارسۃ بکتب الحدیث وتصریحات الثقات او شدۃ التعصب الذی یعمی ویصم انتھی یعنی اُس شخص پر بھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جس کو صرف ایک آنکھ کی روشنی دی گئی ہے چہ جائے کہ جس کو دونوں آنکھوں کی روشنی دی گئی ہو کہ حدیث عبادہ اور حدیث ابوہریرہ کو متحد الواقعہ ہونے کا دعویٰ کرنا اور حدیث عبادہ میں جملہ استثنائیہ کو مدرج بتانا جرأت عظیم ہے جس کو فریقین کے علما خبیث جانتے ہیں اس واسطے کہ اس دعوے کے لئے کہ حدیث عبادہؓ و حدیث ابوہریرہؓ متحد الواقعہ ہیں دلیل کی ضرورت ہے اور ان دونوں واقعہ کا نماز صبح میں ہونا دلیل اتحاد نہیں ہے اور ادراج کا دعویٰ بغیر دلیل کے ایک بڑی اور بُری جرأت ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا منشا کچھ نہیں ہے مگر کتب حدیث اور تصریحات ثقات سے ممارست کا کم ہونا یا شدتِ تعصب جو انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے اور نیز عبادہ کی حدیث میں جملہ استثنائیہ کیونکر مدرج ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت عبادہ جو اس حدیث کے راوی ہیں جنھوں نے اِس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے امام کے پیچھے ہر نماز میں فاتحہ پڑھتے اور اِسی حدیث سے اِستدلال کرتے تھے۔ و نیز عبادہ کی متفق علیہ حدیث اور ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث سے اور تمام اُن احادیث سے جو اس باب میں آگے آتی ہیں جملہ استثنائیہ کا مدرج نہ ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے پس جملہ استثنائیہ کے ادراج کا دعوےٰ سراسر مردود و باطل ہے اور بلا شبہ ادراج کا مدعی وہی ہوگا جو فن حدیث سے جاہل ہے یا نہایت درجہ کا متعصب ہے۔

اور یہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض حنفیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین نے حدیث عبادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جملہ استثنائیہ کی نسبت کہا ہے "اسنادہ لیس بذالک" سو یہ بالکل بے اصل اور بے سند بات ہے۔ جملہ استثنائیہ کی نسبت یحییٰ بن معین کا قول مذکور ہرگز ثابت نہیں ہے من ادعی خلافہ فعلیہ البیان اور اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو چونکہ یحییٰ بن معین نے اپنے اس قول کی کوئی دلیل نہیں لکھی ہے لہٰذا ان کا قول بلا دلیل بمقابلہ اُن ائمہ حدیث کے جنھوں نے حدیث عبادہ کی تصحیح یا تحسین کی ہے ہرگز قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

بعض[1] حنفیہ نے عبادہ کی حدیث مذکور کا جواب بایں عبارت لکھا ہے "معنی ایں حدیث نزد ہیچمدان ہم بر وفق مذکور الصدر است یعنی نماز آنکس نیست کہ فاتحہ نخواندہ باشد حکماً یا حقیقۃً محصل ایں کہ مقتدی را رخصت قرأت دادہ بودند پس بآیہ واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ایں قدر ہم گردید انتھی"۔

میں کہتا ہوں کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے کہ نسخ کے لیے تاریخ کا معلوم ہونا ضروری ہے اور آیہ مذکورہ کا عبادہ کی حدیث سے متاخر ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے پس نسخ کا دعوےٰ مردود ہے اور اس دعوے کے مردود ہونے کی اور وجہیں تفصیل سے عنقریب آتی ہیں اور اس حدیث میں قرأت فاتحہ سے عام مراد لینا (حکماً ہو یا حقیقۃً) بھی باطل ہے اور اس کے بطلان و فساد کی متعدد وجہیں عبادہ کی پہلی حدیث کے بیان میں مذکور ہو چکی ہیں۔

پھر وہی مجیب صاحب ارقام فرماتے ہیں "جملہ (فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا) را اگر برایجاب قرأت فاتحہ حمل نمودہ آید پس یا اخبار از ایجاب درزمان ماضی باشد و یا ایجاب درحال باشد اگر ایجاب درزمان ماضی بود استفہام از قرأت چرا است و اینکہ گفتہ اند کہ استفہام از جہر بود یا نہ قرأت سورہ بود نہ از قرأت فاتحہ بسبیل اسراء پس ہیچ ایں تکلف ہما در اصطلاح ما تمشیۂ مذہب می نامند و اگر ایجاب درحال است پس چہ اُفتاد کہ ہماں لحظہ در استنکار بودند و ہماں لحظہ طفرہ کردہ برایجاب رسیدند حاشا کہ وجدان سلیم ہیچ امور را پذیرد و چوں قرأت مقتدی منقسم گردید بسوئے حقیقی و حکمی خود از حاق وسط حدیث اباحت مفہوم گردید انتہی۔" میں کہتا ہوں کہ مجیب نے عبادہ کی اس حدیث سے مقتدی کے لئے قرأت فاتحہ کو مباح اور رخصت ہونا ثابت کیا ہے اور جملہ (فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا) میں قرأت فاتحہ سے عام مراد لے کر اس جملہ کو دلیل اباحت قرار دی

[1] صاحب خاتمۃ الخطاب ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پس مجیب نے جملہ مذکورہ کے ایجاب پر محمول ہونے کی صورت میں جو اشکال نکالا ہے اور اس کی جو تقریر کی ہے وہ اشکال جملہ مذکورہ کے اباحت و رخصت پر محمول ہونے کی صورت میں بھی وارد ہوتا ہے اور بعینہٖ اُس کی وہی تقریر ہو سکتی ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں جُملہ (فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا) را اگر بر اباحت قرأت فاتحہ حمل نمودہ آید پس یا اخبار از اباحت در زمان ماضی باشد یا اباحت در حال باشد اگر اباحت در زمان ماضی بُود استفہام از قرأت چیست و اگر اباحت در حال است پس چہ افتاد کہ ہماں لحظہ در استنکار بودند و ہماں لحظہ طفرہ کردہ بر اباحت رسیدند حاشا کہ وجدان سلیم ہمچو امور را پذیرد۔ پس جو جواب اس اشکال کا مجیب صاحب کی طرف سے ہوگا وہی جواب جملہ فانہ لا صلوٰۃ الخ کے ایجاب قرأت فاتحہ پر معمول ہونے کی صُورت میں بھی اُن کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اے مسلمانو! بات یہ ہے کہ جب اُن حضرات کو جو پابند تقلید ہیں کسی حدیث صحیح پر عمل کرنے سے اُن کی تقلید روکتی ہے تو وہ اِسی طرح مہمل اور باطل ڈھکوسلے نکالتے اور نہایت بے باکی کے ساتھ طرح طرح سے احادیث صحیحہ کے مطالب کو بگاڑتے ہیں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہہ دیا جائے کہ ہم مقلّدین کو احادیث نبویہ سے کچھ سروکار نہیں۔ پھر وہی مجیب صاحب فرماتے ہیں سپس ایجاب قرأت خواہ در ماضی باشد خواہ در حال کجا واقع شدہ حدیث من کان لہ امام الخ و واقعہ صلوٰۃ مرض موت را یاد آرا انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ عبادہؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہما کی حدیثیں جو اس پہلے باب میں مذکور ہیں وہ ایجاب قرأت فاتحہ پر براہین قاطعہ ہیں اور حدیث، من کان لہ امام الخ اور واقعہ مرض الموت، سے یہ سمجھنا کہ قرأت فاتحہ خلف امام واجب نہیں۔ صحیح نہیں ہے دیکھو دوسرا باب۔

پھر فرماتے ہیں لیکن واضح باد کہ ایں رخصت ہم آنحضرت بطواعیہ خاطر ندادہ بودند چہ در روایتے مرفوع وضعیف و در روایتے مرسل و صحیح بعدم طیب خاطر تصریح آمدہ چنانچہ در مصنف ابن ابی شیبہ است، حدثنا ھشیم قال انا خالد عن ابی قلابۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال لاصحابہ ھل تقرؤن خلف امامکم قال بعض نعم وقال بعض لا فقال ان کنتم لابد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ یعنی اگر نمی ۱؍ نید پس چنیں کنید پس معلوم شد کہ ایں مدلول حدیث عند الانصاف مناقض وجوب است چہ جائیکہ حجت وجوب باشد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت علاوہ مرسل ہونے کے شاذ وغیر محفوظ ہے کیونکہ اس روایت میں لفظ ان کنتم لابد فاعلین جو منافی وجوب معلوم ہوتا ہے شاذ وغیر محفوظ ہے۔ کیونکہ قرأت فاتحہ خلف امام کے بارے میں جس قدر روایات صحیحہ وارد ہوئی ہیں اُن میں سے کسی میں یہ زیادت نہیں ہے اور خود ابوقلابہ سے جو مرفوع روایتیں آئی ہیں اُن میں بھی یہ زیادت نہیں ہے۔ پس تمام روایات مرفوعہ صحیحہ کو جو ایجاب قرأت خلف امام پر بصراحت دلالت کرتی ہے نظر انداز کرنا اور ایک روایت مرسل شاذ وغیر محفوظ کو لینا محض تعصب ہے یا سراسر جہالت۔

اگر کوئی کہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور سے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس حدیث میں دو جملے ہیں پہلا لا تفعلوا الا بام القرآن اور دوسرا فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا پہلے جملہ سے وجوب کا ثابت نہ ہونا ظاہر ہے اُس واسطے کہ نہی سے استثنا مفید اباحت ہوتا ہے جب تک کہ کوئی دلیل مفید وجوب نہ ہو اور دوسرے جملہ سے بھی وجوب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ جملہ نفی کمال پر محمول ہے پس اس حدیث سے غایۃ مافی الباب امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں دلیل مفید وجوب موجود ہے اور وہ دوسرا جملہ (فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا) ہے جو وجوب پر صراحۃً دلالت کرتا ہے اور اس جملہ کو نفی کمال پر محمول کرنا جائز نہیں ہے کما مر تحقیقہ بالبسط والتفصیل اور ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ یہ استثنا مفید وجوب ہے کیونکہ یہ حدیث صاف صاف بتاتی ہے کہ قرأت فاتحہ رکن نماز ہے کما مر بیانہ۔

اگر کوئی کہے کہ بعض علمائے حنفیہ[1] نے لکھا ہے کہ عبادہؓ کی یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ ابوہریرہؓ کی وہ حدیث ہے جس کو ابن اکیمہ لیثی نے روایت کیا ہے کیونکہ عبادہ کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی اور ابوہریرہؓ کی حدیث بعد اسلام ابوہریرہ کے۔ اور ابوہریرہؓ عام خیبر میں حاضر ہوئے ہیں اور ابوہریرہؓ کی وہ حدیث یہ ہے۔ عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقرأۃ فقال ھل قرأ معی منکم من احد فقال رجل انا یارسول اللہ قال فقال انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر بہ من الصلوٰۃ حین

[1] صاحب ہدایہ المعتدی وغیرہ ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمعوا ذلک (موطا امام محمد) یعنی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے جس میں جہر سے قرأت کی تھی فارغ ہو کر فرمایا کیا تم لوگوں میں سے کسی نے میرے ساتھ اس وقت قرأت کی ہے پس ایک شخص نے کہا میں نے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کیا ہے مجھ کو کہ میں منازعت اور کشاکشی کیا جاتا ہوں قرآن میں پس باز رہے لوگ نماز جہری میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے سے جب کہ سُنا اس کو۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث مذکور سے قرأت خلف امام متنازعہ فیہا کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور اس کا مفصل بیان دوسرے باب میں آتا ہے[1] اور جب اس حدیث سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی تو اس سے عبادہ کی حدیث منسوخ کیونکر ہوگی اور اگر فرض کیا جائے کہ اس حدیث سے قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے تو بھی اس سے عبادہؓ کی حدیث منسوخ نہیں ہو سکتی اور اس کی چار وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ

نسخ کے واسطے تاریخ کا معلوم ہونا ضروری ہے یعنی جو حدیث منسوخ قرار دی جائے اس کو اس حدیث سے جو اس کی ناسخ ٹھہرائی جائے متاخر ہونا ضروری ہے کما تقرر فی مقرہ۔ اور مانحن فیہ میں ابوہریرہؓ کی حدیث کا عبادہؓ کی حدیث سے متاخر ہونا ثابت نہیں ہوتا اور یہ قول کہ عبادہؓ کی حدیث ابتدا اسلام میں تھی اور ابوہریرہؓ کی حدیث بعد اسلام ابوہریرہؓ کے، دعوے بلا دلیل ہے اور اس قول پر ابوہریرہؓ کے متاخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصولِ حدیث و اصولِ فقہ سے ناواقف ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اگرچہ ابوہریرہؓ کے متاخر الاسلام ہونے سے اُن کی حدیث کا عبادہؓ کی حدیث سے متاخر ہونا لازم نہیں آتا مگر متاخر ہونے کا احتمال تو ضرور ہے پس ہو سکتا ہے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث سے عبادہ کی حدیث منسوخ ہو چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں ولعل هذا ای حدیث ابی هریرة من طریق ابن اکیمة) هو الناسخ لما تقدم لان ابا هریرة متاخر الاسلام انتهی

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مجرد احتمال تاخر سے نسخ نہیں ثابت ہوتا اور اگر مجرد احتمال تاخر سے نسخ ثابت ہو تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ عبادہؓ کی حدیث سے ابوہریرہؓ ہی کی حدیث منسوخ ہے

[1] دوسرا حصہ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ احتمال ہے کہ عبادہ کی حدیث متأخر ہو۔ اسی وجہ سے مولوی عبدالحی صاحب نے ملا علی قاری کے قول کو رد کردیا ہے چنانچہ امام الکلام ص۲۰۱ میں لکھتے ہیں وفیہ (ای فی قول علی القاری المذکور) وھن ظاھر اما اولا فلان النسخ لا یثبت بالاحتمال و مجرد احتمال النسخ لا یبطل الاستدلال علی ما ھو مبسوط فی موضعہ وکون حدیث عبادۃ منسوخا بخبر ابی ھریرۃ مجرد احتمال لیس لہ سند یستند بہ فیحتمل ان یکون ھو الناسخ ویکون خبر الترک منسوخا بہ واما الاستشھاد بان اباھریرۃ متاخر الاسلام فباطل عند الاعلام لما تقرر فی مدارکھم وتبین فی اصولھم ان تاخر الاسلام الراوی لا یدل علی تاخر ورود المروی لجواز ان یکون سمعہ او اتاہ المتقدمۃ من صحابی متقدم فرواہ من غیر ذکرہ الا ان یوجد ما یدل علی حضورہ و شرکتہ ومشاھدتہ انتھی۔

دُوسری وجہ

دو مختلف حدیثوں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دینا اسی صورت میں صحیح ہے کہ جب اُن دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ناممکن ہو اور اگر تطبیق ہو سکتی ہو تو نسخ کا دعوے صحیح نہیں۔ نووی ص۲۸ شرح صحیح مسلم میں ہے لان النسخ لا یصار الیہ الا اذا عجزنا عن التاویل والجمع وعلمنا التاریخ انتھی شرح معانی الآثار میں ہے اولی الاشیاء اذا روی حدیثان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحتملا الاتفاق واحتملا التضاد ان نحملھا علی الاتفاق لا علی التضاد انتھی اور حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے ادعاء النسخ مع امکان الجمع بین الحدیثین علی خلاف الاصل اذ لا عبرۃ بمجرد التراخی انتھی کذا فی امام الکلام ص۲۰۳ اور حدیث عبادہؓ و حدیث ابو ہریرہؓ میں بہت اچھی طرح سے تطبیق ہو سکتی ہے وہ اس طرح پر کہ جملہ فانتھی الناس عن القراءۃ میں قرأت سے باواز بلند پڑھنا مراد لیا جائے یا سورۂ فاتحہ کے سوا پس اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ باز رہے لوگ باواز بلند پڑھنے سے یا ماسوا سورۂ فاتحہ کے پڑھنے سے امام الکلام ص۲۰۳ میں ہے واما ثانیا فلان دعوی النسخ انما یحتاج الیہا اذا تعذر الجمع بینھما ولیس کذلک لجواز حمل ترک القراءۃ علی ترک الجھر بالقراءۃ او علی ترک قراءۃ ما عدا الفاتحۃ انتھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری وجہ

ابوہریرہؓ کی حدیث میں مالی انازع القرآن تک تو حدیث مرفوع ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور اس سے قرأت خلف امام متنازعہ فیہا کی ممانعت کسی طرح ثابت نہیں ہوتی ہے کما استفق علیہ فی الباب الثانی ص۱۰۱ تا ص۱۲۹ اور فانتہی الناس سے آخر تک حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ زہری کا قول ہے اور بعض[1] نے اس کو ابوہریرہؓ کا قول بتایا ہے غرض حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے اور نیز منع قرأت فاتحہ خلف امام میں منصوص نہیں۔ اور عبادہؓ کی حدیث مرفوع ہے اور ساتھ اس کے قرأت فاتحہ خلف امام میں منصوص ہے پس تابعی یا صحابہ کے قول سے (اور وہ بھی کیسا کہ غیر منصوص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول منصوص ہرگز منسوخ نہیں ہوسکتا امام الکلام ص۲۰۱ میں ہے واما ثالثا فلانہ لیس فی خبر ابی ہریرۃ ما یفید ترک فاتحۃ الکتاب ایضا نصا مرفوعا بل ہو موقوف علی ابی ہریرۃ او علی من بعدہ وترک الفاتحۃ لیس الا ما یدل علیہ ظاہرہ واطلاقہ وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث عبادۃ فی صلوۃ الصبح لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب الخ مرفوعا نص قد سیق لاجازۃ قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ فیجب تقدیمہ والعمل بہ لکون المرفوع اقوی من غیر المرفوع والنص اقوی من الظاہر الذی ہو دون النص کما ہو مفصل فی کتب الاصول فکیف یمکن دعوی نسخ الاقوی بالادنی من غیر حجۃ مثبتۃ انتہی۔

چوتھی وجہ

اگر ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے عبادہؓ کی حدیث منسوخ ہوتی تو اس کا علم ابوہریرہؓ کو ضرور ہوتا اور اس حدیث ناسخ کے خلاف امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا فتوی ہرگز نہ دیتے حالانکہ ابوہریرہؓ کی فتوی دینا ثابت ہے۔ ابوالسائب فارسی نے جب قرأت فاتحہ خلف امام کا مسئلہ دریافت کیا تو ابوہریرہؓ نے کہا اقرأ بہا فی نفسک یعنی سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ امام الکلام ص۲۰۲ میں ہے واما رابعا فلان

---

[1] قولہ اور بعض نے اس کو الخ مگر یہ صحیح نہیں ہے امام بخاری تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں ہو من کلام الزہری پھر اس کے بعد لکھتے ہیں ولیس ہو من حدیث ابی ہریرۃ والمعروف عن ابی ہریرۃ انہ کان یامر بالقرأۃ قال ابوالسائب قال ابوہریرۃ اقرأ بہا فی نفسک انتہی اور بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں کیف یصح ذلک عن ابی ہریرۃ وابو ہریرۃ یامر بالقرأۃ خلف الامام فیما جہر وفیما خافت انتہی اور اس کے متعلق زیادہ تحقیق دوسرے باب میں لکھی گئی ہے ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خبر ابی هریرة لو کان ناسخا لحدیث عبادة کان اعلم به ولم یفت بخلافه مع انه افتی بقوله اقرأ بها فی نفسك بخلافه انتهی

تنبیہ

بعض علمائے حنفیہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور منسوخ ہے اور اس کی ناسخ حدیث واذا قرأ فانصتوا ہے اور بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ عبادہؓ کی حدیث کی ناسخ حدیث من کان له امام فقراءة الامام له قراءة اور بعضؒ نے اس کو آیہ واذا قرئ القرآن سے منسوخ ہونے کا دعوے کیا ہے۔ سو ان علما کے تینوں یہ دعوے باطل ہیں اور بطلان کی وجہ وجوہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ غیث الغمامؒ میں ہے دعوی کون حدیث عبادة منسوخ بحدیث واذا قرأ فانصتوا مردودة لعدم علم التاریخ والخصم ان یدعی العکس فهو دعوی منعکسة اور امام الکلام ص ۲۰۳ میں ہے وبهذا ظهر انه لا یمکن دعوی کون حدیث عبادة منسوخا بحدیث قراءة الامام قراءة له وغیر ذلك من الروایات الثابتة وکذا بالآیة القرآنیة لان ذلك کله مجرد دعوی لا تسمع الا بالشهادة المعادلة انتهی۔

چوتھی حدیث

عن زید بن واقد عن حرام بن حکیم ومکحول عن نافع بن محمود بن الربیع کذا قال انه سمع عبادة بن الصامت یقرأ بام القرآن وابو نعیم یجهر بالقراءة فقلت رایتك صنعت فی صلاتك شیئا قال وما ذاك قال سمعتك تقرأ بام القرآن وابو نعیم یجهر بالقراءة قال نعم صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بعض الصلوات التی یجهر فیها بالقراءة فلما انصرف قال منکم من احد یقرأ شیئا من القرآن اذا جهرت بالقراءة قلنا نعم یا رسول الله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا اقول مالی انازع القرآن فلا یقرأن احد منکم شیئا من القرآن اذا جهرت بالقراءة الا بام القرآن رواه الدارقطنی وقال هذا اسناد حسن ورجاله ثقات کلهم

یعنی نافع بن محمود سے روایت ہے کہ اُنھوں نے عبادہ بن صامتؓ کو سُنا کہ وہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے حالانکہ ابو نعیم جہر سے قرأت کر رہے تھے۔ پس کہا کہ میں نے آپ کو نماز میں ایک شے کرتے دیکھا ہے۔ عبادہؓ نے کہا وہ شے کیا ہے کہا کہ آپ کو میں نے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا حالانکہ ابو نعیم جہر سے قرأت کرتے تھے۔ عبادہؓ نے کہا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ بعض وہ نماز پڑھی

لہ صاحب خاتمۃ الخطاب وغیرہ ۱۲ لہ فی کون الحدیث قراءة الامام الخ ثابتا نظر کما ستقف علیه فی الباب الثانی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں جہر سے قرأت کی جاتی ہے پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کوئی تم میں سے کچھ قرآن پڑھتا ہے جبکہ میں جہر سے قراءت کرتا ہوں۔ ہم لوگوں نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ پس فرمایا کیا ہے مجھ کو کہ میں منازعت اور کشاکشی کیا جاتا ہوں قرآن میں۔ پس ہرگز نہ پڑھے تم میں سے کوئی کچھ قرآن جب کہ میں جہر سے قرأت کروں مگر سورۂ فاتحہ۔ روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور کہا کہ یہ اسناد حسن ہے اور اس کے کل راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے بھی صراحۃً معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں نافع بن محمود واقع ہیں اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں ان کو مستور لکھا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ حافظ ذہبی نے (جن کی نسبت حافظ ابن حجر شرح نخبۃ صـ ۔ میں لکھتے ہیں ھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال) کاشف میں نافع بن محمود کو ثقہ لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں نافع بن محمود المقدسی عن عبادۃ بن الصامت وعنہ مکحول وحرام بن حکیم ثقۃ انتھی اور ابن حبان نے بھی ان کی توثیق کی ہے خلاصہ میں ہے نافع بن محمود بن الربیع الانصاری عن عبادۃ بن الصامت وعنہ مکحول وثقہ ابن حبان اور دارقطنی نے بھی ان کی توثیق کی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے۔ پس جب دارقطنی اور ابن حبان اور ذہبی نے نافع بن محمود کی توثیق کی تو یہ ہرگز مستور نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ مستور تو اسے کہتے ہیں کہ جس سے دو شخص روایت کریں اور کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔ شرح نخبہ صـ ۴۹ میں ہے وان روی عنہ اثنان فصاعد اولم یوثق فھو مجھول الحال وھو المستور انتھی۔

مولوی عبدالحی صاحب غیث الغمام صـ ۱۱۹ میں لکھتے ہیں ومنھا ای من وجوہ الجواب عن حدیث عبادۃ) ان من رواۃ ذلک الحدیث فی بعض الاسانید المخرجۃ فی سنن ابی داؤد وغیرہ نافع بن محمود ابن الربیع الانصاری وھو مجھول کما نقلہ فی تھذیب التھذیب عن ابن عبد البر۔ وجوابہ ان ھذا الحدیث قد اخرجہ الدارقطنی وقال ھذا حدیث حسن ورجالہ ثقات کما ذکرہ فی تھذیب التھذیب ایضاً وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات وعبارتہ ھکذا نافع بن محمود بن دبیعۃ من اھل ایلیاء یروی عن عبادۃ وعنہ حرام بن حکیم۔

لہ صاحب آثار السنن وغیرہ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومتن خبرہ فی القرأۃ خلف الامام یخالف متن خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ کانھما حدیثان احدھما اتم من الآخر وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع ونافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزھری الخبر عن محمود بن الربیع مختصر غیر مستقصی انتھی کلامہ۔

علاوہ بریں نافع بن محمود کی حدیث مذکور بہت طریقوں سے مروی ہے پس اگر بالفرض نافع بن محمود مستور ہوتے تو بھی کثرت طرق کی وجہ سے ان کی حدیث مذکور مقبول ہوتی اور ان کا مستور ہونا قادح نہ ہوتا۔ غیث الغمام میں ہے وقد یقال ایضا ان من روایۃ ابی داؤد وغیرہ نافع بن محمود بن الربیع الانصاری وھو مستور الحال ویدفع بان ھذا المقدار من القدح ینجبر بکثرۃ الطرق انتھی اور شرح نخبہ ص۱۲ میں ہے فان خف الضبط فھو الحسن لذاتہ لالشئ خارج وھو الذی یکون حسنہ بسبب الاعتضاد نحو حدیث المستور اذا تعددت طرقہ انتھی مختصراً۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ دارقطنی نے جو نافع بن محمود کی تعدیل کی ہے اس سے نافع کا عند الجمہور ثقہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نافع بن محمود مجہول الوصف ہیں نہ مجہول العین اس واسطے کہ ان سے حرام بن حکیم اور مکحول کا روایت کرنا ثابت ہے اور دارقطنی کا یہ مذہب ہے کہ جب کسی مجہول سے دو ثقہ روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔ قال السخاوی فی فتح المغیث قال الدارقطنی من روی عنہ ثقتان فقد ارتفعت جہالتہ وثبتت عدالتہ انتھی پس ہو سکتا ہے کہ دارقطنی نے نافع بن محمود کی تعدیل باعتبار اپنے مذہب کے کی ہو

جواب اس کا یہ ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ نافع بن محمود کی توثیق ابن حبان اور ذہبی نے بھی کی ہے تو یہ احتمال کہ ہو سکتا ہے کہ دارقطنی ان کی تعدیل باعتبار اپنے مذہب کے کی ہو محض بیکار اور لایعنی ہو علاوہ بریں دارقطنی نے نافع بن محمود کو ثقہ کہا ہے اور ثقہ اس راوی کو کہتے ہیں جو عادل اور ضابط ہو پس جو راوی عادل ہو ضابط نہ ہو۔ یا ضابط ہو عادل نہ ہو تو اس کو ثقہ نہیں کہیں گے۔ پس اگر دارقطنی نے نافع بن محمود کی تعدیل باعتبار اپنے مذہب کے کی ہوتی تو ان پر لفظ ثقہ کا اطلاق نہ کرتے بلکہ لفظ عدل یا عادل کا اطلاق کرتے کیونکہ دارقطنی کے نزدیک دو ثقہ کے روایت کرنے سے اس مجہول کی فقط عدالت ثابت ہوتی ہے اور ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ دو ثقہ کے روایت کرنے سے اس مجہول کا ثقہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ پس جب دارقطنی نے نافع بن محمود پر لفظ ثقہ کا اطلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تو ان کا عند الجمہور بھی ثقہ ہونا ثابت ہو گیا۔

اگر کوئی کہے کہ بعض[1] حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابن حبان متساہل ہیں۔ انھوں نے کتاب الثقات میں بہت سے ضعفا کو داخل کر دیا ہے لہذا اس کتاب میں ابن حبان نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں پس ابن حبان کے توثیق سے نافع کی جہالت مرتفع نہیں ہو سکتی۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس نے یہ لکھا ہے وہ فن حدیث سے ناواقف ہے اور کتاب ثقات ابن حبان کو ناقابل اعتبار بتانا اس کے ناواقف ہونے کی ظاہر دلیل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں مگر ساتھ اس کے ان کی وہ توثیق جس کی نسبت کسی ناقد فن نے کچھ کلام نہیں کیا ہے بلا شبہ مستند و معتبر ہے اور اس سے مجہول کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ یہاں ہم علامہ سیوطی کا ایک مضمون جس کو انہوں نے اپنی نفیس اور مفید کتاب تدریب الراوی[ص۲۱۳] میں فائدہ کے عنوان سے لکھا ہے نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ اس مضمون سے ابن حبان کی توثیق کا معتمد ہونا اور ان کی توثیق سے مجہول کی جہالت کا مرتفع ہونا بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ جھل جماعۃ من الحفاظ قوما من الرواۃ لعدم علمھم بھم وھم معروفون بعدالۃ عند غیرھم وانا اسردما فی الصحیحین من ذالک احمد بن عاصم البلخی جھلہ ابوحاتم لانہ لا یخبر بحالہ ووثقہ ابن حبان وقال روی عنہ اھل بلدہ۔ ابراھیم بن عبد الرحمن المخزومی جھلہ ابن القطان وعرفہ غیرہ ووثقہ ابن حبان وروی عنہ جماعۃ۔ اسامۃ بن حفص المدنی جھلہ الساجی وابو القاسم اللالکائی قال الذھبی لیس بمجھول روی عنہ اربعۃ اسباط۔ ابو الیسع جھلہ ابوحاتم وعرفہ البخاری۔ بیان بن عمرو جھلہ ابوحاتم ووثقہ ابن المدینی وابن حبان و ابن عدی وروی عنہ البخاری وابو زرعۃ وعبید اللہ بن واصل۔ الحسین بن حسن بن یسار جھلہ ابوحاتم ووثقہ احمد وغیرہ۔ الحکم بن عبد اللہ المصری جھلہ ابوحاتم ووثقہ الذھلی وروی عنہ اربعۃ ثقات۔ عباس بن الحسین القنطری جھلہ ابوحاتم ووثقہ احمد وابنہ وروی عنہ البخاری والحسن بن علی المعمری وموسی بن ھرون الحمال وغیرھم۔ محمد بن الحکم المروزی جھلہ ابوحاتم ووثقہ ابن حبان وروی عنہ البخاری انتھی۔

[1] صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ حفاظ محدثین کی ایک جماعت نے متعدد رواۃ کو مجہول کہا ہے اس سبب سے کہ اُن کو ان رواۃ کا حال معلوم نہ تھا حالانکہ یہ رواۃ اور حفاظ کے نزدیک معروف بالعدالت ہیں رمیں صحیحین کی اس قسم کے رواۃ کو بیان کرتا ہوں۔ از انجملہ احمد بن عاصم بلخی ہیں۔ ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور از انجملہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن ہیں۔ ابن القطان نے ان کو مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور اسامہ بن حفص ہیں ساجی اور لالکائی نے ان کو مجہول کہا ہے اور ذہبی نے کہا کہ یہ مجہول نہیں ہیں اور ابو یسیع ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور بخاری کے نزدیک، یہ مجہول نہیں ہیں۔ اور بیان بن عمرو ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور ابن المدینی اور ابن حبان اور ابن عدی نے ان کی توثیق کی ہے اور حسین بن حسن بن یسار ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور احمد وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور حکم بن عبداللہ ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور ذہلی نے ان کی توثیق کی ہے اور عباس بن حسین ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور احمد اور ان کے بیٹے نے ان کی توثیق کی ہے اور محمد بن حکم ہیں ابو حاتم نے ان کو مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ ابن حبان کی توثیق عند المحدثین معتبر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ نافع بن محمود کی توثیق ابن حبان کے علاوہ دارقطنی اور حافظ ذہبی نے بھی کی تو کیا نافع کی جہالت مرتفع نہیں ہوگی؟ اور بعض ناآشنایان فن حدیث نے جو اپنی کوتہ نظری کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ابن حبان کی توثیق سے مجہول کی جہالت مرتفع نہیں ہو سکتی۔ سو ان کو حافظ کا وہ قول دکھلانا چاہیے جس کو انہوں نے القول المسدد ص۳۱ میں ابن الجوزی کے قول (عاصم فی عداد المجھولین) کے جواب میں لکھا ہے اور حافظ کا وہ قول یہ ہے ماھو ای عاصم من المجھولین کما قال ای ابن الجوزی بل ذکرہ ابن حبان فی الثقات انتھی۔ الحاصل نافع بن محمود کی روایت مذکورہ صحیح اور مقبول ہے اور اس روایت کی نسبت دارقطنی کا یہ قول ھذا اسناد حسن ورجالہ ثقات کلھم نہایت صحیح اور بجا ہے۔ اور جس نے یہ لکھا ہے کہ نافع مجہول ہیں اور ابن حبان وغیرہ کی توثیق سے ان کی جہالت مرتفع نہیں ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتی۔ وہ فن حدیث سے ناواقف ہے۔

اور واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک مستور کی روایت مقبول ہے شرح نخبہ ص۴۹ میں ہے وقد قبل روایتہ ای المستور جماعۃ بغیر قید انتھی۔ اور شرح شرح نخبہ میں ہے منھم ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ و تبعہ ابن حبان اذ العدل عندہ من لا یعرف فیہ الجرح قال والناس فی احوالھم علی الصلاح والعدالۃ حتی یظھر منھم ما یوجب الجرح ولم یکلف الناس بما غاب عنھم وانما کلفوا بالحکم بالظاھر قال اللہ تعالیٰ ولا تجسسوا ولان مبنی الاخبار علی حسن الظن انتھی یعنی ان لوگوں میں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو مستور کی روایت کو بغیر کسی قید کے مقبول و معتبر بتاتے ہیں اور ابن حبان نے امام صاحب کی تبعیت کی ہے یعنی ابن حبان کے نزدیک بھی مستور کی روایت مقبول ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک عدل وہ شخص ہے جس میں جرح نہ معلوم ہو۔ امام صاحب نے کہا لوگ اپنے احوال میں صلاح اور عدالت پر ہیں یہاں تک کہ ان میں کوئی امر موجب جرح ظاہر ہو اور لوگوں کو ان امور کی تکلیف نہیں دی گئی ہے جو ان سے غائب ہیں فقط ظاہر پر حکم کرنے کے لوگوں کو تکلیف دی گئی ہے اور تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تجسسوا یعنی بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور اس وجہ سے کہ اخبار کا مدار حسن ظن پر ہے جب معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستور کی روایت مقبول ہے پس اگر بالفرض نافع بن محمود مستور ہوتے تو بھی حنفیہ ان کے حدیث کو ضعیف نہیں کہہ سکتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ ابن حبان نے نافع بن محمود کی نسبت کتاب الثقات میں لکھا ہے وحدیثہ معلل جیسا کہ بعض[^1] حنفیہ نے میزان ذہبی سے نقل کیا ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ بلاشبہ میزان الاعتدال مطبوعہ مطبع انوار محمدی میں نافع بن محمود کا ترجمہ بایں عبارت چھپا ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال حدیثہ معلل وروی عنہ مکحول ایضا لیکن واضح ہو کہ لفظ وحدیثہ معلل اصل کتاب ثقات ابن حبان میں نہیں ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور حافظ برہان الدین سبط ابن العجمی نے نہایۃ السول فی رواۃ الستۃ الاصول میں اور مولوی عبدالحی صاحب نے غیث الغمام میں نافع بن محمود کا پورا ترجمہ ثقات ابن حبان سے نقل کیا ہے مگر ان لوگوں کی عبارتوں میں بھی وحدیثہ معلل نہیں ہے

[^1]: صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب پہلے اصل کتاب ثقات ابن حبان سے نافع بن محمود بن ربیعہ کا پورا ترجمہ حرفاً حرفاً نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اور کتابوں کی عبارتیں نقل کی جائیں گی۔

اصل کتاب[1] ابن حبان سے نافع بن محمود کا پورا ترجمہ

نافع بن محمود بن ربیعۃ من اهل ایلیاء یروی عن عبادۃ بن الصامت روی عنہ حرام بن حکیم ومکحول متن خبرہ فی القراءۃ خلف الامام یخالف متن خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ کانهما حدیثان احدهما اتم من الاخر وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع ونافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزهری الخبر عن محمود بن الربیع عن عبادۃ مختصر غیر مستقصی انتهی کلام ابن حبان من اصل کتابہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں نافع بن محمود کا ترجمہ اسی قدر لکھا ہے جو تمامہا و بعینہا یہاں نقل کیا گیا ہے دیکھو اس میں لفظ وحدیثہ معلل نہیں ہے

اب ان کتابوں کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں ثقات ابن حبان سے نافع کا پورا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

تہذیب[2] التہذیب کی عبارت

نافع بن محمود بن الربیع ویقال ابن ربیعۃ الانصاری سکن ایلیا روی عن عبادۃ بن الصامت فی القراءۃ خلف الامام وعنہ مکحول وحرام بن حکیم ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت تتمۃ کلامہ ومتن خبرہ یخالف متن خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت کانهما حدیثان وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع وعن نافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزهری الخبر عن محمود بن الربیع مختصر غیر مستقصی انتهی وقال الدارقطنی لما اخرج الحدیث هذا الحدیث حسن ورجالہ ثقات وقال ابن عبد البر نافع مجهول انتهت عبارۃ تهذیب التهذیب من اصل کتابہ دیکھو حافظ نے تہذیب التہذیب میں ثقات ابن حبان سے نافع کا پورا ترجمہ نقل کیا ہے مگر اس میں بھی لفظ وحدیثہ معلل نہیں ہے۔

نہایۃ[3] السؤل کی عبارت

نافع بن محمود بن الربیع او ربیعۃ الانصاری المقدسی عن عبادۃ بن الصامت وحرام بالراء

---

[1] حیدرآباد کے کتب خانہ میں ثقات ابن حبان کا نسخہ موجود ہے اسی نسخہ سے نافع کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے ۱۲

[2] رام پور کے کتب خانہ میں تہذیب التہذیب کا نسخہ موجود ہے اسی نسخہ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے ۱۲

[3] رام پور کے کتب خانہ میں نہایۃ السؤل کا نسخہ موجود ہے اسی نسخہ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ای المھملۃ کذا ذکرہ ابن ماکولا فی الکمال ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولفظہ نافع بن محمود بن ربیعۃ من اھل ایلیاء یروی عن عبادۃ بن الصامت روی عنہ حرام بن حکیم ومکحول متن خبرہ فی القرأۃ خلف الامام یخالف خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ فکانہما حدیثان احدھما اتم من الآخر وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع ونافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزھری الخبر عن محمود بن الربیع مختصرا غیر مستقصی انتھی انتھت عبارۃ نہایۃ السول من اصل کتابہ ۔ دیکھو حافظ برہان الدین نے بھی نہایۃ السول میں نافع کا پورا ترجمہ ثقات ابن حبان سے نقل کیا ہے مگر اس میں بھی لفظ وحدیثہ معلل نہیں ہے

غیث الغمام کی عبارت

وجوابہ ان ھذا الحدیث قد اخرجہ الدارقطنی وقال ھذا حدیث حسن ورجالہ ثقات کما ذکرہ فی تھذیب التھذیب ایضا وقد ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات وعبارتہ ھکذا نافع بن محمود بن ربیعۃ من اھل ایلیاء یروی عن عبادۃ وعنہ حرام بن حکیم ومتن خبرہ فی القرأۃ خلف الامام یخالف متن خبر محمود بن الربیع عن عبادۃ کانہما حدیثان احدھما اتم من الآخر وعند مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع ونافع بن محمود بن ربیعۃ وعند الزھری الخبر عن محمود بن الربیع مختصر غیر مستقصی انتھی کلامہ انتھت عبارۃ غیث الغمام دیکھو غیث الغمام میں بھی ثقات ابن حبان سے نافع کا پورا ترجمہ نقل کیا گیا ہے مگر اس میں بھی لفظ وحدیثہ معلل نہیں ہے۔ اب صاف ثابت ہو گیا کہ ثقات ابن حبان میں لفظ وحدیثہ معلل ہرگز نہیں ہے اور ہاں یہ بھی واضح رہے کہ حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں نافع کا ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے ؎ مگر انھوں نے بھی وحدیثہ معلل کا لفظ نہیں ذکر کیا۔ اور علامہ خزرجی نے خلاصہ میں نافع کی توثیق ابن حبان سے نقل کی ہے لیکن انھوں نے وحدیثہ معلل کا لفظ نہیں ذکر کیا ہے۔ اب ان دونوں کتابوں سے نافع بن محمود کا پورا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

تہذیب الکمال سے نافع بن محمود کا پورا ترجمہ

نافع بن محمود بن الربیع ویقال ابن ربیع الانصاری من اھل ایلیا روی عن عبادۃ بن الصامت روی عنہ حرام بن حکیم الدمشقی ومکحول الشامی ذکرہ ابن حبان فی کتاب

لـه ای جواب جہالۃ نافع بن محمود ۱۲ ۔ ؎ حیدرآباد کے کتب خانہ میں تہذیب الکمال کا نسخہ موجود ہے اسی نسخہ سے نافع کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثقات روی له البخاری فی القرأۃ خلف الامام وفی افعال العباد وابوداؤد والنسائی وقد وقع لنا حدیثه بعلوا خبرنا به ابو اسحق الدرجی قال انبانا ابو جعفر الصیدلانی ومحمد بن معمر الفاخر وغیرہ احدثنا لوا خبرتنا فاطمة بنت عبد اللہ قالت اخبرنا ابوبکر بن ریذۃ قال اخبرنا ابو القاسم الطبرانی قال حدثنا احمد بن المعلی الدمشقی قال حدثنا ھشام بن عمار قال حدثنا صدقة بن خالد عن زید بن واقد عن حرام بن حکیم ومکحول عن نافع بن محمود بن ربیعة الانصاری عن عبادۃ بن الصامت قال صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوۃ التی یجھر فیھا بالقرأۃ فقال الا لا یقرأن احد منکم اذا جھر الامام الا بام القرآن رواہ البخاری عن ھشام بن عمار فوافقناہ فیه بعلو وفیه ذکر قصة ورواہ النسائی عن ھشام بن عمار ولم یذکر مکحولا فی اسنادہ ورواہ ابو داؤد من وجه اخر عن مکحول وحدہ وذکر القصة انتھت عبارۃ تھذیب الکمال من اصل کتابه

خلاصہ سے نافع بن محمود کا پورا ترجمہ

نافع بن محمود بن الربیع الانصاری عن عبادۃ بن الصامت وعنه مکحول وثقه ابن حبان انتھی

دیکھو ان دونوں کتابوں میں بھی وحدیثه معلل کا لفظ نقل نہیں کیا گیا ہے المختصر ثقات ابن حبان میں لفظ وحدیثه معلل ہرگز نہیں ہے۔ پس اگر میزان الاعتدال کا نسخ قلمیہ صحیحہ میں لفظ وحدیثه معلل موجود ہے تو حافظ ذہبی کا یہ وہم ہے اور اگر نسخ قلمیہ اس لفظ سے پاک ہیں تو بلاشبہ یہ طبع کی غلطی ہے۔ پس اس لفظ کو نافع بن محمود کی حدیث مذکور کے تضعیف میں پیش کرنا ناواقفی اور کوتاہ نظری کی دلیل ہے۔

پانچویں حدیث

عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم تقرؤن والامام یقرأ قالوا انا لنفعل قال لا الا ان یقرأ احدکم بفاتحة الکتاب رواہ احمد والبیھقی والبخاری فی جزئه وفی روایة البخاری الا ان یقرأ احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه ونحوہ فی روایة البیھقی وقال ھذا اسناد صحیح واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم ثقة فترک ذکر اسمائھم فی الاسناد لا یضر اذا لم یعارضه ما ھو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصح منہ وقال الحافظ فی التلخیص ۵۳ اسنادہ حسن **حاصل ترجمہ** اس حدیث کا یہ ہے کہ محمد بن ابی عائشہ نے ایک صحابی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم لوگ پڑھتے ہو جب کہ امام پڑھتا ہے۔ لوگوں نے کہا بے شک ہم لوگ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں مگر سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھنا چاہیئے۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد نے اور بخاری نے جزء القراءۃ میں اور بیہقی نے اور کہا بیہقی نے یہ اسناد صحیح ہے اور کہا حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اسناد اس حدیث کی حسن ہے۔ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔

تنبیہ

بعض حنفیہ[ؒ] نے لکھا ہے کہ محمد بن ابی عائشہ کی روایت متصل السند نہیں ہے کیونکہ وہ طبقہ رابعہ سے ہیں جن کی اکثر روایات تابعین سے ہیں انھوں نے عن رجل من الصحابۃ کہا ہے اس صحابی کا نام نہیں لیا ہے کہ دیکھا جاتا کہ آیا معاصرت و لقا ہے یا نہیں پس بوجہ عدم ثبوت معاصرت وہ روایت متصل السند نہیں ہوسکتی۔ اور محدثین کا یہ قول (جہالۃ اسم الصحابی لا تضر فی الاسناد) محمول ہے اس صورت پر کہ تابعی معنعنا روایت نہ کرے بلکہ سماع کی تصریح کردے۔ عراقی نے اس پر تنصیص کی ہے جیسا کہ سیوطی نے تدریب میں نقل کیا ہے

جواب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی تابعی (صغیر ہو یا کبیر) عن رجل من الصحابۃ یا حدثنا رجل من الصحابۃ کہے یعنی صحابی مجہول الاسم سے معنعنا روایت کرے یا مصرحا بالسماع۔ تو اس کی وہ روایت دونوں حالت میں عند المحدثین متصل السند ہوتی ہے اور محدثین کا قول مذکور دونوں حالت کو عام ہے ہاں اگر تابعی مدلس ہو تو اس صورت میں البتہ بدون تصریح سماع کے اس کی روایت متصل السند نہیں ہوسکتی ثبوت اس کا اولا یہ ہے کہ اصول حدیث میں یہ مسئلہ صاف طور پر محقق ہوچکا ہے کہ وہ اسناد معنعن متصل ہوتی ہے جس میں راوی معنعن مدلس نہ ہو۔ اور ساتھ اس کے اس راوی معنعن اور مروی عنہ میں لقا بھی ممکن ہو۔ یا یوں کہو کہ دونوں میں معاصرت[ؒ] ہو۔ **نووی** نے تقریب[۲۳] میں لکھا ہے

[ؒ] کیونکہ عند المحدثین معاصرت سے مراد امکان لقاہی ہے۔ تدریب الراوی ۲۳ میں ہے منہم من لم یشترط شیئا من ذلک واکتفی بامکان اللقاء وعبر عنہ بالمعاصرۃ انتہی ۱۲ - [ؒ] صاحب آثار السنن ۱۲

www.KitaboSunnat.com

المعنعن وھو فلان عن فلان قیل انہ مرسل والصحیح الذی علیہ العمل وقالہ الجماھیر من اصحاب الحدیث والفقہ والاصول انہ متصل بشرط ان لا یکون المعنعن مدلسا وبشرط امکان اللقاء بعضھم بعضا انتھی اور اسی طرح مقدمہ شرح مسلم میں بھی لکھا ہے اور علامہ سید شریف نے اپنے مختصر میں لکھا ہے والمعنعن ھو ما یقال فی سندہ فلان عن فلان والصحیح انہ متصل اذا امکن اللقاء من البراءۃ من وصمۃ التدلیس انتھی اور علامہ ابن الملقن نے تذکرۃ فی الحدیث میں لکھا ہے والمعنعن وھو ما اتی فیہ بصیغۃ عن کفلان عن فلان وھو متصل ان لم یکن تدلیس وامکن اللقاء انتھی اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں[ص ۲۱] کھا ہے ان القول الشائع المتفق علیہ بین اھل العلم بالاخبار والروایات قدیما وحدیثا ان کل رجل ثقۃ روی عن مثلہ حدیثا وجائز ممکن لہ لقاءہ والسماع منہ لکونھما جمیعا کانا فی عصر واحد وان لم یات فی خبر قط انھما اجتمعا ولا تشافھا بکلام فالروایۃ ثابتۃ والحجۃ بھا لازمۃ الا ان تکون ھناک دلالۃ بینۃ ان ھذا الراوی لم یلق من روی عنہ او لم یسمع منہ شیئا فاما والامر مبھم علی الامکان الذی فسرنا فالروایۃ علی السماع ابدا انتھی جب معلوم ہوا کہ بشرط عدم تدلیس راوی مُعَنعِن وامکان لقا اسناد مُعَنعَن متصل ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ جب تابعی صغیر ہو یا کبیر بشرطیکہ مدلس نہ ہو صحابی مجہول الاسم سے معنعنا روایت کرے تو اس کی وہ روایت متصل السند ہوتی ہے جیساکہ تصریح سماع کی صورت میں اور محدثین کا قول مذکور دونوں صورتوں کو عام ہے اور یہیں سے حدیث محمد بن ابی عائشہ کی سند کا متصل ہونا بھی ظاہر ہوگیا کیونکہ محمد بن ابی عائشہ ثقات تابعین سے ہیں اور نہ مدلس ہیں اور نہ صاحب ارسال۔ اور ساتھ اس کے ان کو رجل من الصحابہ سے (جن سے انھوں نے بلفظ عن روایت کیا ہے) لقا بھی ممکن ہے کیونکہ جب یہ تابعی ہیں تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں اور رجل من الصحابہ میں (جن سے انھوں نے معنعنا روایت کیا ہے) لقا ناممکن ہے۔ اور ثانیا یہ ہے کہ بہتیری روایتیں ایسی ہیں کہ جن میں تابعی نے عن رجل من الصحابۃ کہا ہے یعنی صحابی مجہول الاسم سے معنعنا روایت کیا ہے اور سماع نہیں بیان کیا ہے مگر پھر بھی محدثین نے ان روایتوں کے حسن یا صحیح ہونے کی تصریح کی ہے از انجملہ ایک یہی محمد بن ابی عائشہ کی روایت ہے کہ انھوں نے عن رجل من اصحاب النبی صلعم کہا ہے اور حافظ نے اس روایت کی نسبت کہا ہے اسنادہ حسن اور بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں لکھا ہے ھذا اسناد صحیح واصحاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النبی صلعم کلہم ثقۃ فترک ذکر اسماءھم فی الاسناد لا یضر اذا لم یعارضہ ما ھو اصح منـــہ اور
ازانجملہ ابوداؤد ص۸۰ کی ایک یہ روایت ہے عن عروۃ بن الزبیر عن امرأۃ من بنی النجار قالت
کان بیتی اطول بیت حول المسجد الحدیث حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص۲۴۶ جلد ا میں اس
روایت کے حسن ہونے کی تصریح کی ہے چنانچہ ابوداؤد سے اس کو نقل کرکے لکھتے ہیں اسنادہ حسن
اور ازانجملہ ابوداؤد ص۲۱ کی ایک یہ روایت ہے عن موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید عن امرأۃ من بنی
عبد الاشہل قالت قلت یا رسول اللہ ان لنا طریقا الی المسجد منتنۃ الحدیث خطابی نے
معالم السنن میں لکھا تھا والحدیث فیہ مقال لان امرأۃ من بنی عبد الاشہل مجہولۃ والمجہول
لا تقوم بہ الحجۃ اس پر حافظ منذری تلخیص ابی داؤد میں لکھتے ہیں ما قالہ الخطابی ففیہ نظر فان
جہالۃ اسم الصحابی غیر مؤثرۃ فی صحۃ الحدیث اور ازانجملہ نسائی اور احمد کی ایک یہ روایت ہے
عن طاؤس عن رجل ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
الطواف صلوۃ الحدیث حافظ ابن حجر تلخیص ص۴۹ میں اس روایت کے نسبت لکھتے ہیں ھذہ الروایۃ
صحیحۃ والظاہر ان المبہم فیہا ھو ابن عباس وعلی تقدیر ان یکون غیرہ فلا یضر ابہام الصحابۃ
انتہی اور ازانجملہ جامع ترمذی ص۵۸۴ کی ایک یہ روایت ہے عن جری النہدی عن رجل من بنی
سلیم قال عدھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یدی الحدیث ترمذی نے اس حدیث کو روایت
کرکے لکھا ہے ھذا حدیث حسن اور ازانجملہ صحیح مسلم ص۵۸ جلد ۲ کی ایک یہ روایت ہے عن ابن
شہاب قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن وسلیمان بن یسار مولی میمونۃ زوج النبی صلعم
عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلعم من الانصار ان رسول اللہ صلعم اقر القسامۃ الحدیث

امام مسلم کا اس روایت کو اپنے صحیح میں روایت کرنا اس کے متصل السند ہونے کی کافی دلیل ہے۔
دیکھو یہ چند روایتیں ہیں جن کو تابعی نے صحابی مجہول الاسم سے معنعنا روایت کیا ہے اور سماع کی
تصریح نہیں کی ہے مگر پھر بھی ائمہ حدیث نے ان روایتوں کے حسن یا صحیح ہونے کی صاف تصریح کی ہے
اور ان کے سوا اس قسم کی اور بہتیری روایتیں ہیں جن کے لکھنے میں طول ہے پس ثابت ہوا کہ جب تابعی
صغیر ہو یا کبیر صحابی مجہول الاسم سے معنعنا روایت کرے تو اس کی وہ روایت متصل السند ہوتی ہے
جیسا کہ تصریح سماع کی صورت میں اور محدثین کا قول جہالۃ اسم الصحابۃ لا تضر فی الاسناد دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتوں کو عام ہے اور جب یہ ثابت ہوا تو محمد بن ابی عائشہ کی حدیث مذکورہ کا متصل السند ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اور عراقی نے جو اس امر پر تنصیص کی ہے کہ تابعی کی وہ روایت جو مصرحا بالسماع ہو متصل ہے اور جو معنعنا ہو وہ غیر متصل۔ اور جو انھوں نے محدثین کے قول مذکور کو صرف صورت اولیٰ پر محمول کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ پہلے یہ تفریق صیرفی شافعی نے کی ہے اور عراقی نے اس تفریق کی نسبت لکھا ہے ھو حسن متجہ۔ تدریب[119] الراوی میں ہے وقد روی البخاری عن الحمیدی قال اذا صح الاسناد عن الثقات الی رجل من الصحابۃ فھو حجۃ وان لم یسم ذلک الرجل وقال الاثرم قلت لاحمد بن حنبل اذا قال رجل من التابعین حدثنی رجل من الصحابۃ ولم یسمہ فالحدیث صحیح قال نعم قال وفرق الصیرفی من الشافعیۃ بین ان یرویہ التابعی عن الصحابی معنعنا او مصرحا بالسماع قال[ع] وھو حسن متجہ وکلام من اطلق قبولہ محمول علی ھذا التفصیل انتھی۔ لیکن صیرفی شافعی کے سوا ائمہ حدیث میں سے نہ کسی نے یہ تفریق کی ہے اور نہ عراقی کے سوا کسی نے اس تفریق کی تحسین اور محدثین کے قول مذکور کے عام ہونے کے ثبوت میں جو دو ثبوت اولاً و ثانیاً کے عنوان سے ابھی اوپر بیان کئے گئے ہیں یہ دونوں ثبوت اس تفریق کے ناقابلِ اعتبار اور غیر مسموع ہونے کے لیئے کافی و شافی ہیں۔ اور حافظ ابن حجر نے اس تفریق کے ناقابلِ اعتبار ہونے کی وجہ جو لکھی ہے اس کو حافظ سخاوی نے فتح المغیث صـ۶۲ میں ان لفظوں میں نقل کیا ہے لان التابعی اذا کان سالما من التدلیس حملت عنعنتہ علی السماع وھو ظاھر قال ای الحافظ ابن حجر ولا یقال انما یتاتی ھذا فی حق کبار التابعین الذین جل روایتھم عن الصحابۃ بلا واسطۃ واما صغار التابعین الذین جل روایتھم عن التابعین فلا بد من تحقق ادراکہ لذلک الصحابی والغرض انہ لم یسمہ حتی نعلم ھل ادرکہ ام لا لانا نقول سلامتہ من التدلیس کافیۃ فی ذلک اذ مدار ھذا علی قوۃ الظن وھی حاصلۃ فی ھذا المقام انتھی۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ تابعی جب تدلیس سے سالم ہو تو اس کا عنعنہ سماع پر محمول ہوگا اور یہ ظاہر ہے اور کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ (یعنی تابعی کے عنعنہ کا سماع پر محمول ہونا) صرف کبار تابعین کے بارے میں درست ہوگا جن کی اکثر روایتیں صحابہ سے بلا واسطہ ہیں لیکن صغار تابعین (جن کی اکثر روایتیں

ع ای العراقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تابعین سے ہوتی ہیں) کے بارے میں درست نہیں ہوگا پس اس صورت میں تابعی اور صحابی میں لقا کا متحقق ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ ہم یہ جواب دیں گے کہ تابعی کا تدلیس سے سالم ہونا لقا کے متحقق ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ مدار اس کا قوۃ ظن پر ہے اور یہ اس مقام میں حاصل ہے۔ حافظ ابن حجر کے اس کلام سے صیرفی شافعی کے تفریق کا نامقبول اور غیر معتبر ہونا بہت اچھی طرح سے ظاہر ہے صیرفی کی تفریق مذکور کا غیر صحیح ہونا امام حمیدی کے قول مذکور (اذا صح الاسناد عن الثقات الی رجل من الصحابۃ فھو حجۃ سے بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ قول بعمومہ تابعی کی اس روایت کو شامل ہے جو رجل من الصحابۃ سے معنعنا ہو اور امام احمد نے اگرچہ اثرم کے خاص سوال (یعنی تابعی جب حدثنی رجل من الصحابۃ کہے تو اس کی حدیث صحیح ہے یا نہیں) کے جواب میں نعم فرمایا لیکن مراد عام ہی ہے اس خاص سوال کے جواب میں نعم کہنے سے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ امام احمد کے نزدیک تابعی کی وہ روایت جو رجل من الصحابہ سے معنعنا ہو صحیح نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ حافظ ابن حجر نے القول المسدد صہ۲ میں لکھا ہے طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی روایۃ احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام انتھی اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں قد ثبت عن الامام احمد وغیرہ من الائمۃ انھم قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا انتھی حافظ کے ان دونوں قولوں سے ثابت ہے کہ امام احمد نے احکامی حدیث میں تشدد سے کام لیا ہے اور ان میں تسامح کو دخل نہیں دیا ہے اور حدیث محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسند امام احمد میں موجود ہے اور اسی طرح کی اور متعدد حدیثیں احکامی حدیثیں (جن کو تابعی رجل من الصحابہ سے معنعنا روایت کیا ہے) اس میں موجود ہیں۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ تابعین کی اس قسم کی حدیثیں امام احمد کے نزدیک نامقبول اور غیر صحیح ہیں تو لازم آتا ہے کہ امام ممدوح نے احکامی احادیث میں بھی تساہل کو دخل دیا واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ المختصر امام احمد کے نزدیک بھی وہ احادیث صحیح و مقبول ہیں جن کو تابعین نے رجل من الصحابہ سے معنعنا روایت کی ہیں۔ پس آپ کے قول سے بھی صیرفی کی تفریق مذکور غیر معتبر ثابت ہوتی۔

اور واضح ہو کہ عند الحنفیہ بھی تابعی کی اس قسم کی روایت متصل ہوتی ہے بحر العلوم شرح مسلم الثبوت صہ۲۶۲ میں لکھتے ہیں فرع قال رجل لا یقبل فی المذھب الصحیح بخلاف قال ثقۃ او رجل من الصحابۃ لان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ھذا ادرایۃ عن ثقہ لان الصحابۃ کلھم عدول انتھی مختصرا۔ اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ تابعی کی روایت صحابی مجہول الاسم سے معنعنا ہو یا مصرحاً بالسماع دونوں صورتوں میں مقبول ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب بیہقی نے خالد بن معدان کی اس روایت (عن خالد بن معدان عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی علیہ السلام رای رجلا یصلی الحدیث) کو ذکر کرکے لکھا وھو مرسل اس پر علامہ ابن الترکمانی الجوہر نقی ص۱۵ میں لکھتے ہیں قلت تسمیۃ ھذا مرسلا لیس بجید لان خالدا ھذا ادرک جماعۃ من الصحابۃ وھم عدول فلا یضرھم الجھالۃ اور پھر اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں مثل ھذا لیس بمرسل بل ھو متصل لان الصحابۃ کلھم عدول فلا تضرھم الجھالۃ اور پھر لکھتے ہیں وقد اخرج البخاری فی صحیحہ حدیث صالح بن خوات عمن صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم ذات الرقاع واخرج مسلم فی صحیحہ حدیث ابی سلمۃ بن عبد الرحمن وسلیمان بن یسار عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقر القسامۃ علی ما کانت علیہ فی الجاھلیۃ ولو کان ھذا واشباھہ مرسلا لم یحتج بہ الشیخان فی صحیحھما انتھی مختصرًا۔ المختصر ہمارے ان تمام بیانات سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ محمد بن ابی عائشہ کی حدیث مذکور متصل السند ہے اور حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی نسبت اسنادہ حسن اور بیہقی کا ھذا اسناد کہنا بہت بجا ہے اور صحیح ہے فللہ الحمد۔

اگر کوئی کہے کہ محمد بن ابی عائشہ کی روایت کا طریق مذکور غیر محفوظ ہے کیونکہ اس طریق کے ساتھ خالد حذاء متفرد ہیں اور ایوب سختیانی نے ان کی مخالفت کی ہے اس واسطے کہ انھوں نے ابوقلابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور ایوب کا طریق خالد کے طریق سے ارجح ہے کیونکہ ایوب کے بارے میں حافظ نے تقریب میں لکھا ہے ثقۃ ثبت حجۃ من کبار الفقھاء۔ اور خالد حذاء اگرچہ ثقہ ہیں لیکن حافظ نے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے وقد اشار حماد بن زید الی ان حفظہ تغیر لما قدم من الشام۔ اور مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے وقال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ انتھی پس ایوب کا طریق محفوظ ہوا اور خالد کا طریق غیر محفوظ و شاذ۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ محمد بن ابی عائشہ کا طریق مذکور محفوظ ہے چنانچہ ابن حبان نے اس کی تصریح کی ہے اور بیہقی نے بھی اس طریق کو محفوظ بتایا ہے اور اس طریق کے غیر محفوظ ہونے کی جو وجہ لکھی گئی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ خالد حذاء کے بارے میں حافظ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے احد الاثبات وثقہ احمد وابن معین والنسائی وابن سعد اور خلاصہ میں ہے وقال احمد ثبت عبارت مقدمہ وخلاصہ سے معلوم ہوا کہ خالد حذاء ثقہ ہیں ثبت ہیں۔ پس ابو حاتم کا ان کی نسبت لا یحتج بہ کہنا غیر مسموع و ناقابل التفات ہے کیونکہ یہ جرح مبہم ہے۔ اور حماد بن زید نے جو ان کے تغیر حفظ کی طرف اشارہ کیا ہے اس اشارہ سے خالد کے حافظہ پر کچھ حرف نہیں آسکتا کیونکہ خالد کا متغیر الحفظ ہونا خود حماد کے نزدیک متیقن نہیں تھا جیسا کہ مقدمہ فتح الباری کے اس عبارت سے ظاہر ہے قال حماد بن زید قدم علینا خالد قدمۃ فی الشام فکانا انکرنا حفظہ اس عبارت میں لفظ فکانا صاف بتا رہا ہے کہ خود حماد کے نزدیک خالد کا متغیر الحفظ ہونا متیقن نہ تھا اور حماد کے سوا کسی نے خالد کے حفظ کی نسبت کچھ جرح نہیں کی ہے اور جب کہ امام احمد نے خالد کو ثبت کہا ہے اور ابن معین اور نسائی اور ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے تو حماد کا یہ اشارہ بھی ناقابل التفات ہے۔ الحاصل خالد حذاء ثقہ ثبت ہیں اور ابو حاتم اور حماد کی جرح غیر معتبر۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ نے مقدمہ فتح الباری میں خالد کو القسم الثانی فی من ضعف بامر مردود کے تحت میں داخل کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم نے اپنے اپنے صحیح میں ان سے بکثرت احتجاج کیا ہے پس ایوب کا طریق نہ خالد کے طریق سے ارجح ہو سکتا ہے اور نہ خالد کا طریق غیر محفوظ خالد کا طریق بلکہ خالد ہی کا طریق اس صورت میں حجت ہوگا اور اسی کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہ مرفوع ہے اور ایوب کا طریق مرسل یہی وجہ ہے کہ بیہقی نے معرفۃ السنن میں لکھا ہے۔ ورواہ ایوب عن ابی قلابۃ فارسلہ والذی وصلہ حجۃ ورد ایۃ ایوب لہ شاھدۃ انتہی۔

تنبیہ آخر

بعض علمائے[1] حنفیہ نے لکھا ہے کہ محمد بن ابی عائشہ کی حدیث سے خواہ یہ واقعہ وہی ہو جو حدیث عبادہ میں مذکور ہے خواہ یہ دوسرا واقعہ ہو ما زاد علی الفاتحہ کی ممانعت اور فاتحہ کی اباحت ثابت ہوتی ہے کیونکہ استثنا نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے نہ مفید وجوب۔

جواب اس کا یہ ہے کہ استثنا نہی سے مفید اباحت اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب کوئی دلیل مفید وجوب موجود نہ ہو۔ اور جب موجود ہو تو اس صورت میں مفید وجوب ہوتا ہے کما مر۔ پس محمد بن ابی عائشہ کا واقعہ اگر وہی واقعہ ہے جو حدیث عبادہ میں مذکور ہے تو اس استثنا کا مفید وجوب ہونا

[1] صاحب ہدایہ المعتدی صاحب خاتمۃ الخطاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کیونکہ حدیث عبادہ میں دلیل مفید وجوب موجود ہے یعنی جملہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بھا اور راوی نے اس جملہ کو اس حدیث میں حذف کر دیا ہے پس یہ جملہ اس حدیث میں بھی ضرور ملحوظ و معتبر ہوگا۔ اور اگر یہ دوسرا واقعہ ہے تو بھی اسی دلیل سے ونیز عبادہؓ کی متفق علیہ حدیث مذکور اور ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث سے اس استثنا کا مفید وجوب ہونا ظاہر ہے۔

چھٹی حدیث

عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیھم بوجھہ فقال اتقرؤن فی صلوتکم والامام یقرأ فسکتوا فقالھا ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ رواہ البخاری فی جزءہ وابن حبان فی صحیحہ وابو یعلی والطبرانی فی الاوسط وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات اس حدیث کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز سے فارغ ہوئے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنی نماز میں پڑھتے ہو جبکہ امام پڑھتا ہے پس صحابہؓ چپ رہے۔ آپ نے اس بات کو تین بار فرمایا پس ایک شخص یا کئی شخصوں نے کہا بے شک ہم لوگ کرتے ہیں (یعنی جب امام پڑھتا ہے تو ہم بھی پڑھتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور سورۂ فاتحہ کو آہستہ پڑھو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے جزء القراءۃ میں اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں اور ابو یعلی نے اور طبرانی نے اوسط میں اور کہا ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہ سب راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں اس حدیث سے قرأت فاتحہ خلف امام کا وجوب بصراحت ثابت ہے کیونکہ اس حدیث میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا حکم امر کے صیغہ سے کیا گیا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ[1] نے لکھا ہے کہ طریق ایوب عن ابی قلابۃ عن انس کو بیہقی نے غیر محفوظ بتایا ہے اور پھر لکھا ہے کہ بیہقی کا اس طریق کو غیر محفوظ بتانا حق ہے اس واسطے کہ ایوب کے فقط ایک شاگرد عبید اللہ بن عمر نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور دوسرے شاگرد ابن علیہ وغیرہ نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے اور عبید اللہ ابن عمرو اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان کی نسبت حافظ نے تقریب

[1] صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں لکھا ہے دبعا دھم پس یہ حدیث مرسلاً محفوظ ہے اور مرفوعاً غیر محفوظ لہذا قابل احتجاج نہیں ہے۔
توجواب اس کا یہ ہے کہ ابن حبان نے طریق مذکور کے محفوظ ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابن الترکمانی نے جواہر النقی میں بیہقی کا قول نقل کر کے لکھا ہے قلت اخرجه ابن حبان فی صحیحه من حدیث ابی قلابة عن انس ثم قال سمعه من انس وسمعه من ابن ابی عائشة فالطریقان محفوظان اور حافظ ابن حجر تلخیص میں لکھتے ہیں ورواه رای حدیث محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النبی صلعم) ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابة عن انس وزعم ان الطریقین محفوظان و خالفه البیهقی فقال ان طریق ابی قلابة عن انس لیست بمحفوظة پس اگر ابن حبان کا قول حق ہے تو اس حدیث کا حجت ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسلاً محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ شرح نخبہ ص۲۵ میں ہے۔ فذهب جمهور المحدثین الی التوقف لبقاء الاحتمال وهو احد قولی احمد وثانیهما وهو قول المالکین والکوفیین یقبل مطلقا وقال الشافعی یقبل ان اعتضد بمجیئه من وجه اٰخر یباین الطریق الاولی مسنداً کان او مرسلاً لیترجح احتمال کون المحذوف ثقة فی نفس الامر انتهی۔

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ انس کی حدیث مذکور میں ایک علت ہے وہ یہ ہے کہ طحاوی نے اس حدیث کو یوسف بن عدی عن عبید اللہ الرقی کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے آخری جملہ (یعنی ولیقرأ احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه) کو ذکر نہیں کیا۔

توجواب اس کا یہ ہے کہ طحاوی کی یہ روایت مختصر ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو یحییٰ بن یوسف عن عبید اللہ کے طریق سے مع جملہ اخیرہ کے روایت کیا ہے کما مر آنفا اور ابن حبان نے بھی اپنے صحیح میں اس حدیث کو جملہ اخیرہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ تخریج زیلعی ص۲۲۲ میں ہے حدیث اٰخر اخرجه الطحاوی فی شرح الاثار محتجا به عن عبید اللہ بن عمرو الرقی عن ایوب عن ابی قلابة عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی باصحابه فلما قضی صلاته اقبل علیهم بوجهه فقال اتقرؤن فی صلاتکم خلف الامام والامام یقرأ فسکتوا فقالها ثلث

لہ صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثلث مرات فقالوا انا لنفعل قال لا تفعلوا انتهی ورواہ ابن حبان فی صحیحہ وزاد ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ انتہی اور ابو یعلی اور طبرانی نے بھی اس حدیث کو جملہ اخیرہ کے ساتھ روایت کیا ہے دیکھو مجمع الزوائد[1] اور دارقطنی نے بھی اس حدیث کو یحیی بن یوسف عن عبید اللہ کے طریق سے مع جملہ اخیرہ کے روایت کیا ہے اور اس کے تمام طرق مرسلہ میں بھی جملہ اخیرہ مذکور ہے اور طحاوی کی روایت کے مختصر ہونے کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ دارقطنی نے طحاوی کے طریق سے اس حدیث کو مع جملہ اخیرہ کے روایت کیا ہے قال الدارقطنی فی سننہ حدثنا محمد بن اسمٰعیل الفارسی ثنا ابو زرعۃ الدمشقی ثنا یحیی بن یوسف الزمی ثنا عبید اللہ بن عمرو الرقی عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلاتہ اقبل علیھم بوجھہ فقال اتقرؤن فی صلاتکم والامام یقرأ فسکتوا قالھا ثلثا فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ لفظ حدیث الفارسی ثنا علی بن احمد بن الھیثم ثنا احمد بن ابراھیم القُومُستانی حدثنا یوسف ابن عدی قالا ثنا عبید اللہ بن عمرو باسنادہ نحوہ دیکھو دارقطنی کے قول نحوہ سے صاف ظاہر ہے کہ یوسف بن عدی نے بھی مثل یحیی بن یوسف کے اس حدیث کو مع جملہ اخیرہ کے روایت کیا ہے۔

الحاصل طحاوی کی روایت کے مختصر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور صاحب سعایہ (ص ۳۰۲) نے اس کے مختصر ہونے کی صاف تصریح کی ہے چنانچہ طحاوی کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں۔ فانہ رواہ ابن حبان فی صحیحہ وزاد فی اخرہ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ فعلم ان روایۃ الطحاوی مختصرۃ والحدیث بعضہ یفسر بعضھا انتہی پس جب ثابت ہوا کہ طحاوی کی روایت مختصر ہے پس بعض حنفیہ[2] کا طحاوی کی اس مختصر روایت سے انس کی حدیث مذکور کو مدلل ٹھہرانا صریح تعصب یا صاف جہالت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بجائے الا کلمہ استثنائیہ کے ولیقراء بلفظ امر روایت کیا ہے جس سے بظاہر وجوب مفہوم ہوتا ہے لیکن لفظ ولیقرأ بالمعنی امر اباحت کے لئے کہ راوی نے اباحت کو سمجھا اور اس لفظ سے بیان کر دیا اور ممکن ہے کہ راوی نے وجوب ہی سمجھا اور نقل بالمعنی میں یہ تصرف کیا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جس کو حدیث عبادہ

[1] صاحب آثار السنن ۱۲ [2] صاحب ہدایۃ المعتدی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بیان کیا گیا ہے مگر یہاں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اس روایت کا واقعہ وہی ہے جس کو حدیث عبادہ میں بیان کیا گیا ہے تو لفظ ولیقرأ سے وجوب کا ثبوت ظاہر ہے کیونکہ حدیث عبادہ میں استثنا مفید وجوب ہے۔ پس راوی نے اس استثنا سے وجوب سمجھا اور اس کو لفظ امر سے (جو حقیقۃً وجوب پر دلالت کرتا ہے) تعبیر کیا اور اگر یہ دوسرا واقعہ ہے تو بھی لفظ ولیقرأ سے وجوب کا ثابت ہونا ظاہر ہے لان حقیقۃ الامر الوجوب فیحمل علیہ مطلقہ اور جب بعض حنفیہ نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ یہ وہی واقعہ ہے جو حدیث عبادہ میں بیان کیا گیا ہے تو پھر ان کا یہ لکھنا کہ لیکن لفظ ولیقرأ بالمعنی امر اباحت کے ہے الخ ناقابل التفات ہے کیونکہ حدیث عبادہ سے قرات فاتحہ خلف امام کا وجوب بصراحت ثابت ہے۔

ساتویں حدیث

حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال ثنا شجاع بن الولید قال ثنا النضر قال ثنا عکرمۃ قال حدثنی عمرو بن سعد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقرؤن خلفی قالوا نعم انا لنھذ ھذا قال فلا تفعلوا الا بام القرآن رواہ البخاری فی جزء القراءۃ

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگ میرے پیچھے پڑھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ ہم لوگ جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے جزء القراءۃ میں۔

اگر کوئی کہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت کی حجیت میں محدثین مختلف ہیں پس یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت کی حجیت میں اگرچہ محدثین مختلف ہیں مگر اکثر محدثین کے نزدیک ان کی روایت حجت ہے جبکہ ان کے سوا باقی رواۃ بھی قابل احتجاج ہوں اور یہی اصح الاقوال ہے عون المعبود شرح ابی داؤد ص ۵ جلد ا میں ہے وفی شرح الفیۃ العراقی للمصنف وقد اختلف فی الاحتجاج بروایۃ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ واصح الاقوال انھا حجۃ مطلقا اذا صح السند الیہ قال ابن الصلاح وھو قول اکثر اھل الحدیث حملا للجد عند الاطلاق علی الصحابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عمرو دون ابنہ محمد والد شعیب لما ظہر لہم من اطلاقہ ذلک فقد قال البخاری رأیت احمد بن حنبل وعلی بن المدینی واسحٰق بن راھویہ وابا عبیدۃ وابا خیثمۃ وعامۃ اصحابنا یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ما ترکہ احد منہم وثبتوہ فمن الناس بعدھم وقول ابن حبان ھی منقطعۃ لان شعیبا لم یلق عبد اللہ مردود فقد صح سماع شعیب من جدہ عبد اللہ بن عمرو کما صرح بہ البخاری فی التاریخ واحمد وکما رواہ الدارقطنی والبیہقی فی السنن باسناد صحیح انتہی۔ اور روایت مذکورہ میں باقی رُواۃ بھی قابلِ احتجاج ہیں پس روایت مذکورہ کے قابلِ احتجاج ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور تمام احادیث سابقہ ولاحقہ اس روایت کی صحت کی شہادت دیتی ہیں۔

آٹھویں حدیث

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام اخرجہ البیہقی فی کتاب القرأۃ ص۴۷ وقال اسنادہ صحیح والزیادۃ التی فیہ صحیحۃ مشہورۃ من اوجہ کثیرۃ۔ کذا فی کنز العمال ص۲ جلد۴ یعنی عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے اور جو زیادت اس میں ہے وہ صحیح ہے مشہور ہے بہت وجہوں سے۔ یہ حدیث نص صریح ہے اس امر پر کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے اور جو شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

لہ اما البخاری فالبخاری واما شجاع بن الولید فقال فی الخلاصہ (خ) شجاع بن الولید البخاری المؤدب عن النضر بن محمد وعنہ (خ) فی عمرۃ الحدیبیۃ واما النضر فقال فی الخلاصہ (خ م د ت ق) النضر بن محمد بن موسی الجرشی عن عکرمۃ بن عمار وشعبۃ وعنہ احمد بن یوسف السلمی ومؤمل بن اھاب وثقہ العجلی انتہی مختصرا واما عکرمۃ فقال فی الخلاصۃ (خت م س ق) عکرمۃ بن عمار الحنفی العجلی احد الائمۃ وثقہ ابن معین والعجلی انتہی مختصرا واما عمرو بن سعد فقال فی الخلاصۃ (د س ق) عمرو بن سعد الفدکی الیمامی او الدمشقی عن رجاء بن حیوۃ ونافع وعنہ عکرمۃ ابن عمار والاوزاعی قال ابو زرعۃ ثقۃ انتہی ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ[1] نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں زیادت خلف الامام شاذ ہے اور اس کے شاذ ہونے پر عبادہ کی متفق علیہ حدیث دلالت کرتی ہے اور ایسی حدیث عبادہ کے سائر طرق اس زیادت کے شاذ ہونے پر دال ہیں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں زیادت خلف الامام صحیح ہے اس کی صحت پر عبادہؓ کی متفق علیہ حدیث (لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب) بین دلیل ہے کیونکہ یہ متفق علیہ حدیث بعمومہ مقتدی وغیر مقتدی ہر مصلّی کو شامل ہے کما مر تحقیقہ بالبسط والتفصیل اور ایسی حدیث عبادہؓ کے سائر طرق بھی اس زیادت کے صحیح ہونے پر دال ہیں اس واسطے کہ اس حدیث کا ہر طریق قرادت فاتحہ خلف امام کا مثبت ہے اور اس زیادت کی صحت پر بیہقی کی وہ روایت بھی صاف دلالت کرتی ہے جس کو کتاب القراءۃ میں بایں لفظ روایت کیا ہے عن عبادۃ ابن الصامت قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاصلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب اماما او غیر امام۔ اور اس زیادت کی صحت پر طبرانی کی وہ روایت بھی صراحۃً دلالت کرتی ہے جس کو اپنے معجم کبیر میں بایں لفظ روایت کیا ہے عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب اور عبادہؓ کی حدیث مذکور کی صحت پر ابو امامہؓ کی وہ حدیث شاہد ہے جس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں بایں لفظ روایت کیا ہے عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج۔ المختصر عبادہؓ کی حدیث مذکور میں زیادت خلف الامام صحیح ہے اور اس زیادت کے شذوذ کا دعویٰ کرنا اور پھر عبادہؓ کی حدیث متفق علیہ اور اس کے سائر طرق کو دلیل شذوذ ٹھہرانا سراسر کج فہمی ہے۔

نویں حدیث

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی کنز العمال ص۹۶ ج۴ وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد رجالہ موثقون وفی الجامع الصغیر السیوطی من صلی خلف امام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب (طب) عن عبادۃ بن الصامت وقال العلامۃ العلقمی فی شرحہ بجانبہ علامۃ الحسن انتھی۔ یعنی عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو سورۂ

[1] صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور کہا ہیثمی نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے بھی قرأت فاتحہ خلف امام کا وجوب بصراحت ثابت ہے۔

دسویں حدیث

عن عائشۃ رضؓ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوٰۃ لم یقرا فیھا بام القران فھی خداج رواہ احمد و ابن ماجۃ والطحاوی یعنی عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ جو شخص ایسی نماز پڑھے کہ اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد و ابن ماجہ اور طحاوی نے۔ اس حدیث سے بھی بصراحت ثابت ہے کہ جو شخص (مقتدی ہو یا غیر مقتدی) نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز فاسد ہوگی وتقدم تبیانہ بالبسط والتفصیل اور یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ عزیزی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ای فصلوتہ ذات نقصان نقص فساد وبطلان فلا تصح الصلوٰۃ بدونھا ولو لمقتدٍ عند الشافعی وجمہور العلماء پھر اس کے بعد لکھتے ہیں قال الشیخ حدیث حسن انتھی یہ دس حدیثیں جو یہاں تک لکھی گئی ہیں ان سے قرأت فاتحہ خلف امام کا وجوب آفتاب کی طرح ظاہر ہے۔ ان احادیث صحیحہ کے سوا اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں لیکن جس قدر لکھی گئی ہیں وہ اہل انصاف کے لئے کافی ووافی ہیں۔ اب یہاں قرأت فاتحہ خلف امام کے متعلق صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے چند آثار نقل کئے جاتے ہیں۔ پھر ان آثار کے بعد تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے چند فتوے نقل کئے جائیں گے۔

قرأت خلف امام کے متعلق آثار صحابہ

پہلا اثر

عن یزید بن شریک انہ سأل عمر عن القرأۃ خلف الامام فقال اقرء بفاتحۃ الکتاب قلت وان کنت قال وان کنت انا قلت وان جھرت قال وان جھرت رواہ الدارقطنی منہ[۱۲] وقال رواتہ کلھم ثقات ورواہ باسناد اٰخر وقال ھذا اسناد صحیح ورواہ الطحاوی ایضا ص[۱۲۹] حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یزید بن شریک نے حضرت عمرؓ سے قرأت خلف امام کا مسئلہ پوچھا حضرت عمرؓ نے کہا سورۂ فاتحہ پڑھ یزید بن شریک نے کہا اگرچہ آپ (امام) ہوں۔ آپ نے فرمایا اگرچہ میں (امام) ہوں۔ انھوں نے پھر پوچھا اگرچہ آپ زور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پڑھیں آپ نے فرمایا اگرچہ میں نہ دورہ سے پڑھوں۔ روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور کہا دارقطنی نے کہ اس اثر کے کل راوی ثقہ ہیں اور اس کو دارقطنی نے دوسری سند سے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کو طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔

تنبیہ

واضح ہو کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس اثر کی سند صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں جوّاب تیمی واقع ہیں وھو مختلف فیہ وثقہ ابن معین وضعفہ ابن نمیر ورمی بالارجاء وقال الثوری مررت بجرجان وبھا جواب التیمی فلم اعرض لہ اور ساتھ اس کے جواب نے اس اثر کو با لاختلاف روایت کیا ہے کبھی یزید بن شریک سے بلاواسطہ روایت کیا ہے اور کبھی بواسطہ حارث بن سوید کے اور یہ دونوں روایتیں دارقطنی میں موجود ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جوّاب تیمی امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں اور ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں ان کو صدوق لکھا ہے اور ساتھ اس کے یہ صاحب تدلیس بھی نہیں ہیں اور ابن نمیر نے جو ان کی تضعیف کی ہے وہ ناقابل التفات و غیر مسموع ہے کیونکہ یہ جرح مبہم ہے قال الحافظ فی شرح النخبة والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلک جماعة ولکن محله ان صدر مبینا من عارف باسبابه لانه ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبتت عدالته انتهی اور جوّاب تیمی کے شان میں جو رمی بالارجاء کہا گیا ہے سو اس سے جوّاب کا ضعف ثابت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہی لفظ امام ابوحنیفہؒ کے استاد حمّاد کے شان میں بھی کہا گیا ہے۔ تقریب میں حافظ نے حمّاد کے ترجمہ میں لکھا ہے صدوق له اوهام رمی بالارجاء لیکن ساتھ اس کے ظفر الامانی ص[illegible] میں حمّاد کے شان میں لکھا گیا ہے حماد بن ابی سلیمان وامثاله ممن لم یختلف احد انه ممن یعتد به روایته انتهی اور اختلاف مذکور اس حدیث کے صحت میں کچھ قادح نہیں ہے کیونکہ راوی کبھی کسی حدیث کو کسی شخص سے بالواسطہ روایت کرتا ہے اور پھر اس شخص سے ملاقات ہو جاتی ہے تو اس سے حدیث سن کر کے بلاواسطہ بھی روایت کرنے لگتا ہے اور اس طرح کا اختلاف صحیحین میں بھی موجود ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری ص[illegible] میں لکھتے ہیں۔ الحدیث الثانی قال الدارقطنی واخرجا جمیعا یعنی البخاری ومسلما حدیث الاعمش عن مجاهد عن طاؤس عن ابن عباس فی قصة القبرین وان احدهما کان لا یستبرئ من بوله قال وقد خالفه منصور فقال عن مجاهد عن ابن عباس واخرج البخاری

لہ صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث منصور علی اسقاط طاؤسا انتہی قلت وھذا فی التحقیق لیس بعلة لان مجاھدا لو یوصف بالتدلیس وسماعہ من ابن عباس صحیح فی جملة من الاحادیث ومنصور عندھم اتقن من الاعمش مع ان الاعمش ایضا من الحفاظ فالحدیث کیف ما دار دار علی ثقة والاسناد کیف ما دار کان متصلا فمثل ھذا لا یقدح فی صحة الحدیث اذا لم یکن روایہ مدلسا وقد اکثر الشیخان من تخریج مثل ھذا ولم یستوعب الدارقطنی انتقادہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ المختصر حضرت عمر کا یہ اثر صحیح ہے جیسا کہ دارقطنی نے اس کی تصریح کی ہے اور حاکم نے بھی اس اثر کی تصحیح کی ہے چنانچہ مستدرک میں لکھا ہے۔ قد صحت الروایة عن عمر وعلی انہما کان یامران بالقراءة خلف الامام اما حدیث عمر فحدثناہ ابو العباس محمد بن یعقوب الخ کذا فی غیث الغمام ص۲۲

دوسرا اثر

عن عبید اللہ بن ابی رافع قال کان علی یقول اقرؤا فی الرکعتین الاولیین من الظہر والعصر خلف الامام بفاتحة الکتاب وسورة رواہ الدارقطنی وقال وھذا اسناد صحیح یعنی عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورہ۔ روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ واضح ہو کہ دارقطنی نے اس اثر کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے جس کا لفظ یہ ہے کان یامر ان یقرأ خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة وفی الاخریین بفاتحة الکتاب یعنی حضرت علی حکم کرتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور کوئی سورہ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ۔ اس اثر میں ظہر و عصر کی قید نہیں ہے اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت علی کے اثر کو بایں لفظ روایت کیا ہے ان علیا کان یأمر بالقرأة خلف الامام اس اثر میں بھی ظہر و عصر کی قید نہیں ہے۔

تیسرا اثر

عن ابی العالیة قال سألت ابن عمر بمکة اقرأ فی الصلوٰة قال انی لاستحی من رب ھذا البنیة ان اصلی صلوٰة لا اقرأ فیھا ولو بام الکتاب رواہ البخاری فی جزء القرأة یعنی ابو عالیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے مکہ میں دریافت کیا کہ میں نماز میں پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے مجھے شرم آتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قرأت نہ کروں اگرچہ سورۂ فاتحہ ہو۔ یہ اثر بعمومہ صلوۃ مقتدی وغیر مقتدی ہر صلوۃ کو شامل ہے اور اس اثر کے عام ہونے پر ابن عمرؓ کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔ کنز العمال صفحہ ۹۶ جلد ۴ میں ہے من صلی مکتوبۃ او سبحۃ فلیقرأ بام القرآن وقرآن معھا فان انتھی الی ام القرآن اجزأت ومن کان مع الامام فلیقرأ قبلہ واذا سکت ومن صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا فھی خداج ثلاثا عبدالرزاق عن ابن عمر وحسن انتھی دیکھو عبدالرزاق کی یہ روایت صاف بتاتی ہے کہ ابن عمرؓ کا اثر مذکور ہر نماز کو عام ہے۔

چوتھا اثر

عن ابی المغیرۃ عن ابی بن کعب انہ کان یقرأ خلف الامام رواہ البخاری فی جزء القراءۃ یعنی ابو المغیرہ نے کہا کہ ابی بن کعبؓ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القراءۃ میں۔

تنبیہ

بعض[۱] حنفیہ نے اس اثر کی نسبت یہ لکھا ہے کہ اس کی سند میں زیاد البکائی واقع ہیں اور یہ لین الحدیث ہیں اور ابو المغیرہ کے بارے میں لکھا ہے لم اقف من ھو یعنی مجھے خبر نہیں کہ ابو المغیرہ کون شخص ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ابو المغیرہ کا نام عبداللہ بن ابی الہذیل ہے اور یہ کبار تابعین سے ہیں اور ثقہ ہیں اور ابی بن کعبؓ کے شاگرد ہیں۔ خلاصہ میں ہے عبداللہ بن ابی الھذیل العبدی ابو المغیرۃ الکوفی عن عمر وعلی وابی بن کعب وعنہ واصل الاحدب واشعث بن جابر وثقہ النسائی۔ اور تقریب میں ہے عبداللہ بن ابی الھذیل الکوفی ابو المغیرۃ ثقۃ من الثانیۃ اور زیادہ بکائی کو ابو زرعہ نے صدوق کہا ہے اور امام احمدؒ ان کی نسبت فرماتے ہیں لیس بہ باس اور ابن عدی لکھتے ہیں ما اری بروایتہ باسا اور مغازی میں یہ ثبت ہیں اور امام بخاری نے اپنے صحیح میں ان سے روایت کی ہے مگر متابعۃً۔ اور جن لوگوں نے ان کو ضعیف لکھا ہے انھوں نے ان کی نسبت کوئی جرح مفسر نہیں بتائی ہے پس ان کی روایت درجۂ حسن سے نازل نہیں ہو سکتی اور اس اثر کی تائید وہ اثر کرتا ہے جس کو امام بخاری نے جزء القراءۃ میں بایں لفظ روایت کیا ہے عن عبداللہ بن ابی الھذیل قال قلت لابی بن کعب اقرأ خلف الامام قال نعم یعنی عبداللہ بن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب سے کہا کہ امام کے پیچھے پڑھوں۔ آپ نے کہا ہاں۔

---

[۱] صاحب آثار السنن ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں اثر

عن مجاهد سمعت عبد الله بن عمرو یقرأ خلف الامام رواه البخاری فی جزء القراءۃ یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو کو میں نے سنا کہ وہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القراءۃ میں۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حدثنا ھشیم قال اخبرنا حصین قال صلیت الی جنب عبید الله بن عبد الله بن عتبۃ قال فسمعتہ یقرأ خلف الامام قال فلقیت مجاھدا فذکرت لہ ذلک فقال مجاھد سمعت عبد الله بن عمرو یقرأ خلف الامام یعنی حصین نے کہا کہ میں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے پہلو میں نماز پڑھی پس ان کو امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے سنا پھر میں نے مجاہد سے ملاقات کی اور ان سے اس امر کو ذکر کیا انھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عمرو کو امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے سنا ہے اور کنز العمال ص۹۶ جلد ۴ میں ہے اذا کنت مع الامام فاقرأ بام القرآن قبلہ واذا سکت (عب عن ابن عمرو) حسن انتھی یعنی جب تو امام کے ساتھ ہو تو سورۃ فاتحہ پڑھا اس کے پہلے اور جب وہ سکتہ کرے روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے عبداللہ بن عمرو سے اور تحسین کی اس کی۔

چھٹا اثر

عن ابی السائب قال قلت یا ابا ھریرۃ کیف اصنع اذا کنت مع الامام وھو یجھر بالقراءۃ قال ویلک یا فارسی اقرأ بھا فی نفسک رواہ البخاری فی جزء القراءۃ ص۱۰ یعنی ابوالسائب کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ جب میں امام کے ساتھ ہوں اور وہ باواز بلند قرأت کر رہا ہو تو میں کیا کروں ابوہریرہؓ نے کہا کہ سورۃ فاتحہ کو آہستہ پڑھ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القراءۃ میں۔ اس اثر کو مسلم وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ساتواں اثر

عن عبد الله بن مغفل انہ کان یقرأ فی الظھر والعصر خلف الامام فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورتین وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب رواہ البخاری فی جزء القراءۃ ص۱۵ یعنی حضرت عبداللہ بن مغفل امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور دو سورہ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القراءۃ میں۔

آٹھواں اثر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن ابی نضرۃ قال سألت ابا سعید عن القراءۃ خلف الامام فقال فاتحۃ الکتاب رواہ البخاری فی جزء القراءۃ یعنی ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعیدؓ سے قرأت خلف امام کے بارے میں سوال کیا پس ابوسعید نے کہا سورۂ فاتحہ یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القرأت میں۔

نواں اثر

کانت عائشۃ تأمر بالقراءۃ خلف الامام رواہ البخاری فی جزء القراءۃ ص۵ حضرت عائشہؓ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم کرتی تھیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القرأت میں۔

دسواں اثر

ابن ماجہ میں ہے عن یزید الفقیر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا نقرأ فی الظھر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یعنی جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر وعصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور کوئی سورہ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورۂ فاتحہ۔ علامہ سندی حنفی حاشیہ ابن ماجہ میں اس اثر کی نسبت لکھتے ہیں فی الزوائد قال المزی موقوف ثم قال ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات انتھی۔ یعنی زوائد میں ہے کہا مزی نے یہ موقوف ہے پھر کہا یہ اسناد صحیح ہے رجال اس کے ثقہ ہیں۔

گیارھواں اثر

عن نافع بن محمود بن الربیع الانصاری قال نافع ابطأ عبادۃ عن صلوۃ الصبح فاقام ابونعیم المؤذن الصلوۃ فصلی ابونعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی نعیم وابونعیم یجھر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرء بام القرآن فلما انصرف قلت لعبادۃ سمعتک تقرأ بام القرآن وابونعیم یجھر قال نعم صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ ابوداؤد۔

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ عبادہؓ نے نماز صبح کے آنے میں دیر کی تو ابونعیم نے نماز پڑھانا شروع کیا اور عبادہ آئے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا اور ابونعیم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ابونعیم جہر سے قرأت کر رہے تھے پس عبادہ لگے سورۂ فاتحہ پڑھنے، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہؓ سے کہا کہ میں نے آپ کو سورہ فاتحہ پڑھتے سُنا ہے حالانکہ ابونعیم جہر سے قرأت کر رہے تھے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادہ نے کہا ہاں۔ پھر عبادہؓ نے حدیث مرفوع بیان کی۔ اور یہ اثر چوتھی حدیث میں بھی مذکور ہوچکا ہے۔

بارھواں اثر

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حدثنا وکیع عن اسمعیل بن ابی خالد عن العیزار بن حریث العبدی عن ابن عباس قال اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب انتھی یعنی ابن عباسؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ اس اثر کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے کنز العمال ص۲۵۳ جلد ۴ میں ہے عن العیزار بن حریث قال سمعت ابن عباس یقول اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب (ق فی کتاب القراءۃ) وصححہ انتھی یہ اثر باطلاقہ نماز سری وجہری دونوں کو شامل ہے اور حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں عبدالرزاق عن ابن المثنی عن لیث عن عطاء عن ابن عباس قال لا یدع ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب فیما یجھر فیہ الامام وفیما لا یجھر انتھی۔ یعنی ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ نماز جہری میں بھی اور نماز سری میں بھی۔ یہ دوسرا اثر اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے اس امر کی فی الجملہ تائید ہوتی ہے کہ پہلا اثر نماز سری وجہری دونوں کو شامل ہے۔ اور پہلے اثر کو طحاوی نے بایں لفظ روایت کیا ہے اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب فی الظھر والعصر انتھی۔

تنبیہ

بعض حنفیہ نے اس اثر کے معارضہ میں ابن عباسؓ کا یہ اثر پیش کیا ہے عن ابن عباس قیل لہ ان اناسا یقرؤن فی الظھر والعصر فقال لو کان لی علیھم سبیل لقلعت السنتھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکانت قراءتہ لنا قراءۃ وسکوتہ لنا سکوتنا۔ سو واضح ہو کہ یہ معارضہ باطل ہے کیونکہ ابن عباس کا یہ قول (لو کان لی الخ) اس وقت کا ہے جب کہ ان کا یہ خیال تھا کہ نماز ظہر و عصر میں کسی مصلی کو امام ہو یا منفرد یا مقتدی) کچھ قراءت نہیں کرنا چاہیئے چنانچہ اس پر یہ اثر بصراحت دلالت کرتا ہے عن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ قال کنا جلوسا فی فتیان من بنی ھاشم الی ابن عباسؓ فقال لہ رجل اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظھر والعصر قال لا قال فلعلہ کان یقرأ فیما بینہ وبین نفسہ فی حدیث سعید قال لا وفی حدیث حماد ھی شر من الاولی ثم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدا للہ امرہ اللہ عزوجل فبلغ ما امرہ بہ اسی واسطے امام طحاوی نے

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں اثروں کو باب القراءۃ فی الظہر و العصر۔ میں ذکر کرکے لکھا ہے فذھب قوم الی ھذہ الاثار التی رویناھا فقلدوھا وقالوا لا نری ان یقرأ احد فی الظہر والعصر البتۃ۔ وردوا ذلک ایضا عن سوید بن غفلۃ پھر جب ابن عباسؓ کو ظہر وعصر میں قرأت کرنے کی حدیثیں ملیں تو وہ ان دونوں نمازوں میں بھی قرأت کرنے کے قائل ہوگئے۔ چنانچہ پھر جب اُن سے اِن دونوں نمازوں میں قرأت کرنے کا سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ھُوَ امام (ای القرآن) امامک فاقرأ منہ ما قل وما کثر الخ اور عموماً ہر صلوٰۃ میں (صلوٰۃ مقتدی ہو یا غیر مقتدی اور نماز ظہر وعصر ہو یا دوسری نماز) قرأت کرنے کا فتویٰ دینے لگے اور فرمانے لگا لا تصلّ صلوٰۃ الا قرأت فیہا ولو بفاتحۃ الکتاب یعنی بغیر قرأت کے گو سورۂ فاتحہ ہی سہی کوئی نماز نہ پڑھو۔ اثر مذکورہ کے معارضہ میں ایک یہ اثر پیش کیا ہے عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا رواہ الطحاوی فی شرح المعانی الاثار[۲] سو یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس اثر کے سند میں حماد بن سلمہ واقع ہیں اور آخر میں ان کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔ تغیر حفظہ باخرہ انتہی۔[۳]

تیرھواں اثر

وعن حمید بن ھلال قال جاء ھشام بن عامر الی الصلوٰۃ فاسرع المشی فدخل فی الصلوٰۃ وقد حفزہ النفس فجھر بالقراءۃ خلف الامام فلما قضی صلاتہ قیل لہ اتقرأ خلف الامام قال انا لنفعل رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد رجالہ موثقون۔ **حاصل** اس کا یہ ہے کہ حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ ہشام بن عامرؓ شریک جماعت ہونے کے لئے تیزی سے چلے اور نماز میں داخل ہوئے اور شدت وسرعت تنفس کی وجہ سے امام کے پیچھے آپ نے بجہر قرأت کی۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ امام کے پیچھے آپ پڑھتے ہیں آپ نے کہا بے شک ہم لوگ کرتے ہیں یعنی امام کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ کہا ہیثمی نے کہ سب راوی اس کے ثقہ ہیں۔

قراءت خلف امام کے متعلق تابعین کے فتوے

امام سعید بن جبیرؒ کا فتویٰ

سعید بن جبیرؒ وہ شخص ہیں کہ جب کوفہ کے لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس فتویٰ

---

[۱] اخرجہ الطحاوی فی شرح معانی الاثار ۱۲ [۲] اخرجہ الطحاوی فی شرح المعانی الاثار ۱۲ [۳] دیکھو تہذیب الاسماء صفحہ ۲۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوچھنے اور مسئلہ دریافت کرنے کے واسطے جاتے تو حضرت ابن عباسؓ کوفہ والوں سے فرماتے الیس فیکم سعید ابن جبیر یعنی کیا تمہارے یہاں سعید بن جبیر نہیں ہیں۔ آپؒ کوفہ کے رہنے والے ہیں جس سال آپ نے وفات کیا اُس سال امام ابو حنیفہؒ کی عمر کل پندرہ برس کی تھی۔ نووی تہذیب الاسماء صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں کان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات اھل الخیر انتھی۔ آپ سے جب عبداللہ بن عثمان نے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے پڑھوں آپ نے کہا کہ ہاں پڑھو اگرچہ تم امام کی قرأت سنو۔ امام الکلام صفحہ ۱۷۳ میں ہے ثم اسند رای الحافظ ابن حجر) الیہ رای الی البخاری) انہ قال نا صدقۃ بن الفضل المروزی نا عبداللہ بن رجاء المکی عن عبداللہ بن عثمان بن خیثم قال قلت لسعید بن جبیر اقرأ خلف الامام قال نعم وان سمعت قراءتہ انھم احدثوا شیئاً لم یکونوا یصنعونہ ان السلف کانوا اذا ام احدھم الناس کبر ثم انصت حتی یظن ان من خلفہ قد قرأ فاتحۃ الکتاب یعنی عبداللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ امام کے پیچھے پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں پڑھو اگرچہ تم امام کی قرأت سنو لوگوں نے ایک نئی بات نکالی ہے جس کو پہلے نہیں کرتے تھے سلف یعنی صحابہؓ و تابعینؒ جب امامت کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر چپ رہتے یہاں تک کہ گمان کرتے کہ ان کے پیچھے والوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ لی۔ اس فتوے سے معلوم ہوا کہ سعید ابن جبیر اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو ضروری جانتے تھے اور اس فتوے کی سند صحیح ہے۔ امام الکلام میں ہے ثم قال رای الحافظ فی نتائج الافکار) ھذا موقوف صحیح فقد ادرک سعید بن جبیر جماعۃ من علماء الصحابۃ ومن کبار التابعین انتھی یعنی کہا حافظ ابن حجر نے نتائج الافکار میں کہ یہ موقوف صحیح ہے اس واسطے کہ سعید بن جبیر نے علمائے صحابہؓ و کبار تابعین کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

امام مکحولؒ کا فتویٰ

مکحولؒ تابعی ہیں اور اہل شام کے امام و مقتدی تھے۔ ابو حاتم نے کہا کہ ملک شام میں مکحول سے بڑھ کر فقیہ کسی کو میں نہیں جانتا۔ آپ کے وسعت علم کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اقامت کی اور اس میں کوئی ایسا علم نہیں چھوڑا جس پر میں حاوی نہ ہوا ہوں۔ پھر عراق میں آیا یہاں بھی کوئی ایسا علم نہیں چھوڑا جس پر میں حاوی نہ ہوا ہوں۔ پھر مدینہ پہنچا یہاں بھی کوئی ایسا علم نہیں

لہ دیکھو مقدمہ ہذا صفحہ ۱۲ ۔ لہ دیکھو تہذیب الاسماء ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑا جس پر میں حاوی نہ ہوا ہوں پھر ملک شام میں آیا پس ملک شام کو تو میں نے چھان ڈالا۔ آپ بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور اس کا فتویٰ دیتے تھے ابوداؤد میں ہے فکان مکحول یقرأ فی المغرب والعشاء والصبح بفاتحۃ الکتاب فی کل رکعۃ سرا قال مکحول اقرأ بہا فیما جہر بہ الامام اذا قرأ بفاتحۃ الکتاب وسکت سرا فان لم یسکت اقرأ بہا قبلہ ومعہ وبعدہ لا تترکہا علی کل حال یعنی مکحول نماز مغرب اور عشا اور فجر میں سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھتے تھے ہر رکعت میں۔ کہا مکحول نے پڑھ سورۃ فاتحہ آہستہ اُس نماز میں جس میں امام جہر سے قرأت کرے جب الحمد پڑھ کر چپ رہے پس اگر امام سکتہ نہ کرے تو پڑھ الحمد کو اس کے پہلے یا اس کے ساتھ یا اس کے بعد کسی حال میں سورۃ فاتحہ کو ترک نہ کر۔

امام عُروہ بن زبیرؒ کا فتوے

عروہ بن زبیرؒ مدینہ کے رہنے والے ہیں اور مدینہ کے اُن سات فقہاء سے ایک یہ بھی ہیں جو فقہاء سبعہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور کبار تابعین وافضل تابعین سے ہیں۔ آپ بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھتے اور اس کا فتویٰ دیتے تھے امام الکلام ص۱۶۳ میں ہے تو اسند الی البخاری نا موسی بن اسماعیل نا حماد بن سلمۃ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال یا بنی اقرؤا اذا سکت الامام واسکتوا اذا جہر فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی عروہ نے کہا اے میرے بیٹو پڑھو جب امام سکتہ کرے اور چپ رہو جب جہر سے پڑھے۔ اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس کی جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔

امام ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ کا فتوے

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن تابعی ہیں اور مدینہ کے رہنے والے ہیں ابوعبداللہ حاکم نے نقل کیا ہے کہ فقہاء سبعہ سے ایک آپ بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے للامام سکتتان فاغتنموا القراءۃ فیہما بفاتحۃ الکتاب رواہ البخاری فی جزء القراءۃ ص۲۹ یعنی امام کے واسطے دو سکتے ہیں پس اُن میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو غنیمت سمجھو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے جزء القراءت میں۔

امام حسن بصری کا فتوے

حسن بصری وہ شخص ہیں کہ نووی تہذیب الاسماء میں آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ھو الامام المشہور المجمع علی جلالتہ فی کل فن۔ یعنی آپ مشہور امام ہیں آپ کے ہر فن میں جلیل القدر ہونے پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں ھو راس اھل الطبقۃ الثالثۃ یعنی آپ اوساط تابعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے راس ہیں۔ آپ کو ایک سو تیس صحابہ سے ملاقات تھی۔ جب آپ مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کو تخت پر بٹھایا اور آپ سے حدیث سننے کے لیے جمع ہوئے۔ حاضرین جلسہ میں امام طاؤس، امام عطا اور امام مجاہد وغیرہ بڑے بڑے ائمہ موجود تھے۔ جب آپ حدیث سنا چکے تو لوگوں نے کہا لم یر مثل ھذا قط یعنی ایسا شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ یہ ہے قال ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ ھشیم قال اخبرنی منصور و یونس عن الحسن انہ کان یقول اقرأ خلف الامام فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب فی نفسک۔ یعنی امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ اور حافظ ابن عبد البر نے تمہید میں اس فتوے کو دوسری سند سے بایں لفظ روایت کیا ہے۔ اقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام جھر او لم یجھر یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ۔ امام جہر سے قرأت کرے یا جہر سے نہ کرے۔

امام عطاؒ کا فتوے

امام عطا وہ شخص ہیں جن کی شان میں جناب امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ما رأیت فیمن لقیت افضل من عطاء۔ یعنی میں نے جتنے لوگوں سے ملاقات کی ہے ان میں عطا سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ (دیکھو تخریج زیلعی ص۲۴۵ جلد ا) امام اعظمؒ کے اس قول سے عطا کی جلالت شان کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ آپ نے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کی نسبت فتویٰ دیا ہے وہ یہ ہے قال عبد الرزاق عن ابن جریج عن عطاء قال اذا کان الامام یجھر فلیبادر بقرأۃ ام القرآن او لیقرأ بعد ما یسکت فاذا قرأ فلینصت کما قال اللہ عزوجل رواہ البخاری فی جزء القراءۃ ص۱۴۔ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ عطا فرماتے ہیں کہ جب امام جہر سے قرأت کرے تو مقتدی کو چاہیئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مبادرت کرے یا امام کے چپ ہونے کے بعد پڑھے۔ پس جب پڑھے تو چپ رہے جیسا فرمایا اللہ عزوجل نے۔

امام مجاہدؒ کا فتوے

آپ کی شان میں حافظ ابن حجر نے تقریب میں یہ الفاظ لکھے ہیں ثقۃ امام فی التفسیر و فی العلم من الثالثۃ انتھی۔ آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کو نماز دہرانا چاہیئے۔ جزء القراءۃ میں ہے۔ و قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلوۃ و کذلک قال عبد اللہ بن الزبیر انتھی یعنی کہا مجاہد نے جب کوئی شخص امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کو نماز دہرانا چاہیئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر نے بھی کہا ہے۔

واضح ہو کہ ان تابعین مذکورین کے علاوہ بے شمار تابعین قرأت خلف امام کے قائل و فاعل تھے چنانچہ امام بخاریؒ جزء القراءۃ ص۸ میں لکھتے ہیں وقال الحسن وسعید بن جبیر ومیمون بن مہران ومالا احصی من التابعین واھل العلم انہ یقرأ خلف الامام وان جھر انتھی یعنی حسن بصری۔ سعید بن جبیر اور میمون بن مہران اور بے شمار تابعین اور اہل علم نے کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا چاہیئے اگرچہ امام جہر سے قرأت کرے اور پھر اسی کتاب ص۸ میں لکھتے ہیں وکان سعید بن المسیب وعروۃ والشعبی وعبید اللہ بن عبد اللہ ونافع ابن جبیر وابو الملیح والقاسم بن محمد وابو مجلز ومکحول ومالک بن عون وسعید بن ابی عروبۃ یرون القراءۃ انتھی یعنی سعید بن مسیب۔ اور عروہ اور شعبی اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور نافع بن جبیر اور ابو الملیح اور قاسم بن محمد اور ابو مجلز اور مکحول اور مالک بن عون اور سعید بن ابی عروبہ یہ سب لوگ قرأت خلف امام کے قائل تھے۔

اتباعِ تابعین

اتباع تابعین میں امام لیث بن سعد ایک بہت بڑے جلیل القدر محدث اور فقیہ اور مشہور امام ہیں۔ آپ کو پچاسوں تابعین سے ملاقات تھی۔ آپ کی مدح میں ائمہ مجتہدین رطب اللسان ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اللیث کثیر العلم صحیح الحدیث۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اللیث افقہ من امام مالک آپ کے فضائل و مناقب میں حافظ ابن حجر نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ ہے اور اتباع تابعین میں امام اوزاعی بھی ایک مشہور امام اور فقیہ ہیں۔ ان دونوں اماموں کا یہی مذہب تھا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں الحمد پڑھنا چاہیئے حافظ ابن عبد البر کتاب تمہید میں لکھتے ہیں وممن ذھب الی ھذہ الجملۃ الاوزاعی واللیث بن سعد وھو قول الشافعی بمصر وعلیہ اکثر اصحابہ منھم المزنی والبویطی وبہ قال ابو ثور انتھی۔ اور ان دونوں اماموں کے سوا اتباع تابعین میں بے شمار لوگ قرأت خلف امام کے قائل و فاعل تھے۔ ہم یہاں عبد اللہ بن مبارک رح کا قول نقل کر دیتے ہیں انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قول سے معلوم ہو جائے گا کہ اتباع تابعین میں کس قدر لوگ قرأت خلف امام کے قائل تھے جامع ترمذی میں ہے وروی عن عبد اللہ بن المبارک انہ قال انا اقرأ خلف الامام و الناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین انتہی یعنی عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ میں امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور سب لوگ پڑھتے ہیں مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم۔ دیکھو عبداللہ بن مبارک کے اس قول سے معلوم ہوا کہ کوفہ والوں میں سے ایک قوم کے سوا اور سب لوگ قرأت خلف امام کے قائل و فاعل تھے اور واضح ہو کہ عبداللہ بن مبارک اتباع تابعین سے ہیں اور ایک مشہور محدث و فقیہ ہیں۔

الحمد للہ کہ پہلا باب اختتام کو پہنچا۔ اب یہاں سے دوسرا باب شروع کیا جاتا ہے

ختمہ اللہ تعالیٰ بالخیر

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیق الکلام دوم

فی وُجُوب

القراءۃ خلف الامام

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت کا تفصیلی اور محققانہ اثبات،
مانعین کے رسائل و مباحث خصوصاً آثار السنن کے ابواب قراءت کا مدلل و شافی جواب

از قلم تحقیق رقم

فاضل محقق مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری محدثؒ

متوفی ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء

ناشر: عبدالتواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین تحقیق الکلام حصہ دوم

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	دوسرا باب، حنفیہ کے دلائل کے جواب میں	۷
۲	حنفی کی پہلی دلیل	۷
۳	تقریر استدلال	۹
۴	حنفیہ کی پہلی دلیل کا پہلا جواب	۱۰
۵	حنفیہ کی پہلی دلیل کا دوسرا جواب	۱۴
۶	حنفیہ کی پہلی دلیل کا تیسرا جواب	۱۵
۷	حنفیہ کی پہلی دلیل کا چوتھا جواب	۱۷
۸	حنفیہ کی پہلی دلیل کا پانچواں جواب	۲۰
۹	حنفیہ کی پہلی دلیل کا چھٹا جواب	۲۰
۱۰	حنفیہ کی دوسری دلیل	۲۸
۱۱	حنفیہ کی دوسری دلیل کا پہلا جواب	۲۸
۱۲	حنفیہ کی دوسری دلیل کا دوسرا جواب	۳۱
۱۳	تنبیہ	۳۲
۱۴	تنبیہ آخر	۳۷
۱۵	حنفیہ کی دوسری دلیل کا تیسرا جواب	۳۹
۱۶	حنفیہ کی دوسری دلیل کا چوتھا جواب	۴۲
۱۷	حنفیہ کی دوسری دلیل کا پانچواں جواب	۴۸
۱۸	حنفیہ کی دوسری دلیل کا چھٹا جواب	۵۰
۱۹	حنفیہ کی دوسری دلیل کا ساتواں جواب	۵۲
۲۰	حنفیہ کی دوسری دلیل کا آٹھواں جواب	۵۴
۲۱	حنفیہ کی دوسری دلیل کا نانواں جواب	۵۷
۲۲	حنفیہ کی دوسری دلیل کا دسواں جواب	۶۰
۲۳	حنفیہ کی دوسری دلیل کا گیارھواں جواب	۶۳
۲۴	امام رازی کی تقریر	۶۵
۲۵	آیت واذا قرئ القرآن کے نزول کے متعلق نوروائتیں	۷۰
۲۶	پہلی روایت	۷۱
۲۷	دوسری روایت	۷۲
۲۸	تیسری روایت	۷۳
۲۹	چوتھی روایت	۷۴
۳۰	پانچویں روایت	۷۴
۳۱	چھٹی روایت	۷۵
۳۲	ساتویں روایت	۷۶
۳۳	آٹھویں روایت	۷۶
۳۴	نانویں روایت	۷۷
۳۵	امام اعظمؒ کا مناظرہ	۸۲
۳۶	حنفیہ کی تیسری دلیل	۸۴
۳۷	حنفیہ کی تیسری دلیل کا پہلا جواب	۸۵
۳۸	حنفیہ کی تیسری دلیل کا دوسرا جواب	۸۷
۳۹	علماء حنفیہ کے مسامحات	۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبرشمار	عنوان	نمبرصفحہ
۴۰	حنفیہ کی تیسری دلیل کا تیسرا جواب	۹۷
۴۱	حنفیہ کی تیسری دلیل کا چوتھا جواب	۱۰۳
۴۲	حنفیہ کی چوتھی دلیل	۱۰۵
۴۳	حنفیہ کی چوتھی دلیل کا پہلا جواب	۱۰۶
۴۴	حنفیہ کی چوتھی دلیل کا دوسرا جواب	۱۱۹
۴۵	حنفیہ کی چوتھی دلیل کا تیسرا جواب	۱۲۰
۴۶	حنفیہ کی چوتھی دلیل کا چوتھا جواب	۱۲۴
۴۷	حنفیہ کی چوتھی دلیل کا پانچواں جواب	۱۲۸
۴۸	حنفیہ کی پانچویں دلیل	۱۳۴
۴۹	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا پہلا جواب	۱۳۴
۵۰	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا دوسرا جواب	۱۵۶
۵۱	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا تیسرا جواب	۱۵۷
۵۲	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا چوتھا جواب	۱۶۰
۵۳	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا پانچواں جواب	۱۶۱
۵۴	حضرت انسؓ کا فتوی بابت قراءت خلف امام	۱۶۱
۵۵	حضرت ابو سعید خدریؓ کا فتوی	۱۶۲
۵۶	حضرت ابن عباسؓ کا فتوی	۱۶۳
۵۷	حضرت علیؓ کا فتوی	۱۶۴
۵۸	حضرت عمران بن حصینؓ کا فتوی	۱۶۴
۵۹	حضرت ابن عمرؓ کا فتوی	۱۶۵
۶۰	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا چھٹا جواب	۱۶۶

نمبرشمار	عنوان	نمبرصفحہ
۶۱	حنفیہ کی پانچویں دلیل کا ساتواں جواب	۱۶۸
۶۲	" " " آٹھواں جواب	۱۷۱
۶۳	" " " نانواں جواب	۱۷۲
۶۴	" " " دسواں جواب	
۶۵	حنفیہ کی چھٹی دلیل	۱۷۳
۶۶	جواب	۱۷۳
۶۷	حنفیہ کی ساتویں دلیل	۱۷۷
۶۸	جواب	۱۷۷
۶۹	حنفیہ کی آٹھویں دلیل	۱۷۹
۷۰	حنفیہ کی نانویں دلیل	۱۸۱
۷۱	جواب	۱۸۱
۷۲	حنفیہ کی دسویں دلیل	۱۸۲
۷۳	جواب	۱۸۲
۷۴	حنفیہ کی گیارھویں دلیل	۱۸۲
۷۵	پہلا جواب	۱۸۳
۷۶	دوسرا جواب	۱۸۳
۷۷	حنفیہ کی بارھویں دلیل	۱۸۴
۷۸	جواب	۱۸۵
۷۹	حنفیہ کی تیرھویں دلیل	۱۸۵
۸۰	پہلا جواب	۱۸۶
۸۱	دوسرا جواب	۱۸۸
۸۲	تیسرا جواب	۱۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۸۳	حنفیہ کی چودھویں دلیل	۱۹۲	۹۰	جواب	۱۹۹
۸۴	جواب	۱۹۲	۹۱	آثار صحابہ کے اجمالی جواب	۲۰۱
۸۵	حنفیہ کی پندرھویں دلیل	۱۹۴	۹۲	آثار صحابہ کے تفصیلی جواب	۲۰۴
۸۶	جواب	۱۹۴	۹۳	آثار تابعین کے جواب	۲۲۰
۸۷	حنفیہ کی سولھویں دلیل	۱۹۷	۹۴	حنفیہ کے قیاسات و دلائل عقلیہ	
۸۸	جواب	۱۹۸		کے جواب	۲۲۵
۸۹	حنفیہ کی سترھویں دلیل	۱۹۹			

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ہ

امّا بعد یہ دوسرا باب ہے رسالہ **تحقیق الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام** کا۔ یا یوں سمجھو کہ یہ دوسرا حصہ ہے رسالہ تحقیق الکلام کا پہلے حصے میں اول اول تم نے مقدمہ پڑھا ہوگا جس میں جمہور صحابہ وتابعین وغیرہم کا قراءت فاتحہ خلف امام کا قائل وفاعل ہونا۔ بقول علامہ شعرانی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اپنے پرانے قول (منع قراءت خلف امام) سے رجوع کرنا۔ مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہاء ومشائخ وعلماء کا نماز سری وجہری دونوں میں یا فقط نماز سری میں قراءت فاتحہ خلف امام کو مستحب ومستحسن بتانا وغیرہ مضامین تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ پھر مقدمہ پڑھ کر تم نے پہلا باب پڑھا ہوگا جس میں وجوب قراءت فاتحہ خلف الامام کے دلائل حقہ وبراہین قاطعہ لکھے گئے ہیں۔ اور ان دلائل کے متعلق مانعین کے تمام شکوک وشبہات اور اوہام وخدشات سوال وجواب کے پیرایہ میں اور تنبیہ کے عنوان سے بہت وضاحت کے ساتھ دفع کیے گئے ہیں۔ اور ان کی تمام غلط اور بیجا تاویلوں اور دور از کار باتوں کی مدلل ومفصل تردید کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور تابعین اور تبع تابعین کے فتوے تمہاری نظر سے گزرے ہوں گے۔ اور پہلے حصے کو تم نے عبداللہ بن مبارک کے اس قول پر ختم کیا ہوگا: انا اقرأ خلف الامام والناس یقرءون الا قوم من الکوفیین یعنی عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرتا ہوں اور تمام لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم۔

اچھا اب یہ دوسرا حصہ پڑھو۔ اس میں مانعین کے تمام دلائل نقل کرکے ہر ایک کا مدلل ومفصل جواب دیا گیا ہے۔ اوّل اوّل حنفیہ کی ایک دلیل جدید نقل کی گئی ہے جو بعض دیوبندی علماء کو دستیاب ہوئی ہے جس پر ان کو بہت کچھ فخر وناز ہے۔ پھر اس کے چھ جواب لکھے گئے ہیں۔ پھر آیہ واذا قرئ القراٰن الخ کے گیارہ جواب دیے گئے ہیں۔ پھر حدیث واذا قرأ فانصتوا کے چار جواب۔ پھر حدیث مالی انازع القراٰن کے پانچ جواب۔ پھر حدیث من کان له امام کے دس جواب تحریر کیے گئے ہیں۔ پھر اسی طرح حنفیہ کی تمام دلیلوں کو نقل کرکے ہر ایک کا نہایت وضاحت اور بسط وتفصیل کے ساتھ کافی وشافی جواب دیا گیا ہے اور مانعین کو ان دلائل سے استدلال کرنے اور اپنے مطلوب کے ثابت کرنے میں جو جو زلّات ومسامحات لاحق ہوئے ہیں اور جو جو غلط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہمیاں وبےضابطگیاں وقوع میں آئی ہیں، سب کو بیان کر کے ہر ایک کا ازالہ کیا گیا ہے۔ پھر آثار صحابہ وتابعینؒ کے جواب لکھے گئے ہیں۔ پھر صاحب ہدایہ کے دعویٰ اجماع کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ پھر مانعین کے دلائل عقلیہ و قیاسات کو نقل کر کے ہر ایک پر قابل دید بحث کی گئی ہے۔ پھر علامہ طحاوی کے اس قول "الا ثار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صحت وتواترت اولی ان یقال بھا من النظر" اور مولانا روم کے ان دو شعروں پر دوسرے حصے کو ختم کیا گیا ہے ؎

این قیاسات وتحری روز ابر یا بشب مر قبلہ را کردست جبر
لیک با خورشید وکعبہ پیش رو این قیاس واین تحری را مجو

واضح ہو کہ یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں تصنیف ہوا تھا اور اس کا پہلا حصہ اسی زمانہ میں طبع ہو کر شائع ہو گیا تھا اور اس کا یہ دوسرا حصہ اب ایک مدت کے بعد ۱۳۳۴ھ میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس درمیان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایک بڑا احسان وانعام مجھ پر یہ ہوا کہ امام بیہقی کی کتاب[1] القرأۃ خلف الامام جو ایک بے مثل اور نادر کتاب ہے مجھے مل گئی۔ اس مبارک کتاب سے میں نے اس دوسرے حصے میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے اور بہت کچھ مدد لی ہے۔ فللّٰہ الحمد۔ اور ہاں اس درمیان میں بعض دیوبندی احناف کی طرف سے قراءت خلف امام کی ممنوعیت اور منسوخیت میں ایک مبسوط رسالہ الفرقان فی قراءۃ ام القرآن نامی شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے لائق مصنف کو اس پر نہایت فخر ہے۔ آج تک مسئلہ قرأت خلف امام کے متعلق جس قدر رسائل طرفین سے شائع ہوئے ہیں وہ سب آپ کے نزدیک بے کار ہیں۔ آپ کا یہی ایک رسالہ الفرقان ہی کار آمد ہے جیسا کہ آپ نے اس رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس دوسرے حصے میں اس رسالہ الفرقان کی بھی حقیقت اچھی طرح ہر ظاہر کر دی جائے۔ ہمارے اس رسالہ کے حصہ اول و دوم میں مانعین کے تمام رسائل و تحریرات متعلقہ مسئلہ قرأت خلف امام مثلاً دلیل قوی۔ ہدایۃ المعتدی۔ خاتمۃ الخطاب۔ اسکات المعتدی ظل الغمام۔ ابواب قرأت۔ آثار السنن وغیرہا کا کافی جواب دیا گیا ہے۔ لیکن اس دوسرے حصے میں رسالہ الفرقان کا خاص طور پر جواب لکھا گیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

خاکسار

محمد عبد الرحمٰن مبارک پوری عفا اللہ عنہ

[1] یہ کتاب اب طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُوسرا باب

حنفیہ کے دَلائل کے جواب میں

علمائے حنفیہ اپنے دعویٰ (منع قراءت خلف امام) کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ اُن میں جو سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے وہ آیۂ واذا قرئ القرآن الخ ہے۔ مباحث قراءت خلف امام میں اول اول یہی دلیل بیان کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ پہلے ہم اِسی دلیل کا جواب لکھتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اب خود بعض احناف[1] کے نزدیک اِس دلیل کا مخدوش و ناقابل استدلال ہونا ثابت ہو گیا ہے چنانچہ وہ اس دلیل کی نسبت لکھتے ہیں کہ "اگرچہ بہت سے علمائے احناف اس میں زور لگاتے ہیں کہ آیت استماع (واذا قرئ القرآن الخ) سے جہری و سری نمازوں میں قراءت مقتدی منسوخ ہوئی۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ خالی دعویٰ ہے۔ دلیل اس کی مساعدت نہیں کرتی ہے"۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے بعض احناف[2] کو ایک دلیل جدید مل گئی ہے جو اثبات مطلوب میں اس دلیل (واذا قرئ القرآن) سے بہت بڑھ کر ہے۔ چنانچہ وہ اس دلیل جدید کی نسبت فرماتے ہیں کہ "دریں امر استدلالے از نظر گزشتہ کہ بسواد احداق باید نوشت و بساط اختلاف از میان باید نوشت"۔ اور ایک دوسرے[3] صاحب اس دلیل جدید کی بہت کچھ تعریف و توصیف کر کے لکھتے ہیں "بالجملہ (یہ دلیل جدید) نسخ قراءت مقتدی کے بارہ میں خاتم الدلائل اور فارق بین الحق والباطل ہے"۔ پس ان دونوں وجہوں پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوا کہ اسی دلیل جدید کو حنفیہ کی پہلی دلیل قرار دے کر اسی کا پہلے جواب لکھا جائے۔ بناءً علیہ اسی دلیل جدید کو حنفیہ کی پہلی دلیل ٹھیرائی جاتی ہے اور اوّل اوّل اسی کا جواب لکھا جاتا ہے وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

حنفیہ کی پہلی دلیل

سنن ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] مصنف رسالہ الفرقان صفحہ ۱۲ [2] مصنف رسالہ خاتمۃ الخطاب وغیرہ ۱۲ [3] مصنف رسالہ الفرقان ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیماں وبعضا بطگیاں وقوع میں آئی ہیں، سب کو بیان کرکے ہر ایک کا ازالہ کیا گیا ہے۔ پھر آثار صحابہ وتابعینؒ کے جواب لکھے گئے ہیں۔ پھر صاحب ہدایہ کے دعویٰ اجماع کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔ پھر مانعین کے دلائل عقلیہ و قیاسات کو نقل کرکے ہر ایک پر قابل دید بحث کی گئی ہے۔ پھر علامہ طحاوی کے اس قول "الا ثار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صحت وتواترت اولیٰ ان یقال بھا من النظر" اور مولانا روم کے ان دو شعروں پر دوسرے حصے کو ختم کیا گیا ہے ؎

این قیاسات وتحری روز ابر ... یا بشب مرقبلہ را کردست جبر

لیک با خورشید وکعبہ پیش رو ... این قیاس واین تحری را مجو

واضح ہو کہ یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں تصنیف ہوا تھا اور اس کا پہلا حصہ اسی زمانہ میں طبع ہو کر شائع ہو گیا تھا اور اس کا یہ دوسرا حصہ اب ایک مدت کے بعد ۱۳۳۴ھ میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس درمیان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایک بڑا احسان وانعام مجھ پر یہ ہوا کہ امام بیہقی کی کتاب[1] القراءۃ خلف الامام جو ایک بے مثل اور نادر کتاب ہے مجھے مل گئی۔ اس مبارک کتاب سے میں نے اس دوسرے حصے میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے اور بہت کچھ مدد لی ہے۔ فللہ الحمد۔ اور ہاں اس درمیان میں بعض دیوبندی احناف کی طرف سے قراءت خلف امام کی ممنوعیت اور منسوخیت میں ایک مبسوط رسالہ الفرقان فی قراءۃ ام القرآن نامی شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے لائق مصنف کو اس پر نہایت فخر ہے۔ آج تک مسئلہ قراءت خلف امام کے متعلق جس قدر رسائل طرفین سے شائع ہوئے ہیں وہ سب آپ کے نزدیک بے کار ہیں۔ آپ کا یہی ایک رسالہ الفرقان ہی کارآمد ہے جیسا کہ آپ نے اس رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس دوسرے حصے میں اس رسالہ الفرقان کی بھی حقیقت اچھی طرح پر ظاہر کردی جائے۔ ہمارے اس رسالہ کے حصہ اول ودوم میں مانعین کے تمام رسائل وتحریرات متعلقہ مسئلہ قراءت خلف امام مثلاً دلیل قوی۔ ہدایۃ المعتدی۔ خاتمۃ الخطاب۔ اسکات المعتدی۔ ظل الغمام۔ ابواب قراءت۔ آثار السنن وغیرہا کا کافی جواب دیا گیا ہے۔ لیکن اس دوسرے حصے میں رسالہ الفرقان کا خاص طور پر جواب لکھا گیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل +

خاکسار

محمد عبد الرحمن مبارکپوری عفا اللہ عنہ

[1] یہ کتاب اب طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُوسرا باب

حنفیہ کے دَلائل کے جواب میں

علمائے حنفیہ اپنے دعویٰ (منع قراءت خلفِ امام) کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں پیش کرتے ہیں اُن میں جو سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے وہ آیۂ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ ہے۔ مباحث قرأت خلف امام میں اول اول یہی دلیل بیان کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ پہلے ہم اسی دلیل کا جواب لکھتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اب خود بعض احنافؒ کے نزدیک اس دلیل کا مخدوش و ناقابل استدلال ہونا ثابت ہو گیا ہے چنانچہ وہ اس دلیل کی نسبت لکھتے ہیں کہ "اگرچہ بہت سے علمائے احناف اس میں زور لگاتے ہیں کہ آیت استماع (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ) سے جہری و سری نمازوں میں قرأت مقتدی منسوخ ہوئی۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ خالی دعویٰ ہے۔ دلیل اس کی مساعدت نہیں کرتی ہے"۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے بعض احنافؒ کو ایک دلیل جدید مل گئی ہے جو اثبات مطلوب میں اس دلیل (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ) سے بہت بڑھ کر ہے۔ چنانچہ وہ اس دلیلِ جدید کی نسبت فرماتے ہیں کہ "دریں امر استدلالے از نظر گزشتہ کہ بسواد احداق باید نوشت و بساط اختلاف از میان باید نوشت"۔ اور ایک دوسرے[2] صاحب اس دلیل جدید کی بہت کچھ تعریف و توصیف کر کے لکھتے ہیں "بالجملہ (یہ دلیل جدید) نسخ قرأت مقتدی کے بارہ میں خاتم الدلائل اور فارق بین الحق والباطل ہے"۔ پس ان دونوں وجہوں پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوا کہ اسی دلیل جدید کو حنفیہ کی پہلی دلیل قرار دے کر اسی کا پہلے جواب لکھا جائے۔ بناءً علیہ اسی دلیل جدید کو حنفیہ کی پہلی دلیل ٹھیرائی جاتی ہے اور اول اول اسی کا جواب لکھا جاتا ہے وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

حنفیہ کی پہلی دلیل

سنن ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[1] مصنف رسالہ الفرقان صفحہ ۱۲ [2] مصنف رسالہ خاتمۃ الخطاب وغیرہ ۱۲ [3] مصنف رسالہ الفرقان ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس ابوبکرؓ نماز پڑھانے کو آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تخفیف معلوم ہوئی۔ دو شخص کے سہارے سے آپ مسجد میں تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی تشریف آوری معلوم کر کے پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارہ سے فرمایا اپنی جگہ پر ٹھیرے رہو۔ اور آپ ان کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور جہاں تک وہ قرأت کر چکے تھے وہیں سے آپ نے قرأت کو پوری کیا۔ ابوبکرؓ کھڑے تھے اور آپ بیٹھے تھے۔ ابوبکرؓ نے آپ کی اقتدا کی اور لوگوں نے ابوبکرؓ کی اقتدا کی۔ ابن ماجہ ص۸۸ میں ہے:

حدثنا علی بن محمد ثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن الارقم بن شرحبیل عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث) وفیہ فخرج ابوبکر فصلی بالناس فوجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فخرج یھادی بین رجلین و رجلاہ تخطان فی الارض فلما راٰہ الناس سبحوا بابی بکر فذھب لیستأخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای مکانک فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلس عن یمینہ وقام ابوبکر فکان ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یأتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القرأۃ من حیث کان بلغ ابوبکر۔

مسند احمد بن حنبل (ج ۱، ص ۲۳۱) میں ہے:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدۃ حدثنی ابی عن ابی اسحٰق عن الارقم ابن شرحبیل عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث) وفیہ فجلس الی جنب ابی بکر عن یسارہ واستفتح من الاٰیۃ التی انتھی الیھا ابوبکر

ونیز اسی مسند (ج ۱، ص ۳۵۵) میں ہے:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن الارقم بن شرحبیل الاودی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین جاء اخذ من القرأۃ من حیث کان بلغ ابوبکرؓ

نیز اسی مسند (ج ۱ ص ۳۵۶) میں ہے:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ارقم بن شرحبیل عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث) وفیہ فجاء النبی صلی اللہ علیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسلم حتی یلس قال فتام ابوبکر عن یمینہ کان ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یأتمون بابی بکر قال ابن عباس اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث بلغ ابوبکر الخ

شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ۲۳۵) میں ہے:

حدثنا ابوبشر الرقی قال حدثنا الفریابی ح وحدثنا ربیع المؤذن قال حدثنا اسد قالا ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ارقم بن شرحبیل قال سافرت مع ابن عباس من المدینۃ الی الشام فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما مرض (الحدیث) وفیہ فخرج یھادی بین رجلین فلما احسہ ابوبکر سبحوا بہ فذھب ابوبکر یتاخر فاشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکانک فاستتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انتھی ابوبکر من القراءۃ الخ۔

تقریر استدلال:

خاتمۃ الخطاب کے مصنف نے استدلال کی تقریر یوں کی ہے کہ:

"در مرض موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ را امام قوم فرمودہ بودند و حضرت صدیق نماز باقوم می گزاردند کہ آنحضرت قدرے تخفیف یافتند و در مسجد تشریف آوردند و حضرت صدیق متاخر شدند و آنحضرت امام شدند و از ہمانجا قراءت شروع نمودند کہ حضرت ابوبکر گذاشتہ بود پس کم ازیں نیست کہ شطرے از فاتحہ خواندہ باشند و آنحضرت آں قدر را اعادہ نکردہ۔"

الفرقان کے مصنف نے اس طرح تقریر کی ہے کہ: "یہ ترک فاتحہ کلاً یا جزءاً آپ نے کیوں اختیار فرمایا۔ اور یہ رکعت بلا فاتحہ کے کیسے درست ہوئی۔ سوا س وقت گر قرأت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی تو یہ ترک فاتحہ موجہ ہوسکتا ہے ورنہ کسی طرح موجہ نہیں ہوسکتا ہے۔ کہ چونکہ قرأت مقتدی اس وقت منسوخ ہو چکی تھی اور آپ کا شمول درمیان رکعت کے اس نماز میں اقتداءً ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے ترک فاتحہ کلاً یا جزءاً اختیار فرمایا۔ اور اسی وجہ سے یہ رکعت بلا فاتحہ کے درست ہوئی۔ اور اگر آپ کا شمول اماماً ہوا تھا اور آپ اول ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوئے تھے۔ تب بھی ترک فاتحہ کی یہی وجہ ہوگی۔ کیونکہ آپ کی یہ امامت خلافۃ عن الامام السابق تھی اور خلیفۃ الامام امام سابق کا مقتدی حکمی ہوتا ہے۔ اور قراءت گزشتہ اس کے ذمہ سے ساقط ہوتی ہے۔" انتہی تقریرہ ملخصاً۔

یہ ہے حنفیہ کی دلیل جدید اور اس کی تقریر۔ اب اس دلیل کا جواب پڑھو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پہلی دلیل کا پہلا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی نماز کے بارے میں صحیحین وغیرہما میں حضرت عائشہؓ سے مطولاً و مختصراً متعدد روایتیں آئی ہیں مگر ان کی کسی صحیح روایت میں لفظ واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث بلغ ابوبکر۔ یا کوئی اور لفظ جو اس لفظ کا ہم معنی ہو واقع نہیں ہوا ہے۔ اور ابوموسیٰ اشعری اور سالم بن عبید سے بھی اس بارے میں صحیح روایتیں آئی ہیں مگر ان میں بھی یہ لفظ واقع نہیں ہوا ہے۔ ان روایات کے علاوہ کسی اور صحیح روایت میں بھی یہ لفظ وارد نہیں ہوا ہے اور یہی لفظ محل استدلال ہے۔ یہ لفظ عائشہؓ کی ایک ضعیف روایت میں آیا ہے جو بوجہ ضعیف ہونے کے ناقابل استدلال ہے۔ و نیز یہ لفظ ابن عباسؓ کی روایات میں آیا ہے لیکن ابن عباسؓ کی یہ روایات بھی ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں پس جب لفظ مذکور کسی صحیح روایت میں واقع نہیں ہوا ہے۔ اور جن روایتوں میں واقع ہوا ہے وہ ضعیف و ناقابل استدلال ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ کی پہلی دلیل ضعیف و ناقابل اعتبار ہے۔

حضرت عائشہؓ کی وہ ضعیف روایت جس میں لفظ مذکور واقع ہوا ہے یہ ہے۔ اسد بن موسیٰ کی کتاب فضائل الصحابہ میں ہے:

حدثنا ابو المعاویۃ[1] عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر عن ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ فی حدیث طویل فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فانطلق یہادی بین رجلین فذھب ابوبکر یستأخر فأشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ مکانک فاستفتح النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انتھی ابوبکر من القراءۃ۔

علامہ عینی نے اس روایت کو شرح صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۴۷) میں اسی طرح بر اسد بن موسیٰ کی کتاب فضائل الصحابہ سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی ابومعاویہ ہے اور کتب رجال سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے۔ اس نام کے کئی راوی ہیں بعض ثقہ ہیں اور بعض ضعیف پس جب تک اس پہلے راوی کی تعیین نہ ہو یہ روایت کیونکر قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا راوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے اور یہ ضعیف ہے۔ تقریب میں ہے: عبد الرحمٰن بن ابی بکر ابن عبید اللہ بن ابی ملیکۃ المدنی ضعیف من السابعۃ۔ میزان الاعتدال میں ہے: عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی المکی عن عمہ ابن ابی ملیکۃ قال البخاری ذاھب الحدیث وقال ابن معین ضعیف وقال احمد منکر الحدیث وقال النسائی متروک انتھی۔ علاوہ بریں اس روایت کے مُخرج اسد بن موسیٰ جو ملقب بہ اسد السنۃ ہیں مغرب ہیں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں:

[1] ھکذا فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسد بن موسیٰ بن ابراھیم بن الولید بن عبد الملک بن مروان الاموی صدوق یغرب فیہ نصب انتہی
تو شاید ان کے اغراب ہی کی وجہ سے امام نسائی نے ان کی شان میں لکھا ہے لو لم یصنف لکان خیر لہ۔

الحاصل حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ضعیف ہے اور اس روایت میں لفظ فاستفتح النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ منکر ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی کسی روایت صحیحہ میں یہ لفظ نہیں ہے۔

اور ابن عباسؓ کی روایات (جن میں لفظ مذکور واقع ہوا ہے) اس وجہ سے ضعیف ہیں کہ ان کا مدار ابو اسحٰق سبیعی پر ہے جو آخر میں مختلط ہو گئے تھے۔ تقریب میں ہے عمرو بن عبد اللہ ابو اسحٰق السبیعی مکثر ثقۃ عابد من الثالثۃ اختلط بآخرہ۔

امام نووی مقدمہ شرح میں لکھتے ہیں فمن المختلطین عطاء بن السائب وابو اسحٰق السبیعی الخ۔
اور ان روایات کو ابو اسحاق سے اسرائیل نے روایت کیا ہے یا زکریا نے۔ اور اسرائیل اور زکریا دونوں نے ابو اسحاق سے ان کے مختلط ہونے کے بعد روایت کیا ہے۔ میزان میں ہے: قال احمد بن حنبل حدث زکریا واسرائیل عن ابی اسحٰق لین سمعا منہ بآخرۃ۔ ونیز اسی میزان میں ہے قال ابن معین زکریا و زھیر واسرائیل حدیثھم فی ابی اسحٰق قریب من السواء انما اصحاب ابی اسحٰق سفیان و شعبۃ انتہی۔

پس جبکہ ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ کا مدار ابو اسحاق سبیعی پر ہے اور یہ آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور ان روایات کو ابو اسحاق سے اسرائیل یا زکریا روایت کرتے ہیں۔ اور ان دونوں کا سماع ابو اسحٰق سے بعد الاختلاط ہے تو ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ ضعیف و نامقبول ہیں۔ و نیز ابو اسحٰق سبیعی جن پر ابن عباس کی روایات کا مدار ہے مدلس ہیں اور روایات مذکورہ کو انہوں نے ارقم بن شرحبیل سے معنعناً روایت کیا ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں پس اس وجہ سے بھی ابن عباس کی روایات مذکورہ ضعیف و ناقابل استدلال ہیں۔ علامہ ابو الحسن سندی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں وفی زوائد اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات الا ان ابا اسحٰق اختلط بآخرہ وکان مدلسا وقد رواہ بالعنعنۃ وقد قال البخاری لا یذکر سماعاً من ارقم بن شرحبیل انتہی۔ حافظ ابن حجر طبقات المدلسین (ص ۱۴) میں لکھتے ہیں: عمرو بن عبد اللہ السبیعی الکوفی مشھور بالتدلیس ھو تابعی ثقۃ وصفہ النسائی وغیرہ بذلک انتہی۔

و نیز ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ میں اضطراب ہے۔ پس اضطراب کی وجہ سے بھی یہ روایات ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔ ان روایات میں اضطراب کی وجہ یہ ہے کہ ارقم بن شرحبیل نے ان روایات کو کبھی مسانید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس سے ٹھیرایا ہے۔ جیسا کہ روایات مذکورہ ہیں۔ اور کبھی مسانید عباس رضؓ سے ٹھیرایا ہے جیسا کہ قیس بن ربیع کی روایت میں ہے۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۵۰) میں لکھتے ہیں: وفی حدیث قیس عن عبداللہ بن ابی السفر عن الارقم بن شرحبیل عن ابن عباس عن العباس بن عبدالمطلب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ مرہ ابا بکر فلیصل بالناس (الیٰ قولہ) فقرأ من المکان الذی انتھی الیہ ابو بکر من السورۃ۔ اور جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ ضعیف ہیں اسی طرح قیس بن ربیع کی یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ تخریج زیلعی میں ہے رواہ البزار فی مسندہ بسند فیہ قیس بن الربیع وھو ضعیف۔ تقریب میں ہے: قیس بن الربیع الاسدی ابو محمد الکوفی صدوق تغیر لما کبر وادخل علیہ ابنہ ما لیس من حدیثہ فحدث بہ انتھی۔

پس اضطراب کی وجہ سے بھی ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ ضعیف و نامقبول ہیں۔

تنبیہ

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کو ابن ماجہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں "واسنادہ حسن"۔ حافظ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کی حدیث مذکور مقبول و قابل احتجاج ہے لیکن واضح رہے کہ حافظ کا یہ قول معارض ہے ان کے اُس قول کے جو انہوں نے تقریب میں ابو اسحاق کی نسبت لکھا ہے کہ وہ آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔ و نیز حافظ کا یہ قول معارض ہے ان کے اس قول کے جو انہوں نے ابو اسحاق کی نسبت طبقات المدلسین میں لکھا ہے کہ وہ مدلس تھے۔ وجہ تعارض ظاہر ہے اس واسطے کہ حافظ کے ان دونوں قولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کی حدیث مذکور بوجہ اختلاط و تدلیس ابو اسحٰق کے ضعیف و نامقبول ہے۔ اور حافظ کے اس قول واسنادہ حسن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث مذکور مقبول و قابل استدلال ہے۔ پس حافظ کا یہ قول بوجہ تعارض کے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ آخر

خاتمۃ الخطاب کے مصنف صاحب ابن عباسؓ کی حدیث کو ابن ماجہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "سند ایں حدیث صحیح است و رجال آں ہمہ ثقات ہستند"۔ اور مسند احمد سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ "اسناد ایں حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درغایت صحت است"۔ اور الفرقان کے مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ "حدیث ابن ماجہ صحیح ہے۔ اس میں جملہ رواۃ سوائے علی بن محمد اور ارقم بن شرحبیل کے رجال بخاری ہیں۔ باقی وہ دونوں بھی ثقہ ہیں"۔ پھر لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ علامہ ابن حجر نے اس کو حسن کیوں لکھا ہے۔ صحیح کیوں نہیں لکھا۔ شاید معنی لغوی لکھا ہے یا مسامحت سے کام لیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ حدیث بقواعد حدیث صحیح ہے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان مصنفین کو ابو اسحٰق سبیعی کے مختلط اور مدلس ہونے کی خبر نہیں ہے۔ یا خبر ہے مگر اس کی خبر نہیں کہ اختلاط و تدلیس مانع صحت ہے۔ ان لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ رجال سند کا ثقہ ہونا حدیث کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس قابلیت پر تنقید حدیث پر جرأت اور حافظ کے کلام پر مناقشہ کا شوق۔

تنبیہ آخر

قیس بن ربیع کی روایت مذکورہ کا ضعیف و نامقبول ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ ضعیف ہیں اور آخر عمر میں متغیر الحافظہ ہو گئے تھے۔ اور معلوم نہیں کہ ان کے شاگرد نے اس روایت کو ان سے تغیر کے بعد روایت کیا ہے یا قبل تغیر کے۔ پس بوجہ نہ معلوم ہونے اس بات کے یہ روایت نامقبول ہوگی کیونکہ متغیر الحافظہ کی وہ روایت نامقبول ہوتی ہے جو بعد تغیر کے اس سے روایت کی گئی ہو۔ یا یہ معلوم نہ ہو کہ بعد تغیر کے روایت کی گئی ہے یا قبل تغیر کے۔ ان دونوں صورتوں میں متغیر الحافظہ کی روایت نامقبول ہوتی ہے۔ امام نووی مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

فصل فی حکم المختلط اذا خلط الثقۃ لاختلال ضبطہ بخرف او ھرم او لذھاب بصرہ او نحو ذلک قبل حدیث من اخذ عنہ قبل الاختلاط ولا یقبل حدیث من اخذ عنہ بعد الاختلاط او شککنا فی وقت اخذہ انتھی۔ مقدمہ ابن الصلاح (ص ۱۹۶) میں ہے: والحکم فیہم انہ یقبل حدیث من اخذ عنھم قبل الاختلاط ولا یقبل حدیث من اخذ عنھم بعد الاختلاط او اشکل امرہ فلم یدر ھل اخذ عنہ قبل الاختلاط او بعدہ انتھی۔

جب یہ معلوم کر چکے تو الفرقان کے مصنف نے جو قیس بن ربیع کے متغیر الحافظہ ہونے کا جواب دیا ہے اس کو سنو آپ لکھتے ہیں کہ "تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کر دیں کہ قیس نے اس کو بعد تغیر حافظہ کے روایت کیا ہے یہ جرح قابل التفات نہیں۔ کیونکہ اوّلاً وہ صدوق و حافظ تھے۔ سو اگر یہ روایت قبل تغیر حافظہ کے ہے تو اس کی صحت میں کیا کلام"۔ دیکھو الفرقان کے مصنف کو حکم مخلط سے جو اصولِ حدیث کا ایک موٹا مسئلہ ہے بالکل بے خبری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پہلی دلیل کا دوسرا جواب

ابن عباس رضہ کی روایات مذکورہ مخالف ہیں اس روایت کے جس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تخفیف
وجد من نفسہ خفۃ فخرج بین رجلین	معلوم ہوئی تو دو شخص کے درمیان جن میں سے ایک
احدھما العباس لصلوٰۃ الظھر وابوبکر	عباس رضہ تھے نماز ظہر کے واسطے نکلے اور ابوبکر رضہ نماز
یصلی بالناس فلما رآہ ابوبکر ذھب	پڑھا رہے تھے پس جب ابوبکر رضہ نے آپ کو دیکھا
لیتأخر الحدیث۔	تو پیچھے ہٹنے لگے۔

حضرت عائشہ رضہ کی اس متفق علیہ روایت اور ابن عباس رضہ کی روایات مذکورہ میں تخالف و تعارض ظاہر ہے اس واسطے کہ حضرت عائشہ رضہ کی اس روایت سے بصراحت ثابت ہے کہ وہ نماز جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے تھے ظہر کی نماز تھی۔ اور ابن عباس کی روایات مذکورہ سے ظاہر ہے کہ وہ نماز کوئی جہری نماز تھی۔ امام طحاوی لکھتے ہیں:

ودل بما انتہی الیہ ابوبکر فی القراءۃ انہا صلوٰۃ یجہر فیہا بالقراءۃ کذا فی المعتصر۔ (ج ا ص ۴۹) ونیز لکھتے ہیں لان تلک الصلوٰۃ کانت صلوٰۃ یجہر فیہا بالقراءۃ ولولا ذلک لما علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الموضع الذی انتہی الیہ ابوبکر من القراءۃ ولا علمہ من خلف ابی بکر۔ کذا فی شرح الآثار (ج ا۔ ص ۲۳۶)۔

اور خود خاتمۃ الخطاب کے مصنف کو بھی اس کا اعتراف ہے جنہوں نے ابن عباس رضہ کی روایت مذکورہ سے ترک قراءت مقتدی پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "وایں حدیث حذوا لجذہ در معارضہ حدیث عبادہ است کہ آں در صلوٰۃ فجر بودہ وایں حدیث ہم مکدامی نماز جہری بودہ تا صادق آید کہ آنحضرت قراءت از آنجا شروع فرمودند کہ ابوبکر گذاشتہ بود ورنہ اطلاع آنحضرت بر منتہی قراءت بدون کلام صورت نہ بندد" اور ہاں واضح ہے کہ جب ابن عباس رضہ نے حضرت عائشہ رضہ کی اس حدیث کو سنا تو اس کی تصدیق کی اور کچھ انکار نہیں کیا چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے

قال عبید اللہ فدخلت علی عبد اللہ بن عباس فقلت لہ الا اعرض علیک ما حدثتنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائشۃ عن مرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ھات فعرضت حدیثھا علیہ فما انکر منہ شیئاً غیر انہ قال اسمت لک الرجل الذی مع العباس قلت لا قال ھو علی رضی اللہ عنہ۔

یعنی عبیداللہ نے کہا کہ پس میں عبداللہ بن عباس کے پاس گیا اور کہا کہ کیا میں آپ پر اس حدیث کو پیش نہ کروں جو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے بارے میں مجھ سے بیان کی ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا لاؤ (پیش کرو) پس میں نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو ابن عباس پر پیش کیا تو انہوں نے اس حدیث کی کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ ہاں اتنا کہا کہ کیا حضرت عائشہؓ نے تم سے اُس شخص کا نام بتایا جو عباسؓ کے ساتھ تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ تھے"۔

دیکھو، خود ابن عباسؓ کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ وہ نماز جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے تھے ظہر کی نماز تھی۔ پس جب معلوم ہوا کہ ابن عباس کی روایات مذکورہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث متفق علیہ کے مخالف ہیں جو حضرت عائشہؓ کی اس حدیث متفق علیہ کے لفظ لصلوٰۃ الظھر سے بصراحت ثابت ہے کہ وہ نماز جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے تھے ظہر کی نماز تھی۔ اور ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ کے لفظ واخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث کان بلغ ابوبکر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نماز کوئی جہری نماز تھی۔ پس حضرت عائشہؓ کی حدیث متفق علیہ کے لفظ لصلوٰۃ الظھر کے مقابلہ میں ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ کا لفظ واخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ یا کوئی اور لفظ جو اس کا ہم معنی ہو ہرگز ہرگز حجت نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ لفظ حجت اور قابل استدلال نہیں ہے تو حنفیہ کی پہلی دلیل کا صحیح نہ ہونا صاف ظاہر ہے کیونکہ یہی لفظ تو محل احتجاج ہے۔

حنفیہ کی پہلی دلیل کا تیسرا جواب

ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ میں جو الفاظ محل استدلال ہیں ان سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت باآواز بلند وہیں سے شروع کی جہاں سے ابوبکرؓ نے چھوڑی تھی اور ان روایات کے کسی لفظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ نے کل سورہ فاتحہ کو یا اس کے کچھ حصے کو بالکلیہ ترک کیا۔ یعنی آپ نے اس کو آہستہ بھی نہیں پڑھا نہ پہلے نہ پیچھے۔ پس احناف کو چاہیے کہ پہلے ان روایات مذکورہ کے کسی لفظ سے یہ ثابت کریں کہ آنحضرتؐ نے کل سورۂ فاتحہ یا اس کے کچھ حصے کو بالکلیہ ترک فرمایا اور اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہستہ بھی نہیں پڑھا۔ پھر اس کے بعد ان روایات مذکورہ سے نسخ قراءت مقتدی کا ارادہ کریں ودونہ خرط القتاد
ونیز ابن عباسؓ کی روایات مذکورہ میں اس امر کا کچھ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رکعت کا
اعتبار کیا یا نہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس رکعت کا اعتبار نہ کیا ہو اور اس کا اعادہ کر لیا ہو۔ پس پہلے
یہ ثابت کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رکعت کا اعتبار کیا اور اس کا اعادہ نہیں فرمایا۔
پھر بعد اس کے ان روایات سے نسخ قرأت مقتدی کا ارادہ کریں ودونہ خرط القتاد۔

اگر کوئی کہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رکعت کا اعادہ فرمائے ہوتے تو ضرور آپ کے اعادہ فرمانے کا
ذکر مرض الموت کی نماز کی روایتوں میں ہوتا۔ کیونکہ حاضرین جماعت کے روبرو جو باتیں وقوع میں آئی ہیں۔
مثلاً دو آدمی کے سہارے سے آپ کا مسجد میں تشریف لانا اور ابو بکرؓ کو اپنی جگہ پر ٹھیرے رہنے کی اشارت سے
ہدایت کرنا اور ابو بکرؓ کے بائیں طرف بیٹھنا وغیرہ وغیرہ سب منقول ہیں۔ پس اگر آپ اس رکعت کو اعادہ فرمائے
ہوتے تو ضرور منقول ہوتا۔ اور جب یہ منقول نہیں تو ثابت ہوا کہ آپ نے اعادہ نہیں فرمایا تھا۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ عدم نقل عدم وقوع کو مستلزم نہیں۔ علاوہ بریں طحاوی کی ایک روایت میں آیا ہے
کہ آپ اس نماز کو پوری نہیں کرنے پائے تھے کہ آپ کے مرض موت میں شدت ہوئی اور آپ بغیر نماز پوری کیے
حجرے میں واپس تشریف لے گئے۔ پس ہو سکتا ہے کہ آپ نے حجرے میں جا کر جیسے اس نماز کے بقیہ کو ادا فرمایا ہو۔ اس
رکعت کا بھی اعادہ کر لیا ہو۔ اور جیسے اس نماز کے بقیہ کا ادا کرنا منقول نہیں ہے۔ آپ کا اعادہ فرمانا بھی منقول
نہیں ہوا۔ فتفکر۔ طحاوی کی وہ روایت یہ ہے:

وروی ارقم بن شرحبیل عن ابن عباسؓ قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما مرض
مرضہ الذی مات فیہ (الی قولہ) فاستتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حیث انتھی
ابو بکر من القراءۃ وابو بکر قائم ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جالس فائتم ابو بکر برسول
اللہ وائتم الناس بابی بکر فما قضی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصلوۃ حتی ثقل فخرج
یھادی بین رجلین وان رجلاہ لتخطان بالارض فمات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ولم یوص کذا فی المعتصر (ج ۱۔ ص ۴۹)

ترجمہ بقدر ضرورت یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری نہیں کی تھی کہ مرض میں شدت ہوئی۔
پس دو آدمی کے سہارے سے نکلے اور آپ کے دونوں پیر زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے۔ پس رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کی اور وصیت نہیں کی۔"

حنفیہ کی پہلی دلیل کا چوتھا جواب (۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو شخص کے سہارے سے مسجد میں تشریف لاکر جو شامل نماز ہوئے سو آپ کا یہ شمول اقتداءً نہیں تھا بلکہ بارادۂ امامت تھا۔ یعنی یہ بات نہ تھی کہ پہلے آپ مقتدی بن کر شامل نماز ہوئے۔ پھر بعد شمول امام بن گئے۔ بلکہ آپ اول ہی سے امام ہو کر شامل نماز ہوئے تھے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ ابوبکرؓ کے پاس پہنچ کر ان کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس آپ کا صفوں کو چیر کر ابوبکرؓ کے پاس جانا اور ان کے بائیں طرف بیٹھنا ایک روشن دلیل ہے اس امر کی کہ آپ کا ارادہ اول ہی سے امامت کا تھا اور آپ اول ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوئے۔ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:

وجلوسه عن يسار ابي بكر دليل على انه اراد الامامة لا الائتمام فيها اذ لو اراد الائتمام بابي بكر لجلس خلفه كما فعل في يوم بني عمرو بن عوف لما ذهب ليصلح بينهم فجاء وابو بكر يصلي بالناس وكذلك فعل اذ ذهب لحاجته فجاء وعبد الرحمن بن عوف يؤمهم وقد صلى بهم ركعة فصلى خلفه ركعة وقضى الركعة التي فاتته كذا في المعتصر (ج۔ص ۴۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے امامت کا ارادہ کیا تھا نہ کہ اقتدا کا۔ کیونکہ اگر آپ ابوبکرؓ کی اقتدا کا ارادہ کرتے تو ابوبکرؓ کے پیچھے بیٹھتے جیسا کہ آپ نے عمرو بن عوف کے دن کیا تھا۔ جبکہ آپ ان میں صلح کرانے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے واپس آئے تو ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ اور ایسا ہی آپ نے اس وقت بھی کیا تھا جبکہ آپ حاجت ضروری کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ پھر واپس آئے تو عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت نماز پڑھ چکے تھے پس آپ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور ایک رکعت جو فوت ہوگئی تھی اس کو بعد سلام کے پڑھ لیا۔

پس جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں شامل ہونا اقتداءً نہ تھا بلکہ بارادۂ امامت تھا یعنی آپ مقتدی بن کر نماز میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ اوّل ہی سے امام بن کر نماز میں شامل ہوئے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کو قراءت مقتدی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور اس حدیث سے نسخ قراءت مقتدی پر استدلال کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو تدبّر سے کام نہیں لیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے ہی بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل ہو گئے ہوں پھر ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھ کر آپ امام بن گئے ہوں اور امام بن کر وہاں سے قرأت کو پوری کیا ہو۔ جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے پس آپ ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھنے کے پہلے مقتدی تھے اور بائیں طرف بیٹھنے کے بعد آپ امام بن گئے۔ تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ جیسے یہ ہوسکتا ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے ہی بہ نیت اقتداء نماز میں شامل ہو گئے ہوں اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نماز میں شامل ہوتے ہی کل سورۂ فاتحہ یا اس کا اس قدر حصہ جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے پڑھ لیا۔ پھر بعد اس کے امام بن کر وہاں سے قراءت کو پوری کیا ہو۔ اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس پہنچے تو ان کو اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھیرے رہو۔ اور ان دو شخصوں کو جن کے سہارے سے آپ ابوبکرؓ تک پہنچے تھے فرمایا کہ اجلسانی الی جنبہ یعنی تم دونوں مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔ صحیح بخاری میں ہے:

فخرج بين رجلين احدهما العباس لصلوٰة الظهر وابوبكر يصلي بالناس فلما راٰه ابوبكر ذهب ليتاخر فاومى اليه النبي صلى الله عليه وسلم بان لا يتاخر فقال اجلساني الى جنبه فاجلساه الى جنب ابي بكر۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکرؓ کے پاس پہنچ کر اشارہ سے اور زبان مبارک سے کلام کرنا صاف بتا رہا ہے کہ آپ ابوبکرؓ کے پاس پہنچنے تک نماز میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ نماز میں کلام کرنا حرام و ناجائز ہے۔ پس یہ خیال کہ "آپ مسجد میں داخل ہوتے ہی بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل ہو گئے الخ" کیونکر صحیح ہوسکتا ہے پس یہاں سے واضح ہو گیا کہ الفرقان کے مصنف نے تقریر استدلال میں جو یہ لکھا ہے کہ "چونکہ قراءت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی اور آپ کا شمول درمیان رکعت کے اس نماز میں اقتداءً ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے ترک فاتحہ کلاً یا جزءًا اختیاراً فرمایا اور اسی وجہ سے یہ رکعت بلا فاتحہ کے درست ہوئی" سو اس مصنف کا یہ کہنا قلتِ تدبر پر مبنی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کا شمول بارادۂ امامت تھا۔ اور آپ اول ہی سے امام بن کر نماز میں شامل ہوئے تھے تو آپ کو فاتحہ پڑھنا ضروری تھا پھر آپ نے کل فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ کیوں ترک فرمایا اور بغیر فاتحہ پڑھے آپ کی وہ رکعت کیونکر جائز و درست ہوئی؟

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اشکال مشترک الورود ہے۔ جیسا کہ موجبین فاتحہ خلف امام پر وارد ہوتا ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بھی امام کو فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ پس اس اشکال کا جو جواب صحیح حنفیہ تجویز کریں وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجبین قراءت فاتحہ خلف امام کی طرف سے بھی تصور کریں۔

اگر کوئی کہے کہ امام طحاوی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ ابوبکرؓ نے اس رکعت میں فاتحہ پڑھ لیا تھا اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعت ناقص نہیں ہوئی۔ معتصر (صفحہ ۳۶) میں ہے:

لا یقال کیف یظن بالرسول ترک قراءۃ الفاتحۃ مع انہ موجب للنقص لان قراءۃ ابی بکر فی تلک الرکعۃ منعت نقصہا انتھی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ امام طحاوی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ کے فاتحہ پڑھنے سے وہ رکعت ان کے حق میں ناقص نہیں ہوگی اور عند الحنفیہ ان کے مقتدیوں کے حق میں بھی وہ رکعت ناقص نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے کہ ابوبکرؓ کی طرف سے قراءت فاتحہ حقیقۃً پائی گئی۔ اور ان کے مقتدیوں کی طرف سے حکماً پائی گئی۔ باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سو آپ کی طرف سے قراءت فاتحہ حقیقۃً پائی گئی نہ حکماً۔ حقیقۃً نہ پایا جانا تو ظاہر ہے اور حکماً نہ پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مقتدی بن کر شامل نماز نہیں ہوئے تھے بلکہ اول سے امام بن کر شامل نماز ہوئے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قراءت فاتحہ نہ حقیقۃً پائی گئی اور نہ حکماً تو وہ رکعت آپ کے حق میں ناقص کیوں نہیں ہوگی۔ اور ابوبکرؓ کے اس رکعت میں فاتحہ پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس رکعت ناقصہ کا نقصان کیوں مرتفع ہو جاوے گا۔

اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اول ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوئے تھے مگر آپ کی یہ امامت اصالتاً و استقلالاً نہ تھی بلکہ خلافۃً عن الامام السابق تھی۔ اور خلیفۃ الامام امام سابق کا حکماً مقتدی ہوتا ہے۔ اور امام سابق کی قراءت گزشتہ خلیفۃ الامام کے لیے قراءت حکمی ہوتی ہے۔ بناءً علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے مقتدی حکمی ہوئے۔ اور ابوبکرؓ کی قرأت فاتحہ حقیقۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قراءت فاتحہ حکماً ہوئی۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعت ناقص نہیں ہوئی۔ اور آپ کی طرف سے قرأت حکمی پائے جانے کی وجہ سے نقصان مرتفع ہوگیا۔ تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ اس خلیفۃ الامام کو جو اول ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوا ہو امام سابق کا مقتدی حکمی کہنا اور امام سابق کی قرارت گزشتہ کو اس خلیفۃ الامام کے لیے قراءت حکمی بتانا محض ایک دعویٰ بلا دلیل ہے جو قابل التفات نہیں۔ جو شخص اس کا مدعی ہو اس کو چاہیے کہ اس کو کسی دلیل صحیح سے ثابت کرے بہیں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ الفرقان کے مصنف کا یہ قول کہ "اور اگر آپ کا شمول اماماً ہوا تھا الخ" جس کو انھوں نے نمبر ۲ استدلال میں بیان کیا ہے ناقابل التفات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے ہی بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل ہو گئے ہوں پھر ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھ کر آپ امام بن گئے ہوں اور امام بن کر وہاں سے قرأت کو پوری کیا ہو۔ جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے پس آپ ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھنے کے پہلے مقتدی تھے اور بائیں طرف بیٹھنے کے بعد آپ امام بن گئے۔ تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ جیسے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے ہی نیتِ اقتداء نماز میں شامل ہو گئے ہوں اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نماز میں شامل ہوتے ہی کل سورۂ فاتحہ یا اس کا اس قدر حصہ جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے پڑھ لیا۔ پھر بعد اس کے امام بن کر وہاں سے قراءت کو پوری کیا ہو۔ اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس پہنچے تو ان کو اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھیرے رہو۔ اور ان دو شخصوں کو جن کے سہارے سے آپ ابوبکرؓ تک پہنچے تھے فرمایا کہ اجلسانی الی جنبہ یعنی تم دونوں مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔ صحیح بخاری میں ہے:

فخرج بین رجلین احدھما العباس لصلوٰۃ الظھر وابوبکر یصلی بالناس فلما رآہ ابوبکر ذھب لیتاخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان لا یتأخر فقال اجلسانی الی جنبہ فاجلساہ الی جنب ابی بکر۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکرؓ کے پاس پہنچ کر اشارہ سے اور زبان مبارک سے کلام کرنا صاف بتا رہا ہے کہ آپ ابوبکرؓ کے پاس پہنچنے تک نماز میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ نماز میں کلام کرنا حرام و ناجائز ہے۔ پس یہ خیال کہ "آپ مسجد میں داخل ہوتے ہی بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل ہو گئے الخ" کیونکر صحیح ہو سکتا ہے پس یہاں سے واضح ہو گیا کہ الفرقان کے مصنف نے تقریرِ استدلال میں جو یہ لکھا ہے کہ "چونکہ قراءت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی اور آپ کا شمول درمیان رکعت کے اس نماز میں اقتداءً ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے ترک فاتحہ کلاً یا جزءاً اختیار فرمایا اور اسی وجہ سے یہ رکعت بلا فاتحہ کے درست ہوئی" سو اس مصنف کا یہ کہنا قلتِ تدبر پر مبنی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیتِ اقتداء نماز میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کا شمول بارادۂ امامت تھا۔ اور آپ اول ہی سے امام بن کر نماز میں شامل ہوئے تھے تو آپ کو فاتحہ پڑھنا ضروری تھا پھر آپ نے کل فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ کیوں ترک فرمایا اور بغیر فاتحہ پڑھے آپ کی وہ رکعت کیونکر جائز و درست ہوئی؟

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اشکال مشترک الورود ہے۔ جیسا کہ موجبین فاتحہ خلف امام پر وارد ہوتا ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بھی امام کو فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ پس اس اشکال کا جو جواب صحیح حنفیہ تجویز کریں وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجبین قراءت فاتحہ خلف امام کی طرف سے بھی تصور کریں۔

اگر کوئی کہے کہ امام طحاوی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ ابوبکرؓ نے اس رکعت میں فاتحہ پڑھ لیا تھا اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعت ناقص نہیں ہوئی معتصر (ص ۳۶) میں ہے:

لا یقال کیف یظن بالرسول ترك قراءة الفاتحة مع انه موجب للنقص لان قراءة ابی بکر فی تلك الرکعة منعت نقصها انتھی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ امام طحاوی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ کے فاتحہ پڑھنے سے وہ رکعت ان کے حق میں ناقص نہیں ہوگی اور عند الحنفیہ ان کے مقتدیوں کے حق میں بھی وہ رکعت ناقص نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے کہ ابوبکرؓ کی طرف سے قراءت فاتحہ حقیقۃً پائی گئی۔ اور ان کے مقتدیوں کی طرف سے حکماً پائی گئی۔ باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سو آپ کی طرف سے قراءت فاتحہ حقیقۃً پائی گئی نہ حکماً۔ حقیقۃً نہ پایا جانا تو ظاہر ہے اور حکماً نہ پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مقتدی بن کر شامل نماز نہیں ہوئے تھے بلکہ اوّل سے امام بن کر شامل نماز ہوئے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قراءت فاتحہ نہ حقیقۃً پائی گئی اور نہ حکماً تو وہ رکعت آپ کے حق میں ناقص کیوں نہیں ہوگی۔ اور ابوبکرؓ کے اس رکعت میں فاتحہ پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رکعت ناقصہ کا نقصان کیوں مرتفع ہو جاوے گا۔

اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اوّل ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوئے تھے مگر آپ کی یہ امامت اصالتاً و استقلالاً نہ تھی بلکہ خلافۃً عن الامام السابق تھی۔ اور خلیفۃ الامام امام سابق کا حکماً مقتدی ہوتا ہے۔ اور امام سابق کی قراءت گزشتہ خلیفۃ الامام کے لیے قراءت حکمی ہوتی ہے۔ بناءً علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے مقتدی حکمی ہوئے۔ اور ابوبکرؓ کی قراءت فاتحہ حقیقۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قراءت فاتحہ حکماً ہوئی۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعت ناقص نہیں ہوئی۔ اور آپ کی طرف سے قراءت حکمی پائے جانے کی وجہ سے نقصان مرتفع ہوگیا۔ تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ اس خلیفۃ الامام کو جو اوّل ہی سے امام بن کر شامل نماز ہوا ہو امام سابق کا مقتدی حکمی کہنا اور امام سابق کی قراءت گزشتہ کو اس خلیفۃ الامام کے لیے قراءت حکمی بتانا محض ایک دعویٰ بلا دلیل ہے جو قابل التفات نہیں۔ جو شخص اس کا مدعی ہو اس کو چاہیے کہ اس کو کسی دلیل صحیح سے ثابت کرے۔ یہیں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ الفرقان کے مصنف کا یہ قول کہ "اور اگر آپ کا شمول اماماً ہوا تھا الخ" جس کو انہوں نے نفر بر استدلال میں بیان کیا ہے ناقابل التفات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پہلی دلیل کا پانچواں جواب(۵)

اِس واقعہ مرض الموت کی نماز میں کئی امر ایسے پائے گئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور بالاتفاق کسی اور کے لیے جائز نہیں ہیں۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار (ص ۲۳۷) میں لکھتے ہیں:

وکان محمد بن الحسن یقول لا یجوز لصحیح ان یأتم بمریض یصلی قاعدا وان کان یرکع و یسجد ویذھب الی ان ما کان من صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعدا فی مرضہ بالناس وھم قیام مخصوص بہ لانہ قد فعل فیہا ما لا یجوز لاحد بعدہ ان یفعلہ من اخذہ فی القراءۃ من حیث انتھی ابوبکر وخروج ابی بکر من الامامۃ الی ان صار ماموما فی صلوٰۃ واحدۃ وھذا لا یجوز لاحد من بعدہ باتفاق المسلمین جمیعا فدل ذلک علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد کان خص فی صلوٰتہ تلک بما منع منہ غیرہ انتھی۔

محمد بن حسن کہتے تھے کہ صحیح کو جائز نہیں کہ اس مریض کی اقتدا کرے جو بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو۔ اگرچہ وہ رکوع و سجود کرتا ہو۔ اور ان کا یہ مذہب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں جو بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور لوگ کھڑے تھے سو یہ آپ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں وہ کام کیے جو آپ کے بعد کسی کو جائز نہیں۔ یعنی آپ کا وہیں سے قراءۃ شروع کرنا جہاں تک ابوبکرؓ قراءت کر چکے تھے۔ اور ابوبکرؓ کا ایک نماز میں امامت سے خارج ہو کر مقتدی بن جانا۔ اور یہ آپ کے بعد کسی کو باتفاق جملہ اہل اسلام جائز نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں ایسے کاموں کے ساتھ مخصوص تھے جو اوروں کے لیے ممنوع و ناجائز ہیں۔

پس جب اس مرض الموت کی نماز میں کئی امر ایسے پائے گئے جو آپ کے ساتھ مخصوص تھے تو ہم کہتے ہیں کہ اس نماز میں اس نماز میں اُس رکعت کا جس میں آپ شامل ہوئے تھے بلا سورۂ فاتحہ کے صحیح و درست ہو جانا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا۔ فتفکر۔

حنفیہ کی پہلی دلیل کا چھٹا جواب(۶)

امام اگر کسی وجہ سے قراءت بقدر مفروض سے قاصر و عاجز ہو جائے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں۔ اور اگر بقدر مفروض قراءت کر چکا ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک بھی استخلاف جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے ثبوت میں فقہائے حنفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی اسی نماز کے واقعہ کو پیش کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بن جانے اور ابو بکرؓ کے مقتدی ہو جانے کی وجہ حضرت ابو بکرؓ کا قرأت بقدر مفروض سے حاضر ہو جانا بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

یجوز ان یستخلف اذا حصر عن القراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر فانہ لما احس النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتأخر فتقدم صلے اللہ علیہ وسلم واتم انتھی۔	جب امام قراءۃ بقدر مفروض سے حاصر ہو جائے تو خلیفہ بنانا جائز ہے بدلیل حدیث ابو بکرؓ کے۔ اس واسطے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم کیا تو قراءۃ سے حاصر ہو گئے اور پیچھے ہٹے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز کو پورا کیا

فقہائے حنفیہ کے اس استدلال سے معلوم ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ سے بقدر مفروض بھی نہیں پڑھا تھا کہ قراءۃ سے حاصر ہو کر پیچھے ہٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز کو پورا کیا۔ پس ابن عباسؓ کی حدیث مذکور اگر قابل استدلال فرض کی جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ اگر کوئی شخص بضرورت استخلاف سورۂ فاتحہ سے اس قدر ترک کر دے جو قدر مفروض سے کم ہو۔ پھر خلیفہ بن کر نماز کو پورا کرے تو اس کی وہ رکعت صحیح اور درست ہو جاوے گی۔ رہی یہ بات کہ اگر مقتدی کل سورہ فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ جو بقدر مفروض ہو یا قدر مفروض سے زائد ہو بلا ضرورت استخلاف کے کسی رکعت میں ترک کرے تو اس کی بھی وہ رکعت صحیح ہوگی۔ سو اس کا ثبوت ابن عباسؓ کی حدیث مذکور سے ہرگز نہیں ہوتا۔

ناظرین! ہمارے ان جوابوں سے حنفیہ کی پہلی دلیل یعنی ان کی دلیل جدید کی حقیقت تم کو بہت اچھی طرح پر معلوم ہو چکی ہے اور آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اس دلیل جدید کو قرأت مقتدی کی عدم فرضیت یا ممانعت یا منسوخیت سے کچھ تعلق نہیں ہے یہی دلیل جدید تھی جس کی نسبت خاتمۃ الخطاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ "بسوا داحداق باید نوشت وبساط اختلاف ازمیان باید نوشت"۔ اور یہی دلیل جدید تھی جس کی بابت الفرقان کے مصنف نے لکھا ہے کہ "یہ استدلال احناف ایسا لاجنب ہے کہ نہ یہاں کوئی تاویل فاسد چل سکتی ہے اور نہ اس کے وقائع آخری سے تاخر قطعی میں کوئی اشتباہ ہے۔ یہ واقعہ حدیث عبادہؓ وغیرہ سے یقیناً مؤخر ہے اور ترک فاتحہ رسول علیہ السلام کا ہر طرح مصرح ہے اور اس کی توجیہ بلا نسخ قرأت مقتدی کے ناممکن ہے۔ اس کے بعد بھی اسی مشاجرت باہمی میں پھنسے رہنا ایک جدال بے اثر اور خلاف بے ثمر میں پھنسے رہنا ہے"۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لہ قولہ (فانہ لما احس) عبارۃ البدائع فانہ کان یصلی بالناس بجماعۃ بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ فوجد صلے اللہ علیہ وسلم خفۃ فحضر فلما احس الخ کذا فی رد المحتار ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

واضح ہو کہ حنفیہ کی اس پہلی دلیل کو ہم جدید اس وجہ سے کہا ہے کہ متقدمین و متاخرین علمائے حنفیہ سے کسی نے قراءت مقتدی کی عدم فرضیت یا ممنوعیت و منسوخیت پر ابن عباس کی حدیث مذکور سے استدلال نہیں کیا ہے انہیں بعض دیوبندی علماء کو یہ دلیل دستیاب ہوئی ہے۔ ابن عباسؓ کی حدیث مذکور ایک معروف و مشہور حدیث ہے جو ابن ماجہ، مسند احمد، شرح معانی الآثار، المعتصر، فتح الباری، عمدۃ القاری وغیرہ کتب متداولہ میں مذکور ہے حتی کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں بھی موجود ہے۔ اور ساتھ اس کے علمائے حنفیہ کو اس حدیث پر غور کرنے کا موقع بھی ملا ہے۔ دیکھو اس مسئلہ پر کہ "قراءت فاتحہ رکن نماز ہے یا نہیں"۔ اور اس مسئلہ پر کہ "قراءت بقدر مفروض سے امام عاجز ہو جائے تو استخلاف جائز ہے یا نہیں"۔ اور اس مسئلہ پر کہ "صحیح کو اس مریض کی اقتداء کرنا جو بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو جائز ہے یا نہیں"۔ علمائے حنفیہ نے ابن عباسؓ کی حدیث مذکور سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس حدیث میں غور و فکر کر کے ان مسائل کو اثباتاً یا نفیاً استنباط کیا ہے مگر بایں ہمہ (جہاں تک مجھے علم ہے) کسی نے اس حدیث سے قراءت خلف امام کی عدم فرضیت یا ممانعت پر استدلال نہیں کیا ہے۔ اور نہ قراءت مقتدی کے منسوخ ہونے ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پس اس دلیل کے جدید ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس استدلال کو ذکر کیا ہے۔ خاتمۃ الخطاب کا مصنف لکھتا ہے کہ "امام طحاوی در آخر تصانیف خود یعنی مشکل الآثار آوردہ است"۔ اور امام طحاوی نے اپنی کتاب "المعتصر" میں بھی اس استدلال کو ذکر کیا ہے۔ الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ عذر لنگ کہ یہ نادر استدلال کسی اکابر محدثین نے اختیار نہیں کیا ہے، کوتہ نظری نہیں ہے تو کیا ہے۔ نہیں بلکہ امام طحاوی نے اپنی کتاب معتصر میں اس کو ذکر کیا ہے تو یہ استدلال نیا نہیں ہے پرانا ہے۔ ہاں اس کی تفصیل و توضیح اگر نئی ہو تو یہ ندرت نہیں ہے"۔ پس جب امام طحاوی نے اس استدلال کو ذکر کیا ہے تو یہ قول کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ متقدمین یا متاخرین علمائے حنفیہ سے کسی نے اس استدلال کو ذکر نہیں کیا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ امام طحاوی نے مشکل الآثار یا المعتصر میں ابن عباس کی حدیث مذکور سے قراءت مقتدی کی عدم فرضیت یا ممنوعیت یا منسوخیت پر ہرگز استدلال نہیں کیا ہے۔ امام ممدوح کی طرف اس امر کی نسبت کرنا امام ممدوح پر صریح افتراء ہے۔ خاتمۃ الخطاب اور الفرقان کے مصنف سے یہ ایک فاش غلطی ز نوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آئی ہے۔ ان دونوں صاحبوں سے ایسی غلطیوں کا وقوع میں آنا تو تعجب کی بات نہیں۔ ہاں تعجب ہے مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی سے کہ آپ بھی اس غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ ان لوگوں کے ایسی غلطی میں پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے مشکل الآثار یا المعتصر کے اس مقام کو جہاں ابن عباس کی حدیث مذکور استدلالاً پیش کی گئی ہے غور سے دیکھا نہیں۔ یا دیکھا مگر وہ مقام ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اب بہت ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس مقام کی توضیح وتشریح کر دی جائے تاکہ اور کوئی اس غلطی میں مبتلا نہ ہو اور ان حضرات کو بھی اپنی غلطی پر تنبیہ ہو پس غور سے سنو:

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں ایک فصل بعنوان فصل فی قراءۃ الفاتحۃ منعقد کی ہے۔ اس فصل میں امام ممدوح نے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ناقص ہوتی ہے۔ اس مدعی کے پہلے جزو کے ثبوت میں ابن عباسؓ کی حدیث مذکور پیش کی ہے اور لکھا ہے

کہ ففیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی ابن عباسؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے
دخل وقد قرأ ابوبکر الفاتحۃ او بعضھا	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوئے اس
ولم یعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاتحۃ	حالت میں کہ ابوبکرؓ فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ پڑھ چکے تھے
ولا شیئا منھا فدل ان الفاتحۃ بترکھا او	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا
ترك بعضھا لا تفسد بہ الصلوٰۃ فلا یکون	پس معلوم ہوا کہ فاتحہ یا اس کے کچھ حصے کو ترک کرنے سے
قراءتھا شرطا للجواز انتھی۔	نماز فاسد نہیں ہوتی ہے پس نماز میں سورۂ فاتحہ کا
	پڑھنا شرط جواز نماز نہیں ہوگا۔

اور دوسرے جزو کے ثبوت میں یعنی اس امر کے ثبوت میں کہ فاتحہ کے ترک کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

کل صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن	یعنی جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ
فھی خداج۔	نماز ناقص ہے۔

اور ایک حدیث اور پیش کی ہے جس میں لفظ خداج واقع ہوا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ خداج کے معنی نقصان کے ہیں اور نقصان موجب بطلان نہیں پس مستبعد نہیں کہ فاتحہ کے ترک سے نماز ناقص ہو اور فاسد نہ ہو۔ پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں

لہ مولانا محمود الحسن صاحب نے رسالہ خاتمۃ الخطاب پر جو تقریظ لکھی ہے اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اس بارہ میں رسائل متعددہ اور بھی لکھے گئے ہیں مگر اس رسالہ میں مؤلف سلمہ نے بعض تسویق استدلالات جدیدہ قابل قبول اہل انصاف ولائق توثیق واعتماد سے بہت خوبی کے ساتھ اپنے مدعی کو ثابت فرمایا ہے۔ انتہیٰ کلامہ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والحاصل من الحديثين انه لا ينبغي ترك الفاتحة ولا تفسد الصلوٰة بتركها۔	یعنی ابن عباس رض کی حدیث اور عائشہ رض کی خداج والی حدیث سے حاصل یہ ہوتا ہے کہ نماز میں فاتحہ کا ترک کرنا سزاوار نہیں اور اس کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۔

نہایت ظاہر ہے کہ امام طحاوی کا یہ دعویٰ کہ "سورۂ فاتحہ کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے بلکہ ناقص ہوتی ہے"۔ مقتدی سے متعلق نہیں ہے کیونکہ عند الحنفیہ مقتدی کی نماز بلا فاتحہ کے ناقص نہیں ہوتی ہے اور نہ مقتدی کو فاتحہ کا ترک کرنا ناروا ہے ۔ بلکہ امام ممدوح کا یہ دعویٰ امام اور منفرد سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ بات نہایت موٹی اور بالکل ظاہر اور کھلی ہے مگر تعجب ہے خاتمۃ الخطاب اور الفرقان کے مصنفین سے اور مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی سے کہ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت دھوکا ہوا ۔ ان صاحبوں نے امام طحاوی کے اس دعوے کو مقتدی کے متعلق خیال کیا ہے اور اس دعویٰ کا یہ مطلب سمجھ رکھا ہے کہ مقتدی اگر سورۂ فاتحہ ترک کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ اور یہ خیال کیا ہے کہ امام طحاوی نے ابن عباس رض کی حدیث مذکور سے اسی مطلوب پر استدلال کیا ہے ۔ اس وجہ سے یہ استدلال نیا نہیں ہے بلکہ پرانا ہے ۔ دیکھو ان تینوں صاحبوں سے کیسا بھاری مسامحہ ہوا ہے ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں کتاب المعتصر سے فصل مذکور کی پوری عبارت نقل کر دیں اور اس کا ترجمہ بھی کر دیں تاکہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کی تصدیق ہو جائے اور کسی کو کچھ شک وشبہ باقی نہ رہے ۔ لیکن قبل اس کے کہ المعتصر سے عبارت نقل کریں ۔ المعتصر کی حقیقت ظاہر کر دینا ضروری ہے پس واضح ہو کہ امام طحاوی کی کتاب مشکل الآثار کو ابو الولید باجی مالکی نے مختصر کر کے اس کا نام المختصر رکھا ۔ پھر اس مختصر کی تلخیص ابو المحاسن یوسف بن موسیٰ حنفی نے کی اور اس ملخص کا نام المعتصر رکھا ۔ یہ ہے المعتصر کی حقیقت پس الفرقان کے مصنف کا المعتصر کو امام طحاوی کی کتاب بتانا اس لیے ہے کہ چونکہ المعتصر امام طحاوی کی کتاب کے مختصر کا مختصر ہے اس لیے المعتصر بھی امام طحاوی ہی کی ٹھیری ۔ یا شاید وہ المعتصر کی حقیقت سے بے خبر و ناواقف ہیں ـــــ اچھا اب المعتصر کی عبارت مع ترجمہ غور سے پڑھو :

المعتصر کی عبارت	ترجمہ
فی قراءۃ الفاتحۃ	قراءت الفاتحہ کے بیان میں
روت عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ	حضرت عائشہ رض نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلى الله عليه وسلم يقول كل صلوٰة لم يقرأ
فيها بام القرآن فهي خداج يقال لمن كان
ناقصا في خلقه او مدة حمله خداج و
مخدج ثم وجدنا النبي صلى الله عليه وسلم
قد سمى صلوٰة اخرى خداجًا على ما روى
المطلب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
الصلوٰة مثنىٰ مثنىٰ وتشهد في كل ركعتين
وتبأس وتمسكن وتقنع بيديك وتقول
اللّٰهم اللّٰهم فمن لم يفعل ذلك فهي خداج
وعن الفضل بن عباس مثله وقال وتقنع
بيديك اي ترفعهما الى ربك مستقبلا
ببطونهما وجهك وتقول يا رب يا رب
ففي الحديثين ذكر الخداج وهو النقص
فذهب بعض الى ان من صلى بغير فاتحة
الكتاب في كل ركعة انها لم تجزه وجعلوا
النقص ابطالا وخالفهم في ذلك ابو حنيفة
واصحابه وغيرهم وذهبوا الى ان الخداج
لا يذهب به الشيء الذي تسمى به لان النقص
لا يوجب الاعدام ولكنها مع نقصانها
موجودة اذ ليس كل من نقصت صلوٰته
لمعنى تركه منها يجب به فسادها كترك
اتمام ركوعها وسجودها فلا يستبعد ان
تنقص الصلوٰة بترك الفاتحة ولا تفسد۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ
نہیں پڑھی گئی وہ نماز خداج ہے جو بچہ اپنی خلقت میں یا اپنی
مدت حمل میں ناقص ہو اس کو خداج اور مخدج کہتے ہیں۔ پھر ہم کو
ایک اور حدیث ملی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
دوسری نماز کو خداج فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ مطلب نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز
دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور عاجزی اور
مسکینی ظاہر کرنا ہے اور اٹھاوے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اور
کہے تو اے اللہ اے اللہ پس جو شخص ایسا نہ کرے تو وہ نماز خداج
ہے۔ اور فضل بن عباس رضی سے بھی اسی طرح مروی ہے اور کہا وتقنع
بیدیك یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف بلند کرے
تو اس طرح پر کہ دونوں ہتھیلیاں منہ کی طرف ہوں اور کہے تو یا رب
یا رب پس ان دونوں حدیثوں میں خداج کا لفظ مذکور ہے جس کے
معنی نقصان کے ہیں پس بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ جو شخص بغیر
فاتحہ کے نماز پڑھے گا اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ ان لوگوں نے نقص
کو ابطال کے معنوں میں لیا ہے اور ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب وغیرہم
نے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے اور اس طرف گئے ہیں کہ خداج کے
معنی نقص ہیں اور نقص سے کوئی شے بالکلیہ معدوم نہیں ہوتی ہے
کیونکہ نقص موجب اعدام نہیں۔ پس نماز بغیر فاتحہ کے معدوم نہیں
ہوگی بلکہ موجود ہوگی لیکن ناقص ہوگی۔ کیونکہ کسی شے کے ترک کر
دینے سے اگر کسی کی نماز ناقص ہو تو اس سے یہ لازم نہیں کہ اس کی
نماز باطل ہو جائے جیسے کوئی شخص رکوع و سجود کے اتمام کو ترک
کر دے پس مستبعد نہیں ہے کہ فاتحہ کے ترک کرنے سے نماز ناقص ہو اور باطل نہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقد وجدنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قد دل علیٰ ذٰلک وھو ما روی ابن عباس لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض موتہ وھو فی بیت عائشۃ قال ادعو لی علیًا فقالت الا ندعولک ابا بکر قال ادعوہ قالت حفصۃ الا ندعولک عمر قال ادعوہ قالت ام الفضل الا ندعولک العباس عمک قال ادعوہ فلما حضروا رفع رأسہ ثم قال لیصل بالناس ابوبکر فتقدم ابوبکر فصلی بالناس ووجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ خفۃ فخرج یھادی بین رجلین فلما احسہ ابوبکر ذھب یتأخر فاشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکانک فاستتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القراءۃ من حیث انتھی ابوبکر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس یأتم بہ ابوبکر ویاتم الناس بابی بکر ففیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل وقد قرأ ابوبکر الفاتحۃ او بعضھا ولم یعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاتحۃ ولا شیئًا منھا فدل ان الفاتحۃ بترکھا او ترک بعضھا لا تفسد بہ الصلوٰۃ فلا یکون قراءتھا شرطا للجواز والحاصل من الحدیثین انہ لا ینبغی ترک الفاتحۃ ولا تفسد الصلوٰۃ

اور ہم کو ایک حدیث مرفوع ملی ہے جو اس مطلوب پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں بیمار ہوئے اور آپ عائشہؓ کے گھر میں تھے تو فرمایا کہ علیؓ کو بلاؤ۔ عائشہؓ نے کہا ابوبکرؓ کو نہ بلائیں؟ آپ نے فرمایا بلاؤ ابوبکرؓ کو۔ حفصہؓ نے کہا عمرؓ کو نہ بلائیں؟ آپ نے فرمایا بلاؤ عمرؓ کو۔ ام الفضل نے کہا آپ کے چچا عباسؓ کو نہ بلائیں؟ آپ نے فرمایا بلاؤ عباسؓ کو۔ پس جب لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھایا۔ پھر فرمایا چاہیے کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس ابوبکرؓ آگے بڑھے اور نماز پڑھانا شروع کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تخفیف معلوم ہوئی۔ پس آپ دو شخص کے سہارے سے نکلے جب ابوبکرؓ کو آپ کا تشریف لانا معلوم ہوا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ پس جہاں تک ابوبکرؓ قراءت کر چکے تھے وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کو پورا کیا اور آپ بیٹھے تھے۔ ابوبکرؓ آپ کی اقتدا کرتے تھے اور لوگ ابوبکرؓ کی۔ پس ابن عباس کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اس وقت شامل ہوئے جبکہ ابوبکرؓ سورۂ فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ پڑھ چکے تھے اور آپ نے فاتحہ کو اعادہ فرمایا اور نہ اس کے کچھ حصے کو پس معلوم ہوا کہ فاتحہ یا اس کے بعض حصے کے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے پس قراءت فاتحہ جواز نماز کے لیے شرط نہیں ہوئی اور دونوں (حدیث ابن عباسؓ حدیث خداج) سے حاصل یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی سورۂ فاتحہ یا اس کا بعض حصہ ترک کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتركها ثم الشارطون لا يفرقون بين الامام والماموم ومن دخل في صلوٰة الامام وهو راكع فكبر لدخوله فيها ثم كبر لركوعه فركع ولم يقرأ الفاتحة خوفاً لفوت الركعة يعتد بتلك الركعة وجازت الصلوٰة بدونها ولا يقال انها سقطت للضرورة لان الضرورة لا تسقط فرضاً الا ترى انه لو ركع ولم يقم قبل الركوع قومة لم تجز صلوٰته وان اضطر الى ذلك لان القومة قبل الركوع فرض وان قلت لا يقال كيف يظن بالرسول صلى الله عليه وسلم ترك قراءة الفاتحة مع انه موجب للنقص لان قراءة ابي بكر في تلك الركعة منعت نقصها والله تعالى اعلم۔

(تمت عبارة المعتصر)

پھر جو لوگ جواز نماز کے لیے قراءت فاتحہ کو شرط ٹھیراتے ہیں وہ امام اور مقتدی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ اور جو شخص نماز میں شامل ہوا اس وقت جبکہ امام رکوع میں تھا پس اس نے شامل نماز ہونے کے لیئے تکبیر کہی پھر رکوع کے لیئے تکبیر کہی۔ پھر رکوع کیا اور سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی رکوع کے فوت ہونے کے خیال سے تو وہ رکعت صحیح و درست ہوگی اور بدون قراءت فاتحہ کے نماز جائز ہو جائے گی اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ ضرورت کی وجہ سے قراءت فاتحہ ساقط ہوگئی ہے کیونکہ ضرورت کسی فرض کو ساقط نہیں کرتی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر کسی نے رکوع کیا اور قبل رکوع کے قیام نہیں کیا تو اس کی نماز جائز نہیں ہوئی اگرچہ وہ اس کی طرف مضطر ہوا۔ اس واسطے کہ قبل رکوع کے قومہ فرض ہے اگرچہ قلیل ہو نہیں کہا جائے گا کہ کیونکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ترک قراءت فاتحہ کا گمان کیا جا سکتا ہے حالانکہ ترک فاتحہ موجب نقصان نماز ہے۔ اس لیے کہ اس رکعت میں ابوبکر کی قراءت فاتحہ کی وجہ سے نقصان رفع ہوگیا ــــــ (عبارت معتصر کا ترجمہ تمام ہوا)

دیکھیئے امام طحاوی کے اس کلام کو اور غور سے پڑھ جاؤ اول سے آخر تک۔ امام طحاوی نے ابن عباس کی حدیث مذکور سے قراءت مقتدی کی عدم فرضیت یا منسوخیت پر استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس امر پر استدلال کیا ہے کہ فاتحہ کے ترک کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے بلکہ ناقص ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مدعیٰ مقتدی سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ عند الحنفیہ مقتدی کی نماز بلا قراءت فاتحہ کے ناقص نہیں ہوتی ہے پس جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ امام طحاوی نے مشکل الآثار یا المعتصر میں قراءت مقتدی کی عدم فرضیت یا منسوخیت پر ابن عباس کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے، اُن لوگوں نے مشکل الآثار اور المعتصر کے اس مقام کو سمجھا نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی دُوسری دلیل

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

تقریر استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں استماع قرآن اور انصات کا حکم فرمایا ہے۔ پس استماع فرض ہوگا یا واجب۔ اور قراءت مقتدی مستلزم ہے ترک استماع وانصات کو۔ پس حرام ہوگی یا مکروہ تحریمی۔ کیونکہ ترک فرض حرام ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی۔ علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں دو امر مطلوب ہیں: ایک سُننا اور دُوسرا چُپ رہنا۔ پس دونوں پر عمل کیا جاوے گا۔ اور پہلا امر یعنی سننا جہری نمازوں کے ساتھ خاص ہے، اور دوسرا امر یعنی چُپ رہنا جہری نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے پس اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور مطلق قراءت کے وقت چُپ رہنا واجب ہوگا۔" مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ "جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اُس وقت قراءت امام ومقتدی سب پر فرض رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد آیۂ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا سے قراءت مقتدی منسوخ ہوئی۔"

عامہ علمائے حنفیہ اسی آیت سے جہری اور سری نمازوں میں قراءت خلف امام کو ممنوع ومنسوخ بتاتے ہیں۔ اور استدلال کی وہی تقریر کرتے ہیں جو امام ابن الہمام نے کی ہے۔ اور اپنے دعوے (منع ونسخ قراءت خلف امام) کی تمام دلیلوں میں اس دلیل کو اعلیٰ درجہ کی سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس دلیل کے متعدد جواب بسط وتفصیل کے ساتھ لکھے گئے۔ بغور سے پڑھو اور انصاف کرو کہ اس دلیل سے حنفیہ کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

چند روز ہوئے ہیں کہ ایک دیوبندی صاحب نے اس دلیل (واذا قرئ القرآن) کا ایک نیا جواب لکھا ہے جو ابھی بالکل تازہ اور گرما گرم ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم علمائے حنفیہ کے سامنے اُسی کو پیش کریں۔

حنفیہ کی دُوسری دلیل کا پہلا جواب

خود ایک حنفی دیوبندی کی طرف سے

الفرقان کا مصنف لکھتا ہے: "جو فریق اس کا مدعی ہو کہ اس آیت (واذا قرئ القرآن) سے جہری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسری نماز میں قرأت مقتدی منسوخ ہوئی ہے۔ اس کے ذمہ یہ امر لازم ہے کہ پہلے اس کا ثبوت پیش کرے کہ وقت نزول آیت (واذا قرئ القرآن) پانچوں نمازیں فرض ہو چکی تھیں۔ اور ان میں سری وجہری کی تفریق ہو چکی تھی۔ اور اس وقت مقتدی لوگ جہری نمازیں جہراً پڑھتے تھے اور سری میں سرًا۔ کیونکہ امر منسوخ کے لیے پہلے سے رائج ہونا ضروری ہے اور ناسخ کے لیے مؤخر ہونا لابدی ہے۔ سو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی احادیث مرفوعہ یا آثار مقبولہ ہیں جن سے پتہ چلے کہ یہ آیت بعد افتراض صلوات خمسہ نازل ہوئی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو آیت مذکورہ کو ناسخ قرأت مقتدی خواہ جہراً ہو سرًا قرار دے سکتے ہیں۔ پھر بھی انصتوا سے مقتدی کی سری قرأت کا منسوخ ہونا محل تأمل رہے گا۔ مگر جہاں تک تلاش کیا گیا اس آیت کا نزول افتراض صلوات خمس کے بعد نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل نازل ہونا بقرائن و شواہد مذکورہ بالا ثابت ہوتا ہے تو پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت مقتدی کی سری قرأت کے لیے بھی ناسخ ہے۔ کیا مقدم النزول آیت کسی حکم مؤخر الافتراض کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے۔ کوئی منصف فہمیدہ اس کو تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ بہت سے اکابر علماء (حنفیہ) جو علوم دینیہ میں بحر ذخار تھے، کیوں اس امر کے پیچھے پڑے کہ اسی آیت سے نماز جہری میں قرأت منسوخ ہوئی۔ اور اسی آیت سے سری میں پہلے کا نسخ استمعوالہٗ سے اور ثانی کا نسخ انصتوا سے ہے۔ پھر اس دعوے کے ثبوت میں مناسبات عقلیہ اور اوضاع لغویہ سے کام لیا گیا جو اکثر مخدوش ہیں۔ اسی لیے فریق دوم (اہل حدیث) کی طرف سے اس پر نقوض و معارضات کا ایک جھاڑ بندھ گیا۔" (الفرقان صفحہ ۸۹ و ۹۰)

دیوبندی احناف کو خصوصًا اور باقی دوسرے احناف کو عمومًا لازم ہے کہ یا تو اپنے اس حنفی بھائی کے جواب کو تسلیم کر کے صاف اقرار کریں کہ ہمارا دعویٰ اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا ہے یا اس جواب کا معقول اور شافی جواب دیں۔ مولانا رشید احمد صاحب کے تلامذہ خاص طور پر اپنے بھائی کے اس جواب پر غور کریں۔ کیونکہ اس جواب سے مولانا ممدوح کی یہ تقریر کہ جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اس وقت قرأت امام و مقتدی سب پر فرض رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد آیہ واذا قرئ القرآن سے قرأت مقتدی منسوخ ہوئی" بالکل مخدوش ہو گئی۔

تنبیہ

الفرقان کے مصنف نے جیسے یہ ثابت کیا ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن سے سری نماز میں قرأت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقتدی کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ نے اپنے قاعدہ سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت سے جہری نماز میں بھی قراءت مقتدی کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ آپ کا وہ قاعدہ یہ ہے کہ " اگر پہلے سے ایک خاص شئے کا کوئی حکم مثل حلت و حرمت کے شرع میں آچکا ہو۔ پھر ایک اور امر عام کے متعلق جو لغۃ پہلی خاص شئے کو شامل ہو کوئی حکم پہلے حکم کے مخالف وارد ہو تو اس عام کے حکم سے وہ شئے خارج رہے گی۔ اور وہ عام اس خاص کو متناول نہ ہوگا" (الفرقان صفحہ ۹۸) مصنف مذکور نے اپنے اس قاعدہ کی کئی مثالیں لکھی ہیں۔ ایک مثال صفحہ ۱۰۰ میں اس طرح بیان کی ہے کہ " مثلاً یہ بات ابتدائے اسلام سے معین ہے کہ کفار و مشرکین پر جنت حرام ہے۔ اس کے بعد ارشاد نبوی صادر ہوا: من انفق زوجین فی سبیل اللہ دعی من ابواب الجنۃ۔ اس حدیث میں لفظ مَن عام ہے۔ سو کون بیوقوف کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث میں کفار و مشرکین بھی داخل ہیں"۔ یہ ہے آپ کا قاعدہ اور یہ ہے آپ کی مثال۔ آپ کے اسی قاعدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آیۃ واذا قرئ القراٰن سے جہری نماز میں بھی قرارت مقتدی کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

سنو! آپ صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں کہ روایۃ و درایۃ نزول فاتحہ اقرء سے پہلے ہے (یعنی سورۂ فاتحہ ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی ہے)۔ پھر لکھتے ہیں کہ " یہ سورۃ جب سے نازل ہوئی برابر نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ امام مقتدی و منفرد سب پڑھتے تھے۔ اور یہ حکم برابر اس وقت تک جاری رہا جب تک آیت واذا قرئ القراٰن نازل نہیں ہوئی تھی"۔ جب یہ سن چکے تو اب معلوم کرو کہ آپ کا وہ قاعدہ قرارت مقتدی پر بھی صادق آتا ہے اور قرارت مقتدی بھی اس قاعدہ کلیہ کا ایک فرد ہے۔ اس واسطے کہ پہلے سے مقتدی کا ایک حکم یعنی قرارت فاتحہ شرع میں آچکا ہے۔ پھر عام مسلمانان کے متعلق جن میں مقتدی بھی داخل ہے ایک دوسرا حکم جو پہلے حکم کے مخالف ہے وارد ہوا۔ یعنی یہ حکم وارد ہوا واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ تو اس عام حکم سے مقتدی خارج رہے گا۔ اور یہ حکم عام استمعوا۔ وانصتوا مقتدی کو متناول نہ ہوگا۔ اور مثال کے بیان میں مصنف مذکور نے جو تقریر کی ہے وہی تقریر یہاں بھی جاری ہوتی ہے۔ اس طرح پر کہ ابتدائے اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ امام اور مقتدی اور منفرد تینوں قسم کے مصلی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے تھے اور اسی کے مامور تھے۔ اس کے بعد ارشاد خداوندی صادر ہوا۔ اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ و انصتوا۔ اس آیت میں لفظ استمعوا اور انصتوا عام ہے جو مقتدی اور غیر مقتدی ہر مسلمان کو شامل ہے۔ سو کون بے وقوف کہہ سکتا ہے کہ اس آیت میں مقتدی بھی داخل ہے۔ دیکھو! الفرقان کے مصنف کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قاعدہ سے جہری نماز میں بھی آیہ واذا قرئ القرآن سے قرارت مقتدی کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس قاعدہ کے رو سے آیہ واذا قرئ القرآن مقتدیوں کو متناول ہی نہیں ہے۔ اب دیوبندی احناف کو خصوصاً اور باقی دوسرے احناف کو عموماً لازم ہے کہ اپنے اس حنفی بھائی کے اس قاعدہ کو صحیح تسلیم کر کے صاف اعتراف کریں کہ ہمارا دعویٰ اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا نہ نماز سری کے متعلق اور نہ نماز جہری کے متعلق۔ یا اس قاعدہ کی تردید و تغلیط کریں۔

ہاں واضح رہے کہ مصنف مذکور نے جو اس آیت کے شان نزول کے بارہ میں چار اثر نقل کیے ہیں وہ بالکل ناقابلِ اعتبار ہیں۔ جیسا کہ تم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔

حنفیہ کی دُوسری دلیل کا دُوسرا جواب (۲)

جو لوگ اس بات کے مدعی ہوں کہ آیہ واذا قرئ القرآن سے قرارت خلف امام منسوخ ہوئی ہے۔ ان کو لازم ہے کہ پہلے یہ امر ثابت کریں کہ احادیث قرارت خلفِ امام کا ورود آیہ واذا قرئ القرآن کے نزول سے پہلے ہے۔ کیونکہ منسوخ کا ورود و وجود مقدم ہونا اور ناسخ کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ مگر مدعیانِ نسخ کو اس کا ثابت کرنا بہت مشکل بلکہ دشوار ہے۔ اس واسطے کہ یہاں معاملہ برعکس ہے۔ آیہ واذا قرئ القرآن مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور قرارت فاتحہ کا حکم مقتدی اور غیر مقتدی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صادر فرمایا ہے۔ پس یہ آیت احادیث قرارت خلف امام کی ناسخ کیونکر ہو سکتی ہے۔ کیا مقدم النزول آیت مؤخر الورود احادیث کی ناسخ ہو سکتی ہے؟

ثبوت اس امر کا کہ قرارت فاتحہ کا حکم مقتدی و غیر مقتدی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صادر فرمایا ہے یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا تھا اس وقت ابوہریرہؓ حاضر تھے اور اس حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا۔ موطا امام مالک (صفحہ ۲۹) میں ہے:

عن ابی السائب مولی ھشام بن زھرۃ یقول سمعت ابا ھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج ھی خداج ھی خداج غیر تمام۔

و نیز جس نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو قرارت فاتحہ کا حکم فرمایا تھا اس نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ابو ہریرہؓ شریک تھے اور اس حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ کتاب القراۃ (صفحہ ۷۱) میں ہے:

عن ابی ھریرۃ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل علینا بوجھہ فقال
اتقرءون خلف الامام بشئ فقال بعضھم نقرأ وقال بعضھم لا نقرأ فقال اقرؤا بفاتحۃ الکتاب

اور ابو ہریرہؓ ہجرت سے کئی برس بعد عام خیبر میں مسلمان ہوئے تھے۔ تلخیص الجبیر (صفحہ ۱۱۴) میں ہے:

قولہ کان اسلام ابی ھریرۃ بعد الھجرۃ بسنین ھو کما قال فانہ اسلم عام خیبر بلا خلاف۔ انتھی

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی قراءۃ فاتحہ خلف امام کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ جس نماز فجر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا اس نماز میں عبادہ رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ کتاب القراۃ وغیرہ میں ہے:

عن عبادۃ بن الصامت قال صلی بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ
القراءۃ اقبل علینا بوجھہ فقال انی اراکم تقرؤن خلف امامکم اذا جھر قال
قلنا اجل واللہ یا رسول اللہ قال فلا تفعلوا الا بام القراٰن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأبھا۔

اور عبادہ بن صامتؓ انصاری ہیں۔ توضرور آپ نے اس حکم کو ہجرت کے بعد سنا ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت عبادہؓ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے اور یہ دونوں بیعتیں ہجرت کے پہلے مکہ میں ہوئی ہیں پس ہوسکتا ہے کہ حضرت عبادہؓ نے قراءت فاتحہ خلف امام کا حکم ہجرت کے پہلے بیعت عقبہ اولیٰ یا ثانیہ میں سنا ہو۔ تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ بیعت عقبہ اولیٰ یا بیعت عقبہ ثانیہ میں نماز باجماعت کا ہونا ثابت نہیں۔ ومن ادعیٰ فعلیہ البیان۔ اور اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عبادہؓ نے قراءۃ فاتحہ خلف امام کے اس حکم کو آیہ واذا قرئ القراٰن کے نزول کے قبل سنا ہو۔ جو شخص اس کا مدعی ہو وہ ثبوت پیش کرے۔ ظاہر تو یہ ہے کہ یہ دونوں بیعتیں اس آیت کے نزول کے بعد ہوئی ہیں۔ اس واسطے کہ بیعت عقبہ اولیٰ نبوت سے بارھویں سال میں ہوئی ہے اور بیعت عقبہ ثانیہ تیرھویں سال میں ہوئی ہے اور سورۂ قل اوحی دسویں سال میں نازل ہے (مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۵۳۰) اور سورۂ قل اوحی کے پہلے سورۂ اعراف نازل ہوئی ہے اور سورۂ اعراف میں آیہ واذا قرئ القراٰن ہے۔ اتقان (صفحہ ۱۵) میں ہے:

عن ابن عباس قال کانت اذا نزلت فاتحۃ سورۃ بمکۃ کتبت بمکۃ ثم یزید اللہ
فیھا ما شاء وکان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربک ثم ن ثم یا ایھا المزمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الیٰ قولہ) ثم الاعراف ثم قل اوحی الخ۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ آیۂ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن کے نزول کے بعد دونوں بیعتیں ہوئیں۔ تو اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عبادہؓ نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احدِ بیعتین میں سنا ہے تو اس آیت کے نزول کے بعد ہی اس حکم کا صدور پایا گیا۔ پھر یہ آیت مقدم النزول اس حکم مؤخر الصدور کی کیونکر ناسخ ہو سکے گی؟ اور ثبوت اس امر کا کہ آیہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن مکہ میں نازل ہوئی ہے یہ ہے کہ باتفاق جملہ مفسرین سورۂ اعراف جس میں یہ آیت واقع ہے مکی ہے اور کسی نے اس آیت کو مکی ہونے سے استثناء نہیں کیا ہے۔ اتقان (صفحہ ۲۱) میں ہے:

خرج ابو الشیخ ابن حبان عن قتادۃ الاعراف مکیۃ الا اٰیۃ واسئلھم عن القریۃ وقال غیرہ من ھنا الی واذا اخذ ربك مدنی۔ انتھیٰ۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں ہے عن ابی عمرو بن العلاء یقول سألت مجاھدا عن تلخیص ای القراٰن المدنی من المکی فقال سألت ابن عباس عن ذلك فقال سورۃ الانعام نزلت بمکۃ (الیٰ قولہ) و نزلت بمکۃ سورۃ الاعراف (الیٰ قولہ) واسنادہ جید رجالہ کلھم ثقات من علماء العربیۃ المشھورین۔ انتھی مختصرا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

سورۃ الاعراف اخرج ابو الشیخ ابن حبان عن قتادۃ قال ھی مکیۃ الا اٰیۃ واسئلھم عن القریۃ وقیل ھذا الی واذ اخذ ربك مدنی واخرج غیر واحد عن ابن عباس وابن الزبیر ولم یستثنیا شیئا انتھی۔

امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں:

والاول اولی وھو انھا فی القراءۃ فی الصلوٰۃ لان الاٰیۃ مکیۃ والجمعۃ وجبت بالمدینۃ۔

اور علامہ قرطبی اور خطیب وغیرہما نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

تنبیہ

بعض احناف کو جب اس اشکال کا احساس ہوا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کا حکم مدینہ میں صادر ہوا ہے اور علمائے حنفیہ آیہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن کے مکی ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ اور ساتھ اس کے اس آیت سے قرأت خلف الامام کو منسوخ بتاتے ہیں تو تمام علمائے حنفیہ کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس دعوے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثبوت میں روایات ذیل کو پیش کیا:

(۱) عن ابی ھریرۃ قال نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی رفع الاصوات خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی حاتم وغیرہ واخرج ایضا عنہ قال کانوا یتکلمون فی الصلوۃ فنزلت واذا قرئ القرآن الآیۃ۔

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیہ واذا قرئ القرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آواز بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم وغیرہ نے۔ ونیز ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ نماز میں کلام کرتے تھے پس آیت واذا قرئ القرآن نازل ہوئی۔

(۲) عن الزهری قال نزلت هذہ الآیۃ فی فتی من الانصار کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما قرأ شیئاً قرأہ اخرجہ ابن جریر۔

یعنی زہری نے کہا کہ یہ آیت واذا قرئ القرآن ایک انصاری جوان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ قرأت کرتے تھے تو اس کو وہ بھی پڑھتا تھا۔ روایت کیا اس کو ابن جریر نے۔

(۳) عن مجاهد قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الصلوۃ فسمع قرأۃ فتی من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ اخرجہ البیہقی۔

یعنی مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأت کرتے تھے پس آپ نے ایک جوان انصاری کی قرأت سنی پس آیت واذا قرئ القرآن نازل ہوئی۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

پھر ان روایات کو پیش کر کے لکھتے ہیں:

"وجہ استدلال از یں روایات بر مدنی بودن آیہ کریمہ این است کہ اگر ایں آیت در بارۂ کلام نازل شدہ پس کلام در نماز حسب تحقیق در مدینہ منورہ منسوخ شدہ۔ لاجرم ایں آیت را نیز مدنی قرار باید داد و ایں آیہ و آیہ قوموا للہ قانتین بریک منہج باشد و بانسخ کلام نسخ سلام و رخصت قرأت مقتدی ہمہ بمدینہ خواہد بود۔ و اگر در بارۂ قرأت انصاری نازل شدہ پس مدنی بودن آں ظاہر است۔"

میں کہتا ہوں کہ ان بعض احناف کو لازم تھا کہ پہلے ان روایات کی صحت ثابت کرتے۔ بعد اس کے ان روایات سے آیہ واذا قرئ القرآن کا مدنی ہونا ثابت کرتے۔ لیکن انہوں نے بدون تصحیح ان روایات کے ان سے اس آیت کا مدنی ہونا ثابت کر دیا۔ اب مجھ سے سنو کہ یہ روایتیں قابل استدلال نہیں ہیں۔ ان روایتوں سے اس آیت کا مدنی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی پوری سند ان بعض احناف نے نقل نہیں کی معلوم نہیں کہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سند کیسی ہے۔ علاوہ اس کے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت زہری اور مجاہد کی روایت مذکورہ کے مخالف ہے۔ و نیز اور بہت سی روایتوں کے مخالف ہے جو اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مروی ہیں پس ابو ہریرہ رضؓ کی یہ روایت کیونکر قابلِ استدلال ہو سکتی ہے؟ ہاں ابو ہریرہ رضؓ کی اس روایت کے ناقابلِ اعتبار ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سری و جہری دونوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا حکم کرتے تھے۔ جیسا کہ تم کو آگے چل کر بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگا۔ اور زہری کی روایت بھی قابلِ استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ زہری نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے اور زہری کی مرسل روایتیں بالکل واہی اور غیر معتبر ہوتی ہیں (دیکھو حنفیہ کی چوتھی دلیل کا پہلا جواب)۔ اور مجاہد کی روایت بھی قابلِ استدلال نہیں ہے کیونکہ بیہقی نے کتاب القراءۃ میں اس کو روایت کرکے لکھ دیا ہے ھٰذا منقطع یعنی مجاہد کی روایت منقطع ہے۔ و نیز مجاہد کی اس روایت کے ناقابلِ اعتبار ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مجاہد کا یہ مذہب اور فتویٰ تھا کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت نہ کرے وہ نماز کو اعادہ کرے۔ جزء القراءۃ میں ہے: قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلوٰۃ۔ و کذٰلک قال عبد اللّٰہ بن الزبیر انتھی۔ علاوہ ان امور کے زہری اور مجاہد کی روایت بہت سی روایتوں کے مخالف ہے۔

الحاصل بعض احناف نے آیہ واذا قرئ القراٰن کے مدنی ہونے کے ثبوت میں جتنی روایتیں پیش کی ہیں ان میں سے کوئی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے پس ان روایتوں سے آیہ واذا قرئ القراٰن کا مدنی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی کہے کہ آیہ واذا قرئ القراٰن کے شانِ نزول کے بارے میں اگرچہ بہت سی مختلف روایتیں آئی ہیں۔ مگر امام بیہقی نے ان تمام روایتوں میں ابو ہریرہؓ کی روایت مذکورہ بالا کو ترجیح دی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ:

"لوگ نماز کے اندر باہم کلام کیا کرتے تھے سو اسی کی ممانعت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی"۔

اور امام ممدوح نے اس آیت واذا قرئ القراٰن اور آیت قوموا للّٰہ قانتین کو ایک منہج پر بنایا ہے۔ اور امام بیہقی ایک مشہور محدث ہیں۔ اور جب آپ نے ابو ہریرہ کی روایت مذکورہ کو ترجیح دیا اور اسی کو معتبر سمجھا تو بلاشبہ ابو ہریرہؓ کی روایت مذکورہ بالا مرجح و معتبر ہے۔ اور اس سے آیہ واذا قرئ القراٰن کا مدنی ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ نماز کے اندر کلام کرنے کی ممانعت مدینہ میں ہوئی ہے۔ امام ممدوح کتاب القراءۃ صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

ومن قال بالقول الصحیح وھو ان القراءۃ خلف الامام واجبۃ جھر الامام بالقراءۃ او خافت بھا زعم انا لا ننکر نزول ھٰذہ الاٰیۃ فی الصلوٰۃ او فی الصلوٰۃ والخطبۃ کما ذھب الیہ من ذکرنا قولہ من سلف ھٰذہ الامۃ غیر انھم او بعض من روی عنھم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختصروا الحديث فقالوا فی الصلوٰۃ مطلقا ورواہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ وھو احفظ من روی الحدیث فی دھرہ ثم من تابعہ من الصحابۃ والتابعین بتمامہ مقیدًا مفسرًا بذکرما کانوا یفعلون فی الصلوٰۃ قبل نزول ھذہ الآیۃ حتی نزلت فی النھی عن ذلک فوجب المصیر الیہ والاقتصار علیہ دون السکوت عن القراءۃ التی وجبت باصل الشرع فی الصلوٰۃ انتھی۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو لوگ صحیح قول کے قائل ہیں کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں قراءت خلاف امام واجب ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نماز کے بارے میں یا نماز اور خطبہ دونوں کے بارے میں نازل ہونے کے ہم منکر نہیں ہم اس کو مانتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس مضمون کی روایتوں کو بیان کیا ہے ان لوگوں نے اختصار سے کام لیا ہے اور مجمل طور پر صرف اس قدر بیان کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں یا نماز اور خطبہ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہاں ابو ہریرہ رضؓ جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حدیثوں کے یاد رکھنے والے تھے اور بعض اور صحابہؓ تابعین نے پورا مضمون بیان کیا ہے۔ اور اس آیت کے نزول کے پہلے نماز کے اندر لوگ جو کام کرتے تھے اس کو مشرح طور پر روایت کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کام کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی پس ابو ہریرہ رضؓ وغیرہ کی روایتوں کی طرف رجوع کرنا اور انہیں پر اقتصار کرنا واجب ہے۔ اور یہ آیت قراءت خلف امام کی ممانعت میں نازل نہیں ہوئی ہے جو اصل شرع سے واجب ہے۔ پھر امام بیہقی نے ابو ہریرہ وغیرہ کی روایتوں کو نقل کیا ہے جن کا یہ مضمون ہے کہ لوگ نماز کے اندر باہم کلام کیا کرتے تھے اور آواز بلند کیا کرتے تھے۔ سو اسی کلام اور رفع اصوات کی ممانعت میں آیت واذا قرئ القرآن نازل ہوئی۔ تو

جواب اس کا یہ ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن کے شان نزول میں جتنی روایتیں مروی ہیں ان میں اور ابو ہریرہ رضؓ کی روایت مذکورہ بالا میں صرف اطلاق وتقیید یا اجمال وتفصیل ہی کا فرق نہیں ہے۔ بلکہ ان میں متعدد روایتیں ایسی ہیں کہ ان میں اور ابو ہریرہ رضؓ کی روایت مذکورہ بالا میں صریح تخالف ہے۔ اور ساتھ اس کے امام بیہقی نے ابو ہریرہ رضؓ کی مذکورہ روایت اور ان کے ہم مضمون اور روایتوں کو جو نقل کیا ہے سو ان کی نہ خود تنقید کر کے تصحیح کی ہے اور نہ کسی ناقد فن سے تصحیح نقل کی ہے۔ پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کیونکر مرجح ومعتبر ہو سکتی ہے۔ امام بیہقی اگرچہ ایک محدث مشہور ہیں۔ مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

واضح رہے کہ جو لوگ آیہ واذا قرئ القرآن کے مدنی بنانے کی غرض سے ابوہریرہ رض وغیرہ کے ان آثار کو معتبر و مرجح ٹھیرائیں جن کا مضمون یہ ہے کہ "لوگ نماز میں کلام کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیہ واذا قرئ القرآن کو نازل فرمایا" اور دعویٰ کریں کہ یہ آیہ اور آیہ قوموا للہ قانتین ایک منہج پر ہے۔ تو ان کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اس تقدیر پر یہ آیت تو مدنی ہو جاوے گی مگر اس آیت کے مدنی بنانے سے اُن کی جو غرض تھی وہ حاصل نہ ہوگی۔ بلکہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ یعنی اس تقدیر پر قرأت خلف امام کا منسوخ و ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ بلکہ قرأت خلف امام کا مامور و واجب ہونا ثابت ہوگا۔ امام بیہقی نے اس کی تقریر بہت اچھی کی ہے۔ ہم اس کو یہاں نقل کرتے ہیں۔ امام ممدوح کتاب القراءۃ صفحہ ۷۰ میں ابوہریرہؓ وغیرہ کے اُن آثار کو جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے اندر کلام کرنے اور آواز بلند کرنے کی ممانعت میں آیت واذا قرئ القرآن نازل ہوئی ہے روایت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ آثار بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت واذا قرئ القرآن میں جو چپ رہنے کا حکم کیا ہے سو فقط بات چیت کرنے اور آواز بلند کرنے سے چپ رہنے کا حکم کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آہستہ قرأت کرنے اور ذکر کرنے سے چپ رہنے کا حکم نہیں فرمایا ہے اور اسی کے مثل زید بن ارقم اور عبد اللہ بن مسعود کی حدیث بھی ہے۔ زید بن ارقم کی حدیث یہ ہے:

عن زید بن ارقم قال کان احدنا یکلم یعنی صاحبہ الی جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت وقوموا للہ قانتین فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام رواہ مسلم۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ایک ہمارا اپنے ساتھی سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں کلام کرتا یہاں تک کہ آیت وقوموا للہ قانتین نازل ہوئی پس ہم لوگوں کو چپ رہنے کا حکم کیا گیا اور بات چیت کرنے سے ہم لوگ منع کیے گئے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور عبد اللہ بن مسعود کی حدیث یہ ہے:

عن عبد اللہ قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ ویسلم بعضنا علی بعض ویوصی احدنا بالحاجۃ قال فجئت ذات یوم والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فسلمت علیہ فلم یرد فاخذنی ما قدم وما حدث فلما فرغ قال ان اللہ عزوجل یحدث من

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نماز کے اندر کلام کیا کرتے تھے اور بعض ہمارا بعض پر سلام کیا کرتا تھا اور اپنی حاجت و ضرورت کی باتوں کی فہمائش کیا کرتا تھا۔ پس ایک روز میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ پس میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ پھر جب نماز سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امرہ ما یشاء وانہ قد احدث ان لا تکلموا فی الصلوۃ۔	آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ عزوجل جو چاہتا اپنا حکم جاری کرتا ہے اور اللہ عزوجل نے نیا حکم یہ جاری کیا ہے کہ نماز کے اندر کلام نہ کیا کرو۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث میں جس سکوت کا حکم کیا گیا ہے وہ وہی انصات ہے جس کا حکم ابو ہریرہ وغیرہ کے آثار میں واذا قرئ القرآن کے نزول کے وقت کیا گیا ہے۔ اور ابن مسعود کی حدیث میں جو نیا کام اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے وہ نماز کے اندر چپ رہنا ہے۔ سلام وکلام سے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔ اور یہ چپ رہنا وہی انصات ہے جس کا حکم واذا قرئ القرآن میں کیا گیا ہے لیکن ذکر ومصلی کو جو لائق ہے اور وہ قرأت فاتحہ ہے سو اس سے چپ رہنے کا حکم نہیں کیا گیا ہے اور اس کا بیان ابن مسعود رضی کی ایک دوسری صحیح روایت میں آیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ پر سلام کرتا اس حالت میں کہ آپ نماز میں ہوتے پس آپ میرے سلام کا جواب دیتے۔ پس میں (ایک روز) آپکے پاس آیا اور آپ پر سلام کیا تو آپنے سلام کا جواب نہیں دیا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو قوم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا:

ان اللہ عزوجل یحدث ما یشاء	اللہ عزوجل جو چاہتا ہے اپنا نیا حکم جاری کرتا ہے
وان اللہ قد احدث فی الصلوۃ ان لا	اور اللہ نے اپنا نیا حکم یہ جاری کیا ہے کہ نماز کے اندر کلام
تکلّموا الا بذکر اللہ وما ینبغی لکم	نہ کیا کرو مگر اللہ کا ذکر اور جو مصلی کو لائق ہے اور یہ کہ چپ
وان تقوموا للہ قانتین۔	کھڑے رہو۔

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو روایت کرکے اس سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بیان کرتی ہے اور صاف صاف بتاتی ہے کہ نمازیوں کو صرف کلام کرنے سے ممانعت کی گئی ہے لیکن ذکر اللہ اور ما ینبغی للمصلی سو اس سے ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ اور نماز میں قرآن پڑھنا ما ینبغی للمصلی میں داخل ہے۔ پھر امام ابن خزیمہ نے اس امر پر کہ نماز میں قرآن پڑھنا ما ینبغی للمصلی میں داخل ہے ایک صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں بصراحت وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو نماز کے اندر کلام الناس سے منع کیا ہے۔ اور ان کو نماز کے اندر تکبیر و تسبیح اور تلاوت قرآن کا حکم کیا ہے، اگرچہ مقتدی ہوں۔ اُس حدیث صحیح کا مضمون یہ ہے کہ معاویہ ابن حکم کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسلم کے ساتھ نماز میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے چھینکا تو میں نے کہا یرحمک اللہ۔ اس پر لوگ مجھ کو گھورنے لگے تو میں نے کہا واثکل امیاہ ما لکم تنظرون الی۔ یعنی مجھ پر میری ماں روئے کیا ہوا ہے تم لوگوں کو کہ مجھے گھور رہے ہو۔ پھر اس پر تو وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو اپنے زانووں پر مارنے لگے پس میں سمجھ گیا کہ مجھے یہ لوگ چپ ہونے کو کہہ رہے ہیں سو میں چپ ہو گیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا

ان صلوتنا لا یصلح فیہا شیئ من کلام الناس انما ھی التکبیر والتسبیح وتلاوۃ القرآن — ہماری نماز میں کلام الناس سے کچھ بھی لائق ومناسب نہیں نماز تو بس تکبیر اور تسبیح اور تلاوت قرآن ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

انما الصلوۃ لقرأۃ القرآن وذکر اللہ — نماز تو بس قراءت قرآن کے لیے ہے اور ذکر اللہ کے لیے

فاذا کنت فیہا فلیکن ذلک شانک — پس جب تو نماز میں ہو تو چاہیے کہ تیری یہ شان ہو۔

یعنی قرآن پڑھ اور اللہ کا ذکر کر۔ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس امر کی کہ مقتدی کی نماز تلاوت قرآن اور تکبیر و تسبیح پر شامل ہے جیسا کہ امام اور منفرد کی نماز شامل ہے۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن حکم کو تعلیم کی ہے کہ نماز میں کلام الناس سے لائق ومناسب نہیں۔ نماز تو بس تکبیر اور تسبیح اور قراءت قرآن ہے اور معاویہ بن حکم اس نماز میں مقتدی تھے امام اور منفرد نہیں تھے پس اس حدیث میں اس بات کا صاف بیان ہے کہ نماز میں باہم بات چیت کرنے سے ممانعت کی گئی ہے اور ذکر اور قراءت قرآن سے ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ انتہی کلام البیہقی مترجماً ملخصاً۔

امام بیہقی کی اس مدلل تقریر سے خوب واضح ہو گیا کہ بعض احناف کا آیہ واذا قرئ القرآن کے مدنی بنانے کی غرض سے ابوہریرۃؓ وغیرہ کے آثار کو معتبر و مرجح ٹھہرانا اور اس آیہ اور آیہ وقوموا للہ قانتین کو ایک منبج پر بتانا کچھ مفید نہیں کیونکہ اس تقدیر پر یہ آیت تو مدنی ہو جائے گی لیکن اس سے قراءت خلف الامام کا منسوخ و ممنوع ہونا ثابت نہیں ہو گا۔ بلکہ اس تقدیر پر قراءت خلف امام کا مامور اور واجب ہونا ثابت ہو گا۔ اور ان لوگوں کا یہ قول کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب بھی کچھ مفید نہ ہو گا۔ فتذکر فانہ نفیس

حنفیہ کی دوسری دلیل کا تیسرا جواب

قراءت خلف امام کے لیے آیہ واذا قرئ القرآن کا ناسخ ہونا اس امر پر موقوف ہے کہ یہ آیت قراءت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلف امام کے متعلق قطعی طور پر محکم ہو اور خود اس خصوص میں کسی دوسری دلیل سے منسوخ ہونے کا احتمال نہ رکھتی ہو لیکن یہ آیت قراءت خلف امام کے متعلق قطعی طور پر محکم نہیں ہے بلکہ خود اس خصوص میں آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے منسوخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔ **سنو** بعض بیرونی اور اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت فاقرؤا مدنی ہے۔ اور عند الحنفیہ آیہ واذا قرئ القرآن مکی ہے اور عند الحنفیہ یہ دونوں آیتیں قراءت خلف امام کے متعلق متعارض ہیں۔ اور عند الحنفیہ جب دو دلیلوں میں تعارض ہو اور تقدم و تاخر معلوم ہو تو دلیل متاخر دلیل متقدم کی ناسخ ہوتی ہے۔ اب **نتیجہ صاف** ہے کہ آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن قراءت خلف امام کے متعلق آیت واذا قرئ القرآن کی ناسخ ہے۔ پس جب آیہ واذا قرئ القرآن قراءت خلف امام کے متعلق خود ہی منسوخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے تو جب تک یہ احتمال رفع نہ کیا جائے اس آیت سے نسخ قراءت خلف امام پر استدلال صحیح نہیں۔ اب آؤ تمہیں بیرونی اور اندرونی شہادتوں کو بتائیں۔ بیرونی شہادت تو ابن عباس کی یہ روایت ہے:

قال ابو جعفر النحاس فی کتابہ الناسخ والمنسوخ حدثنی یموت بن المزرع نبانا ابو حاتم سھل بن محمد السجستانی نبانا ابو عبیدۃ معمر بن المثنی نبانا یونس بن حبیب سمعت ابا عمرو بن العلاء یقول سألت مجاھدا عن تلخیص ای القرآن المدنی من المکی فقال سألت ابن عباس عن ذلک فقال سورۃ الانعام نزلت بمکۃ جملۃ واحدۃ فھی مکیۃ الا ثلث ایات منھا نزلت بالمدینۃ قل تعالوا الی تمام الایات الثلاث وما تقدم من السور مدنیات ونزلت بمکۃ سورۃ الاعراف ویونس وھود (الی قولہ) والمزمل الا ایتین ان ربک یعلم انک تقوم (الی قولہ) ھکذا اخرجہ بطولہ واسنادہ جید رجالہ کلھم ثقات من علماء العربیۃ المشھورین کذا فی الاتقان ص۱۳۔

دیکھو! ابن عباس کی اس روایت سے صراحۃً ثابت ہے کہ سورہ مزمل مکی ہے مگر اس کی دو آیتیں ان ربک یعلم انک تقوم سے آخر تک مدنی ہیں۔ اور اندرونی شہادت یہ ہے کہ آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن میں لفظ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واقع ہے جس میں زکوۃ مفروضہ دینے کا حکم ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے تتبع سے یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں جملے جب ایک ساتھ ہوتے ہیں تو ان میں صلوۃ اور زکوۃ مفروضہ مراد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں اور زکوٰۃ مدینہ طیبہ میں فرض ہوئی ہے پس لفظ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ صاف بتاتا ہے کہ آیت فاقرؤا مدنی ہے۔

اب اس بات کا ثبوت لکھا جاتا ہے کہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۱۱ جزو ۶ میں لکھتے ہیں:

وممایدل علی ان فرض الزکوٰۃ وقع بعد الهجرۃ اتفاقهم علی ان صیام رمضان انما فرض بعد الهجرۃ لان الایۃ الدالۃ علی فرضیته مدنیۃ بلاخلاف وثبت عند احمد وابن خزیمۃ ایضا والنسائی وابن ماجۃ والحاکم من حدیث قیس بن سعد بن عبادۃ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر قبل ان تنزل الزکوٰۃ ثم نزلت فریضۃ الزکوٰۃ فلم یأمرنا ولم ینهنا ونحن نفعله اسنادہ صحیح رجاله رجال الصحیح الا اباعمار الراوی له عن قیس بن سعد وهو کوفی اسمه عریب بالمهملۃ المفتوحۃ ابن حمید وقد وثقه احمد وابن معین وهو دال علی ان فرض صدقۃ الفطر کان قبل فرض الزکوٰۃ فیقتضی وقوعها بعد فرض رمضان وذٰلك بعد الهجرۃ وهو المطلوب انتهی۔

امام محمد بن نصر مروزی انہیں بیرونی اور اندرونی شہادتوں کی وجہ سے آیہ فاقرؤا کے مدنی ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب قیام اللیل صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں:

والاخبار التی ذکرناها تدل علی ان قوله فاقرؤا ما تیسر من القرآن انما نزل بالمدینۃ و نفس الایۃ تدل علی ذٰلك قوله علم ان سیکون منکم مرضی واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واٰخرون یقاتلون فی سبیل اللہ والقتال فی سبیل اللہ انما کان بالمدینۃ وکذٰلك قوله واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ والزکوٰۃ انما فرضت بالمدینۃ۔ و فی حدیث جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثهم فی الجیش وقد کان کتب علیهم قیام اللیل وبعثۃ الجیوش لم یکن الا بعد قدوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ۔ انتهی۔

اگر کوئی کہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام محمد بن نصر کے استدلال کا جواب دے دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وما استدل به غیر واضح لان قوله تعالی علم ان سیکون ظاهر فی الاستقبال فکانه سبحانه وتعالی امتن علیهم بتعجیل التخفیف قبل وجود المشقۃ التی علم انها ستقع لهم واللہ اعلم۔ انتهی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توجواب اس کا یہ ہے کہ امام محمد بن نصر کا استدلال آیہ فاقرؤا کے مدنی ہونے پر یقاتلون فی سبیل اللہ اور اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ سے تھا۔ حافظ ممدوح نے یقاتلون فی سبیل اللہ سے استدلال کا جواب تو دیا لیکن واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ سے استدلال کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پس جب تک حافظ ممدوح اس کا بھی کوئی صحیح جواب دے لیں تب تک ان کا قول وما استدل بہ غیر واضح قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی کہے کہ امام محمد بن نصر کا یہ قول کہ "آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن مدنی ہے"۔ اکثر اہل علم کے قول کے مخالف ہے اس لیے ناقابلِ اعتبار ہے۔ اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں وھو مخالف لما علیہ الاکثر من ان السورۃ کلھا مکیۃ نعم ذکر ابو جعفر النحاس انھا مکیۃ الا الآیۃ الاخیرۃ۔ انتھی۔ توجواب اس کا یہ ہے کہ کسی قول کے معتبر اور نامعتبر ہونے کا مدار قول اکثر کی مخالفت وعدم مخالفت پر نہیں ہے کہ جو قول اکثر کے قول کے موافق ہو تو معتبر ہو اور مخالف ہو تو نامعتبر ہو۔ بلکہ جس قول کی دلیل صحیح موجود ہو وہ قول معتبر ہے۔ گو اس کے قائل بہت تھوڑے ہوں۔ اور جس قول کی کوئی دلیل صحیح نہیں وہ نامعتبر ہے گو اس کے قائل بہت لوگ ہوں۔ اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد بن نصر کے قول کی دلیل موجود ہے۔

حنفیہ کی دوسری دلیل کا چوتھا جواب (۴)

اصول فقہ حنفی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت معارض ہے کہ آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کی اور معارضہ کی وجہ سے ساقط عن الاحتجاج ہے۔ نور الانوار صفحہ ۱۹۱ میں ہے:

وحکمھا بین الآیتین المصیر الی السنۃ لان الآیتین اذا تعارضتا تساقطتا فلا بد للعمل من المصیر الی ما بعدہ وھو السنۃ ولا یمکن المصیر الی الآیۃ الثالثۃ لانہ یفضی الی الترجیح بکثرۃ الادلۃ وذلک لا یجوز ومثالہ قولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن مع قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فان الاول بعمومہ یوجب القراءۃ علی المقتدی والثانی بخصوصہ ینفیہ وقد وردا فی الصلوٰۃ جمیعا فتساقطتا فیصار الی الحدیث بعدہ وھو قولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب دو آیتوں میں تعارض واقع ہو تو حکم اس کا یہ ہے کہ حدیث کی طرف رجوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے۔ اس واسطے کہ جب دو آیتیں باہم متعارض ہوتی ہیں تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں (کیونکہ دو متعارض آیتوں پر عمل کرنا ناممکن ہے اور ایک آیت کو دوسری آیت پر کچھ ترجیح نہیں ہے۔ پس بیان گویا کوئی آیت ہی نہیں ہے۔ قمر الاقمار) پس ضرورعمل کے واسطے حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور تیسری آیت کی طرف رجوع کرنا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں کثرت ادلّہ کی وجہ سے ترجیح دینا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور مثال اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول فاقرؤا ما تیسر من القراٰن یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن سے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا۔ یہ دونوں آیتیں باہم متعارض ہیں اس واسطے کہ پہلی آیت سے بعمومھا ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرارت واجب ہے اور دوسری آیت بخصوصھا اس کی نفی کرتی ہے۔ اور یہ دونوں آیتیں نماز میں وارد ہوئی ہیں پس دونوں ساقط ہوگئیں پس اب حدیث کی طرف رجوع کیا جاوے گا۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من کان له امام فقراءة الامام له قراءة یعنی جس کے لیے امام ہو پس امام کی قرارت اس کی قرارت ہے۔

تلویح صفحہ ۲۷۱ کے باب المعارضہ والترجیح میں ہے:

مثال المصیر الی السنة عند تعارض الاٰیتین قوله تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القراٰن وقوله تعالیٰ واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا تعارضا فصرنا الی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔ انتھٰی۔

اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو نور الانوار کی عبارت کا ہے۔

دیکھیے نور الانوار اور تلویح کی عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہوا کہ آیہ واذا قرئ القراٰن عند الحنفیہ ساقط عن الاحتجاج ہے۔ پس اس آیت سے قرارت خلف امام کی منسوخیت و ممنوعیت پر حنفیہ کا استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ جب اصول کی کتابوں میں نہایت تصریح کے ساتھ اس آیت کا ساقط عن الاحتجاج ہونا بنایا گیا ہے تو پھر اسی ساقط عن الاحتجاج آیت سے کیونکر استدلال کیا جاتا ہے۔

تنبیہ

صاحب نور الانوار اور صاحب تلویح نے جو دونوں آیتوں کو ساقط عن الاحتجاج ٹھیرا کر حدیث من کان له امام کی طرف رجوع کرنے کو لکھا ہے۔ سو واضح ہو کہ اس حدیث کے متعلق مفصل بحث تو آگے آتی ہے۔ مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم کو اتنا ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ حدیث عند الحفاظ ضعیف و معلول ہے۔ پس جب آیہ واذا قرئ القرآن عند الحنفیہ ناقابل احتجاج ٹھیری اور مسئلہ قراءت خلف امام کا مدار حدیث پر ٹھیرا تو اس صورت میں حدیث متفق علیہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کی طرف رجوع کرنا متعین ہے۔ اس حدیث متفق علیہ کو جو بالاتفاق صحیح ہے چھوڑ کر حدیث من کان لہ امام (جو عند الحفاظ ضعیف و معلول ہے) کی طرف رجوع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں حدیث من کان لہ امام کی طرف رجوع کرنے سے حنفیہ کو اپنے دعویٰ سے باز آنا پڑے گا۔ کیونکہ دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ قراءت خلف امام حرام و ممنوع ہے اور حدیث من کان لہ امام سے حرمت و ممنوعیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے تو صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کفایت کرتی ہے وہ بھی جب کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہو اور اس کے تمام جوابوں سے اغماض کر لیا جائے پس جب اس حدیث کی طرف رجوع کرنے سے حنفیہ کو اپنے دعوے سے باز آجانا پڑے گا تو پھر اس کی طرف رجوع کرنے کا نتیجہ کیا ہے۔

تنبیہ آخر

واضح ہو کہ جب علمائے حنفیہ نے دیکھا کہ ہمارے اصول کی کتابوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن بوجہ تعارض کے ساقط عن الاحتجاج ہے اور کسی طرح اس قابل نہیں کہ قراءت خلف امام کی حرمت و ممنوعیت کے ثبوت میں پیش کر سکیں اور ان کے نزدیک یہی ایک دلیل اعلیٰ درجہ کی تھی۔ تو ان کے خیال میں یہ بات آئی کہ آؤ اِن دونوں آیتوں سے تعارض ہی کو اُٹھا دیں اور اس کے قائل ہو جائیں کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہی نہیں ہے۔ اور جب تعارض باقی نہ رہے گا تو یہ آیت قابل احتجاج ہو جاوے گی۔ پس اب ہمیں یہ دکھانا ہے کہ ان دونوں آیتوں سے تعارض اُٹھانے کے لیے جو تقریریں کی گئی ہیں ان سے تعارض اُٹھتا ہے یا نہیں۔ اور اگر اُٹھتا ہے تو تعارض اُٹھنے پر کیا یہ آیت قابلِ احتجاج ہو جاوے گی، اور قراءت خلف امام کی حرمت و ممنوعیت اس سے ثابت ہو جاوے گی؟ پس بغور سنو:

علامہ ابن الہمام وغیرہ نے رفع تعارض کے لیے یہ تقریر کی ہے کہ "آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ مدرک فی الرکوع اس آیت سے مخصوص ہے پس بمقتضائے حدیث من کان لہ امام اس آیت سے مقتدی مخصوص ہو گا۔ اور اس کا حکم ماعدا مقتدی کے ساتھ متعلق ہو گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن الہمام وغیرہ کی اس تقریر کی تردید خود بعض[1] احناف نے اس طرح کی ہے کہ "ہم نہیں تسلیم کرتے کہ آیہ فاقرؤا عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ مدرک فی الرکوع اس آیت سے مخصوص نہیں ہے اس واسطے کہ اس آیت میں نماز میں مطلقاً قراءت کرنے کا حکم ہے نہ ہر رکعت میں اور مدرک فی الرکوع نے جب اپنی باقی رکعتوں میں قراءت کی تو اس نے آیہ فاقرؤا کی ضرور تعمیل کی اور اس آیت سے مخصوص نہ ہوا۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے تو اس صورت میں یہ آیت ظنی ہوگی اور اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔ حالانکہ علمائے حنفیہ امام و منفرد پر قراءت کو فرض بتاتے ہیں اور قراءت کی فرضیت پر اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں"۔

پھر انہیں بعض احناف نے رفع تعارض کے لیے ایک دوسری تقریر یہ کی ہے کہ بحکم آیہ فاقرؤا مقتدی پر بھی قراءت فرض ہے لیکن اس کے ادا کا طریقہ یہ ہے کہ امام قراءت کرے جیسا کہ حدیث من کان لہ امام اس پر شاہد ہے اور اسی مضمون کو بعض لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ "ان دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں مطلب کی غلط فہمی سے تعارض پیدا ہوتا ہے کیونکہ فاقرؤا سے اس قدر معلوم ہوا کہ مقتدی پر بھی قراءت فرض ہے اور اس سے بھی قراءت مطلوب ہے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ مقتدی تو قراءت کرتا ہے مگر اس کی قراءت کیا ہے امام کا قراءت کرنا یہ تو خود ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ من صلی خلف الامام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی امام کی قراءت عین قراءت مقتدی کی ہے پس مقتدی بحکم آیت واذا قرئ القرآن چپ بھی ہے اور آیت فاقرؤا کی تعمیل بھی کر رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس تقریر سے بھی تعارض رفع نہیں ہو سکتا کیونکہ اس تقریر کا بھی حاصل وہی ہے جو ابن الہمام وغیرہ نے لکھا ہے۔ اس واسطے کہ جب اس تقریر میں تسلیم کیا گیا کہ مقتدی پر بھی قراءت فرض ہے اور اس سے بھی قراءت مطلوب ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر مقتدی سے قراءت حقیقی مطلوب ہوگی۔ جیسا کہ امام اور منفرد سے قراءت حقیقی مطلوب ہے۔ پس یہ کہنا کہ "اس کی قراءت کیا ہے۔ امام کا قراءت کرنا الخ" درحقیقت یہ کہنا ہے کہ فاقرؤا کے حکم سے مقتدی مخصوص ہے۔ اس کو قراءت حقیقی نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو قراءت حکمی کرنا چاہیے۔ یعنی بمقتضائے حدیث من کان لہ امام اس کو چپ چاپ رہنا چاہیے امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے امام ابن الہمام وغیرہ کی تقریر اور ان بعض احناف کی تقریر میں صرف اتنا فرق ہے کہ اُن لوگوں نے فاقرؤا کے عام حکم کو مخصوص منہ البعض ٹھہرا کر اور ظنی بنا کر مقتدی کی تخصیص کی تھی۔ اور ان بعض احناف نے فاقرؤا

[1] صاحب السکات المقتدی وغیرہ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے عام حکم کو اپنے عموم اور قطعیت پر باقی رکھ کر مقتدی کی تخصیص کی۔ علاوہ بریں جب اِن بعض احناف نے تسلیم کر لیا کہ مقتدی پر بھی قراءت فرض ہے تو اس تقدیر پر اس کو خود ادا کرنا لازم ہوگا۔ کیونکہ کسی شخص کا کوئی فرض بلا کسی عذر کے دوسرے شخص کے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتا مگر فرض کفایہ میں۔ اور ظاہر ہے کہ نماز میں قراءت کرنا فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ بالاجماع فرض عین ہے۔ المختصر ان بعض احناف کی اس تقریر سے بھی دونوں آیتوں سے تعارض رفع نہیں ہوا۔

بعض اہل علم نے رفع تعارض کے لیے اس طرح تقریر کی ہے کہ:

"دو متعارض دلیلوں میں تساقط اُس صورت میں ہوتا ہے کہ جب ان دلیلوں سے تعارض رفع نہ ہو سکتا ہو اور ان میں جمع و توفیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔ اور ان دونوں آیتوں میں تعارض رفع ہو سکتا ہے اور جمع و توفیق ممکن ہے بایں طور کہ آیہ فاقرؤا کو ماعدا مقتدی پر محمول کریں پس مقتدی بحکم آیہ واذا قرئ القرآن نماز میں چپ رہے گا اور امام و منفرد بحکم آیہ فاقرؤا قراءت کریں گے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس تقریر سے بھی تعارض رفع نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ ان دونوں آیتوں میں جمع توفیق کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو وہی ہے جو بیان ہوئی کہ آیہ فاقرؤا کو ماعدا مقتدی پر محمول کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن کو ماعدا فاتحہ پر محمول کریں۔ پس جب جمع کی دو صورتیں ہیں تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ دونوں صورتیں متساوی ہیں یا کسی کو ترجیح ہے۔ اگر دونوں متساوی ہیں تو دونوں ساقط ہو جاویں گی ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور جب جمع کی دونوں صورتیں ساقط ہو جاویں گی تو پھر دونوں آیتوں میں تعارض باقی نہ رہا۔ اور اگر کسی کو ترجیح ہے تو کس کو ترجیح ہے؟ پہلی صورت کو یا دوسری صورت کو؟ اگر دوسری صورت کو ترجیح ہے تو تعارض تو رفع ہو جائے گا مگر آیہ واذا قرئ القرآن سے قراءت فاتحہ خلف امام کی حرمت و ممانعت بھی ثابت نہیں ہوگی۔ اور اگر پہلی صورت کو ترجیح ہے تو وجہ ترجیح کیا ہے؟ اگر حدیث من کان لہ امام وغیرہ ترجیح کے لیے پیش کی جاوے گی تو ہم دوسری صورت کی ترجیح کے لیے احادیث قراءت خلف امام پیش کریں گے۔ پھر ترجیح کی دونوں وجہیں متعارض ہو کر ساقط ہو جاویں گی اور دونوں میں تعارض باقی رہے گا۔

بعض اہل علم نے پہلی صورت کی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن کو ماعدا فاتحہ کے ساتھ خاص کرنے سے آیہ فاقرؤا کو ماعدا مقتدی کے ساتھ خاص کرنا زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ آیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاقرؤا میں ایک بار تخصیص ہو چکی ہے اور مدرک فی الرکوع اس سے مخصوص ہو چکا ہے اور آیہ واذا قرئ القرآن میں تخصیص نہیں ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آیہ واذا قرئ القرآن میں بھی تخصیص ہو چکی ہے۔ تفسیر احمدی صفحہ ۲۵۴ مطبوعہ بمبئی میں ہے:

لایقال ان قولہ تعالٰی واذا قرئ القرآن لما کان عاما بین الصلوٰۃ وخارجھا فاختصاصہ فی حق الصلوٰۃ والمؤتم تخصیص للعام فیکون مخصوص البعض وھو ظنی فکیف بتمسک بہ لانہ لما کان ظنیا اخرج عن الفرضیۃ بمعنی انہ لا یکفر جاحدہ فبقی الوجوب وھو کالفرض فی حق العمل۔ انتھٰی۔

پس جب آیہ واذا قرئ القرآن میں بھی تخصیص ہو چکی ہے تو یہ قول کہ "آیہ واذا قرئ القرآن کو ماعدا فاتحہ کے ساتھ خاص کرنے سے آیہ فاقرؤا کو ماعدا مقتدی کے ساتھ خاص کرنا زیادہ آسان ہے" غلط ہو گیا۔ اور پہلی صورت کو دوسری صورت پر کچھ ترجیح باقی نہیں رہی اور دونوں آیتوں میں تعارض باقی رہا۔

الحاصل رفع تعارض کے لیے علمائے حنفیہ نے جتنی تقریریں کی ہیں وہ کل کی کل مخدوش وناقابل التفات ہیں۔ کسی تقریر سے دونوں آیتوں سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ پھر ان کے نزدیک آیہ واذا قرئ القرآن کے ساقط عن الاحتجاج ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔ ہاں ان دونوں آیتوں میں جمع وتوفیق کی چند ایسی صورتیں ہیں جن سے بلاشبہ تعارض دفع ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر آیۃ واذا قرئ القرآن سے قراءت خلف امام کی حرمت وممانعت ثابت نہیں ہو سکے گی۔ ہم ان صورتوں میں سے ایک صورت بیان کر دیتے ہیں جس کو حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم اہل حدیث بھی مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض جب ہو گا کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کی جائے۔ اور اگر آہستہ قراءت کی جائے تو کچھ تعارض نہیں ہو گا بلکہ دونوں آیتوں کی تعمیل ہو گی۔ جمعہ کے روز سامعین خطبہ دو امر کے مامور ہیں۔ ایک اسی آیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے ایک اور آیہ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ علمائے حنفیہ نے ان دونوں آیتوں میں جمع کی یہی صورت بیان کی ہے کہ سامعین کلمات درود اور سلام کو آہستہ پڑھ لیا کریں تو دونوں آیتوں کی تعمیل ہو جاوے گی۔ اس کی توضیح وتشریح کے لیے پانچواں جواب پڑھو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی دُوسری دلیل کا پانچواں جواب⁽⁵⁾

کتب فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ جمعہ کے روز خطیب جب خطبہ پڑھے تو سب لوگوں کو خطبہ سننا اور چپ رہنا واجب ہے۔ اور اس کے ثبوت میں یہی آیہ واذا قرئ القرآن اور حدیث واذا قلت یوم الجمعة لصاحبك انصت والامام يخطب فقد لغوت پیش کی جاتی ہے۔ اور ساتھ اس کے فقہائے حنفیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ خطیب جب آیہ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما پڑھے تو اس وقت تمام سامعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنا چاہیے یعنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اس کے مثل کوئی اور درود مع سلام کے پڑھنا چاہیے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۷۵ میں ہے الا اذا قرأ قوله تعالیٰ صلوا علیه فیصلی سرًا۔ اور ہدایہ میں ہے: الا ان یقرأ الخطیب قوله تعالیٰ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیه الآیة فیصلی السامع فی نفسه اور کفایہ صفحہ ۶۴ میں ہے: قوله فیصلی السامع فی نفسه ای یصلی بلسانه خفیا۔ اور علامہ عینی نے رمز الحقائق شرح کنز صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ سامعین کو درود اور سلام دونوں پڑھنا چاہیے چنانچہ فرماتے ہیں:

لکن اذا قرأ الخطیب یاایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما یصلی السامع ویسلم فی نفسه سرا ائتمارا للامر انتھی۔

اور نیز فقہائے حنفیہ نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ سامعین کا اس وقت درود اور سلام آہستہ پڑھنا ان کے خطبہ سننے میں خلل انداز نہیں ہوگا بلکہ آہستہ درود پڑھنے میں آیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی بھی تعمیل ہوگی اور آیہ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا کے حکم کی بھی۔ فتح القدیر صفحہ ۲۶۵ جلد اول میں ہے:

وعن ابی یوسف ینبغی ان یصلی فی نفسه لان ذلك مما لا یشغله عن سماع الخطبة فكان احرازا للفضیلتین وهو الصواب انتھی۔

یعنی ابو یوسف سے مروی ہے کہ خطبہ سننے والے کو سزاوار ہے کہ درود آہستہ پڑھے۔ اس واسطے کہ آہستہ درود پڑھنے سے اس کے خطبہ سننے میں خلل نہیں واقع ہوگا۔ پس آہستہ درود پڑھنے میں دونوں فضیلتیں یعنی خطبہ سننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حاصل ہوں گی اور یہی صواب ہے۔"

اور بنایہ صفحہ ۱۰۴۷ جلد اول میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وان قلت توجه علیه امران احدھما صلوا علیہ وسلموا والامر الاخر قولہ تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا قال مجاھد نزلت فی الخطبۃ والاشتغال باحدھما یفوت الاخر قلت اذا صلی فی نفسه وانصت و سکت یکون اتیا بموجب الامرین انتھی۔	اگر تو کہے کہ سامعین خطبہ کو بحکم صلوا علیہ وسلموا کے درود اور سلام پڑھنا چاہیئے اور بحکم فاستمعوا وانصتوا کے چپ رہنا چاہیئے پس اگر سامعین درود اور سلام پڑھتے ہیں تو فاستمعوا له وانصتوا کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی ہے اور اگر چپ چاپ ہو کر خطبہ سنتے ہیں تو صلوا علیہ وسلموا کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی ہے تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ جب سامعین کلمات درود اور سلام کو آہستہ پڑھیں گے تو دونوں حکموں کی تعمیل ہوگی۔

علامہ عینی کا مقصود یہ ہے کہ سامعین جب کلمات درود اور سلام کو با آواز بلند پڑھیں گے تو خطبہ کے سننے میں خلل واقع ہوگا اور دونوں حکموں کی تعمیل ناممکن ہوگی لیکن جب درود اور سلام کو آہستہ پڑھیں گے تو خطبہ کے سننے میں کچھ خلل نہیں ہوگا اور دونوں حکموں کی تعمیل بہت اچھی طرح سے ہو جائے گی۔ جب تم یہ سب سُن چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ مقتدی دو امر کا مامور ہے ایک تو بحکم آیہ واذا قرئ القران اُس کو امام کے پیچھے چپ چاپ رہنا اور قرآن سننا چاہیئے اور دوسرے بحکم احادیث قراءت خلف امام لا تفعلوا الا بام القران فانه لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا وغیرہ کے اُس کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔ پس اگر مقتدی فاتحہ کو با آواز بلند پڑھے تو امام کی قراءت کے سننے میں خلل ہوگا اور ان دونوں حکموں کی تعمیل ناممکن ہوگی۔ اور اگر مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ کو آہستہ پڑھے گا تو امام کی قراءت سننے میں کچھ خلل نہیں ہوگا۔ اور دونوں حکموں کی تعمیل بہت اچھی طرح سے ہوگی۔ پس اگر علمائے حنفیہ آیہ واذا قرئ القران سے امام کے پیچھے مقتدی کے با آواز بلند فاتحہ پڑھنے کی حرمت و ممانعت ثابت کرنا چاہیں تو ثابت کر سکتے ہیں لیکن اس آیت سے مقتدی کے آہستہ فاتحہ پڑھنے کی حرمت و ممانعت ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

تنبیہ

واضح ہو کہ ہدایہ اور فتح القدیر اور بنایہ کی عبارات مذکورہ میں فی نفسه سے مراد سراً ہے یعنی درود و سلام کو زبان سے آہستہ پڑھنا مراد ہے جیسا کہ صاحب کفایہ نے اس کی صاف تصریح کر دی ہے۔ اور شرح وقایہ اور مراقی الفلاح وغیرہما میں بجائے فی نفسه کے سراً کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے اس امر پر کہ عبارات مذکورہ میں فی نفسہ سے مراد درود اور سلام کا آہستہ پڑھنا ہے۔ اور ان عبارات میں فی نفسہ سے مراد دل ہی دل میں سوچنا اور تدبر کرنا مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ درود اور سلام کے دل ہی دل میں سوچنے اور تدبر کرنے سے صلوا علیہ وسلموا کی تعمیل نہیں ہو سکتی بلکہ اس حکم کے تعمیل اور انتثال کے لیے کلمات درود اور سلام کو زبان سے پڑھنا سراً ہو یا جہراً ضروری ہے کما تقرر فی مقرہ اور واضح رہے کہ فی النفس کا استعمال سراً کے معنے میں شائع ہے یہ استعمال قرآن مجید میں بھی ہے قال اللہ تعالیٰ واذکر ربك فی نفسك تفسیر جلالین میں ہے ای سرًا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول اقرأ بھا فی نفسك میں بھی۔ فی نفسك سے سراً ہی مراد ہے امام بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں:

والمراد بقوله اقرأ بها فی نفسك ان یتلفظ بها سرًا دون الجهر بها ولا یجوز حمله علی ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لاجماع اهل اللسان علی ان ذلك لا یسمی قراءة ولاجماع اهل العلم علی ان ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لیس بشرط ولا مسنون فلا یجوز حمل الخبر علی ما لا یقول به احد ولا یساعده لسان العرب۔ انتهی۔

امام نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں:

قول ابی هریرة اقرأ بها فی نفسك فمعناه اقرأها سرا بحیث تسمع نفسك واما ما حمله بعض المالکیة وغیرهم ان المراد تدبر ذلك وتذکره فلا یقبل لان القراءة لا تطلق علی حرکة اللسان بحیث تسمع نفسه ولهذا اتفقوا علی ان الجنب لو تدبر القرآن بقلبه من غیر حرکة اللسان لا یکون قارئا مرتکبا القراءة الجنب المحرمة انتهی

حنفیہ کی دوسری دلیل کا چھٹا جواب (۶)

نماز فجر ہونے کی حالت میں امام کی قراءت کے وقت صفوں کے پیچھے فجر کی سنت پڑھنا عند الحنفیہ جائز ہے رد المختار صفحہ ۴۸۱ میں ہے:

والحاصل ان السنة فی الفجران یاتی بها فی بیته والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاها فیه والا صلاها فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد

حاصل یہ ہے کہ فجر کی سنت میں مسنون یہ ہے کہ اپنے گھر میں پڑھے ورنہ اگر مسجد کے دروازہ کے پاس کوئی جگہ ہو تو وہیں پڑھے۔ الا اگر مسجد میں شتوی اور صیفی دو جگہ ہوں تو شتوی میں پڑھے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضعا ق الاختلاف الصفوف عند سارية۔ صیفی ہیں ورنہ صفوں کے پیچھے کھمبے کے پاس پڑھے۔

پس جب عند الحنفیہ نماز فجر ہونے کی حالت میں امام کی قراءت کے وقت صفوں کے پیچھے سُنت پڑھنا جائز ہے اور آیہ واذا قرئ القرآن سے ممنوع وحرام نہیں ہے تو مقام انصاف ہے کہ اس آیت سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا کیوں ممنوع وناجائز ہوگیا۔ جو جواب سُنت فجر کا ہوگا وہی سورہ فاتحہ کا ہوگا +

و نیز حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو حالتِ قراءت امام میں دعاء ثنا یعنی سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك پڑھنا جائز ہے۔ بعض کے نزدیک ہر حالت میں امام بالجہر قراءت کرتا ہو یا بالسر اور بعض کے نزدیک صرف قراءت بالسر کرنے کی حالت میں۔ پس جب عند الحنفیہ امام کے پیچھے اس کی مطلق قراءت کے وقت یا صرف قراءت بالسر کے وقت دعاء ثنا پڑھنا جائز ہے اور آیہ واذا قرئ القرآن سے ممنوع وناجائز نہیں ہے تو امام کے پیچھے ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری سورہ فاتحہ پڑھنا کیوں حرام و ناجائز ہوا۔ جو جواب ثنا کا ہوگا وہی سورہ فاتحہ کا بھی ہوگا +

و نیز اگر کسی شخص کو جمعہ کے خطبہ کے وقت یاد پڑا کہ اُس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو عند الحنفیہ اُسی وقت خطبہ ہونے کی حالت میں اُس کو فجر کی قضا پڑھنا چاہئے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک نماز جمعہ ہونے کی حالت میں بھی پڑھنا چاہیے اگر نماز جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ اگر فجر کی نماز پڑھنے کے درمیان ہی میں نماز جمعہ ختم ہوگئی تو اب اُس کو ظہر پڑھنا چاہیے۔ ردالمختار میں ہے:

وفی مرانه لو تذكر الفجر عند خطبة الجمعة يصليها مع ان الصلوة حينئذ مكروهة بل فی التتارخانية ان يصليها عندهما وان خاف فوت الجمعة مع الامام ثم يصلی الظهر وقال محمد يصلی الجمعة ثم يقضی الفجر فلم يجعلا فوت الجمعة عذرا فی ترك الترتيب ومحمد جعله عذرا انتهٰی۔

پس جب عند الحنفیہ خطبہ جمعہ ہونے کے وقت اور عند الشیخین نماز جمعہ ہونے کی حالت میں بھی فجر کی قضا پڑھنا جائز ہے اور آیہ واذا قرئ القرآن سے ممنوع نہیں تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کی کیا وجہ۔ جو جواب فجر کی قضا کا ہوگا وہی سورہ فاتحہ کا بھی ہوگا۔

تنبیہ

واضح ہو کہ بعض علمائے حنفیہ نے ثنا کا یہ جواب دیا ہے کہ فقہائے حنفیہ میں بعض کے نزدیک ہر حالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مسبوق کو ثنا پڑھنا چاہیے امام بالجہر قراءت کرے یا بالسر۔ اور بعض کے نزدیک امام جب بالسر قراءت کرے تو پڑھنا چاہیئے۔ اور جب بالجہر قراءت کرے تو نہیں پڑھنا چاہیے۔ پس ثنا کا اعتراض فقط فریق اول پر وارد ہوتا ہے نہ فریق دوم پر۔*

میں کہتا ہوں کہ مجیب نے ثنا کے اعتراض کا جواب نہیں دیا ہے بلکہ درحقیقت اس اعتراض کو تسلیم کر لیا ہے فریق اول پر تو اس اعتراض کے وارد ہونے کی تو مجیب نے خود ہی تصریح کی ہے رہے فقہائے فریق دوم سو یہ لوگ اگر نماز سری میں قراءت فاتحہ خلف امام کے قائل ہیں تو خیر۔ اور اگر قائل نہیں ہیں تو نماز سری میں امام کے بالسر قراءت کرنے کے وقت مسبوق کو ثنا پڑھنا کیوں جائز بتاتے ہیں۔ ثنا کو ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری یا فقط سری میں جائز بتانا اور سورہ فاتحہ کو کسی نماز میں جائز نہ بتانا یہی تو اعتراض ہے پھر یہ اعتراض فریق دوم سے کیسے اُٹھ گیا؟

حنفیہ کی دوسری دلیل کا ساتواں جواب

اگر ہم آیہ واذا قرئ القرآن کے تمام جوابوں سے قطع نظر کر لیں اور فرض کر لیں کہ اس آیت کو قراءت خلف امام سے تعلق ہے تو بھی اس آیت سے حنفیہ کا دعوےٰ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس فرض و تقدیر پر اس آیت سے صرف نماز جہری میں قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت ہو گی۔ اور نماز سری میں ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ استماع اور انصات یہ دونوں نماز جہری کے ساتھ مختص ہیں۔ نماز سری میں ان کا وجود ممکن نہیں۔ استماع کا نماز جہری کے ساتھ مختص ہونا تو ظاہر ہے۔ رہا انصات کا نماز جہری کے ساتھ مختص ہونا سو اس لیے کہ لغت عرب میں انصات کے معنے مطلق چپ رہنے کے نہیں ہیں بلکہ انصات کہتے ہیں سکوت مع الاستماع کو امام رازی تفسیر کبیر میں آیہ واحلل عقدۃ من لسانی کے تحت میں لکھتے ہیں:

قالوا ترك الكلام له اربعة اسماء الصمت والسكوت والانصات والاصاخة فاما الصمت فهو اعمها لانه يستعمل فيما يقوى على النطق وفيما لا يقوى عليه لهذا يقال مال ناطق وصامت واما السكوت فهو ترك الكلام ممن يقدر على الكلام والانصات سكوت مع استماع ومتى انفك احدهما عن الاخر لا يقال له انصات قال تعالى فاستمعوا له وانصتوا۔ والاصاخة استماع الى ما يصعب ادراكه كالسر والصوت من المكان البعيد انتهى۔

علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۴۰ جلد ۳ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: الانصات هو السكوت مع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاصغاء انتھی اور علامہ سید مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی تاج العروس شرح قاموس میں نصت کے مادہ میں لکھتے ہیں:

وفی التنزیل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال ثعلب معناه اذا قرئ الامام فاستمعوا الی قرأته ولا تتکلموا انتھی۔

پس جب اس آیت سے صرف نماز جہری میں قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو اس سے حنفیہ کا دعوے ثابت نہیں ہو سکتا۔ دعوی عام ہے اور دلیل خاص۔ پھر نماز جہری میں بھی قراءت خلف امام کی مطلقاً ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ صرف امام کی قراءت کے وقت ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور سکتات امام کے وقت قراءت کرنے کی ممانعت اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی حالانکہ حنفیہ کا دعوے یہ ہے کہ نماز جہری میں سکتات امام کے وقت بھی قراءت حرام و ناجائز ہے۔ تو اب دعوے سے دلیل اور زیادہ خاص ہوگئی۔

تنبیہ

حنفیہ کی دوسری دلیل پر جو یہ ساتواں اعتراض لکھا گیا ہے اس اعتراض کا جواب ابن الہمام نے دیا ہے اور اُن کے بعد اور علمائے حنفیہ بھی انہیں کے مقلد بن کر وہی جواب دیتے آئے ہیں۔ افسوس! ابن الہمام کے جواب میں جو فساد ہے وہ نہ خود اُن کو معلوم ہوا اور نہ اُن کے مقلدین کو۔ سب کے سب تحریراً و تقریراً وہی جواب دیتے آئے۔ جزائے خیر دے اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کو کہ اُن کو امام ممدوح کے فساد کی اطلاع ہوئی انھوں نے اُس کو صاف صاف ظاہر کر دیا اور اس اعتراض کو تسلیم کر لیا۔ اچھا اب امام ممدوح کا جواب سنو پھر اُس کے فساد کو معلوم کرو۔

امام ممدوح فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں ایک استماع یعنی سننا اور دوسرا انصات یعنی چپ رہنا سو پہلا حکم نماز جہری کے واسطے ہے اور دوسرا حکم نماز سری کے واسطے۔ پس مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب قرآن باواز بلند پڑھا جائے تو سنو اور جب آہستہ پڑھا جائے تو چپ رہو"

امام ممدوح کے اس جواب میں تین فساد ہیں پہلا فساد یہ ہے کہ انصات کے معنے مطلق سکوت سمجھے گئے ہیں حالانکہ اس کے معنے سکوت مع الاستماع کے ہیں دوسرا فساد وہ ہے جس کو بعض محققین اعلام نے اس طرح بیان کیا ہے کہ "یہ جواب فاسد ہے کیونکہ یہ تفسیر آیت کی محض بالرائے ہے نہ لغت عرب اس کی مساعدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ نہ کوئی آیت نہ حدیث مرفوع نہ آثار صحابہ نہ اقوال تابعین و تبع تابعین۔ تبسرا فساد وہ ہے جس کو مولانا عبدالحی صاحب نے اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اس آیت میں جو یہ حکم کیا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سُنو اور چُپ رہو سو یہ حکم تعبدی وغیرہ معلل نہیں ہے بلکہ یہ حکم معلل ہے۔ اور اس کی علت بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ قرآن مجید تدبر و تفکر کے لیے اُتارا گیا ہے اور تدبر و تفکر بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو سُنا جائے اور چپ رہا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ نماز جہری کے ساتھ خاص ہے جس میں امام بآواز بلند قرأت کرتا ہے۔ پس مقتدیوں کو نماز جہری میں تدبر و تفکر لازم و ضروری ہے اس لیے اُن کو چپ رہنا بھی لازم و ضروری ہے۔ رہی نماز سری سو اس میں امام قراءت آہستہ کرتا ہے اس کی قراءت کی آواز مقتدیوں کے کان تک نہیں پہنچتی ہے پس اُن کو نماز سری میں تدبر و تفکر حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں اگرچہ وہ چُپ چاپ کھڑے رہیں اس لیے اُن پر سکوت کے واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ علاوہ بریں بہت سے فقہائے حنفیہ نے اس آیت کے عموم کو لیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن کا مطلقاً سننا نماز میں ہو یا خارج فرض عین ہے یا فرض کفایہ۔ پس اگر اس آیت میں دو حکم ہوں ایک استماع اور دوسرا انصات اور پہلا جہر کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا سر کے ساتھ تو لازم آئے گا کہ اُس شخص کو چُپ رہنا فرض عین ہو یا فرض کفایہ جس کے پاس خارج نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جائے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے اگر تم کہو کہ نماز سری میں اگرچہ تدبر اور استماع نہیں پایا جاتا لیکن یہاں چپ رہنا امام کی قراءت کے احترام و ادب کے لحاظ سے واجب ہے تو میں کہوں گا کہ ایسے احترام و ادب کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے پس تمہارا یہ کہنا محض وہمی ہوس ہے هٰذا ملخص ما فی امام الکلام وغیث الغمام۔ الحاصل امام ابن الہمام کا یہ جواب تین وجہوں سے فاسد ہے اس لیے ناقابل التفات ہے۔

حنفیہ کی دوسری دلیل کا آٹھواں جواب (۸)

تقریر استدلال میں جو یہ کہا گیا کہ "قراءت مقتدی مستلزم ہے ترک استماع و انصات کو" سو مسلم نہیں کیونکہ اگر امام کے پیچھے اُس کے فاتحہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی آہستہ فاتحہ پڑھیں اس طرح پر کہ جب امام بآواز بلند کہے الحمد للہ رب العٰلمین تو مقتدی بھی ساتھ ساتھ لفظ بلفظ سنتے اور زبان سے آہستہ آہستہ کہتے جائیں۔ اُدھر امام نے کہا الحمد للہ اِدھر مقتدی نے بھی آہستہ زبان پر جاری کر لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ہر مقتدی پوری فاتحہ پڑھیں۔ پس اس طرح ہر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ترک استماع و انصات کو ہرگز مستلزم نہیں ہے بلکہ بہت اچھی طرح سے استماع و انصات بھی پایا جائے گا اور قراءت فاتحہ بھی پائی جائے گی اگر کسی کو اس میں کچھ شبہہ ہو تو امام کے پیچھے اس کے فاتحہ پڑھنے کے ساتھ اس طرح فاتحہ پڑھ کر مشاہدہ کرے۔ پس اس طرح ہر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت آیہ واذا قرئ القرآن سے ثابت نہیں ہوسکتی پس حنفیہ کی دوسری دلیل اُن کے دعوے کے مطابق نہیں ہے۔ دعویٰ عام ہے اور دلیل خاص +

اگر کوئی کہے کہ اس طرح ہر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا اگرچہ ترک استماع کو مستلزم نہیں لیکن ترک انصات کو تو ضرور مستلزم ہے کیونکہ لغت میں انصات اور سکوت کے ایک معنی ہیں صحاح جوہری میں ہے: الانصات ھوالسکوت۔ اور ظاہر ہے کہ قراءت اور سکوت میں منافاۃ ہے گو کسی طرح کی قراءت ہو پس جیسے قراءت اور سکوت کا اجتماع نہیں ہوسکتا اسی طرح قراءت اور انصات کا بھی اجتماع نہیں ہوسکتا تو جواب اس کا یہ ہے کہ انصات اور سکوت کے ایک معنی نہیں ہیں بلکہ انصات کے معنے سکوت مع الاستماع کے ہیں کما مرّ اور بعض لغویوں نے جو انصات کے معنے میں مع الاستماع کے قید سے سکوت کیا ہے سو ان ساکتین پر ذاکرین کا قول مقدم ہوگا۔ اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ انصات اور سکوت کے ایک معنے ہیں تو یہ غیر مسلم ہے کہ قراءت اور سکوت میں منافاۃ ہے کیونکہ بہت سے مقامات میں قراءت اور سکوت کا اجتماع پایا گیا ہے بلکہ انصات و قراءت کا بھی اجتماع پایا گیا ہے اُن میں سے بعض مقامات یہ ہیں۔

(۱) مجمع البحار میں ہے: قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امر ای جھر وسکت فیما امر ای اسر۔

(۲) صحیحین میں ہے: عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر والقراءۃ اسکاتۃ فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ اسکاتك بین التکبیر والقراءۃ ما تقول؟ قال اقول اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب الخ

دیکھو ان دونوں حدیثوں میں قراءت اور سکوت کا اجتماع پایا گیا۔

(۳) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من السنۃ ان یقرأ الامام فی الرکعتین الاولیین من صلوٰۃ الظھر بام الکتاب وسورۃ سرا فی نفسہ وینصتون من خلفہ یقرؤن فی انفسھم الحدیث رواہ البیھقی فی کتاب القراءۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۴۔ عن ابی ایوب الانصاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اغتسل یوم الجمعۃ الحدیث وفیہ ثم انصت اذا خرج امامہ حتی یصلی الخ

ان دونوں حدیثوں میں بھی قراءت اور انصات کا اجتماع ہوا ہے پس یہ قول کہ سکوت اور قراءت میں یا انصات اور قراءت میں منافات ہے صحیح نہیں ہے۔ اور عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ ان احادیث میں سکوت اور انصات سے مراد ترک جہر ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ آیہ واذا قریٔ القرآن میں انصات سے مراد ترک جہر ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور شور و غل نہ مچاؤ۔ اور اس آیت کا یہ مضمون گویا مقابلہ میں اُس آیت کے مضمون کے ہے جس میں قرآن سننے کی نسبت کفار کا قول بیان کیا گیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے +

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۔

یعنی کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اُس میں شور و غل مچاؤ تاکہ تم غالب آؤ۔

امام بیہقی کتاب القراءۃ میں لکھتے ہیں :

ولا معنی لقول من زعم ان الانصات فی اللغۃ ھو السکوت وانہ فی عرف الشریعۃ لا یطلق الا علی السکوت وترک النطق اصلا فقد وردت اخبار صحیحۃ فی اطلاق اسم الانصات والسکات علی ترک الجھر دون الاخفاء وعلی ترک کلام الناس دون الذکر فی النفس

جس نے یہ خیال کیا ہے کہ "انصات کے معنی لغت میں سکوت کے ہیں اور عرف شریعت میں انصات کا اطلاق فقط ترک نطق پر آتا ہے" سو اُس کا یہ خیال صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں انصات اور سکوت کا اطلاق ترک جہر اور ترک کلام الناس پر آیا ہے جن میں ترک اخفا و ترک ذکر بالسر مراد نہیں ہے۔

پھر امام ممدوح نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر و القراءۃ روایت کی ہے پھر لکھتے ہیں :

فھذا الخبر الصحیح یبین ویوضح ان الانصات قد یکون ترک الجھر وان کان المنصت عن الجھر ذاکر اللہ عزوجل او قارئا للقرآن اذ لا فرق بین السکوت والانصات عند العرب

ابوہریرہ رضی کی یہ حدیث صحیح واضح طور پر بتاتی ہے کہ انصات کے معنے کبھی ترک جہر کے ہوتے ہیں اگرچہ منصت عن الجہر اللہ کا ذکر آہستہ کرتا ہو یا قرآن کو بالسر پڑھتا ہو اس واسطے عرب کے نزدیک سکوت اور انصات میں کچھ فرق نہیں ہے۔

پھر ابوہریرہ رض اور ابوسعید رض اور ابوایوب انصاری رض وغیرہم کی احادیث متعلقہ انصات عند الخطبہ فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ کو روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ثم انصت اذا خرج امامہ حتی یصلی ثم ینصت حتی یقضی الامام صلوتہ

پھر لکھتے ہیں: فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ندب فی ھذہ الاخبار الی الانصات عند خروج الامام یوم الجمعۃ حتی یصلی الامام ومعلوم انہ لم یرد بہ سکوت الامام عن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرات الانتقالات والتسبیح فی الرکوع والسجود والذکر عند الرفع والتشھد والدعاء والتسلیم وانما اراد سکوتہ عن کلام الناس والانصات عن محادثۃ بعضھم بعضا حتی یفرغ الامام من الصلوۃ وکذلک لم یرد سکوتہ عن قراءۃ الفاتحۃ وفیہ دلیل علی ان الانصات یطلق علی ترک الجھر وترک کلام الناس وان کان قارئا فی السر ذاکرا فی نفسہ۔

یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ "جب امام خطبہ کے واسطے نکلے تو سب لوگوں کو انصات کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو" سو یہاں انصات سے مراد یہ نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالات اور تسبیحات رکوع و سجود سے اور ذکر عند الرفع اور تشہد اور تسلیم سے سکوت کرنا چاہیے بلکہ مراد یہ ہے کہ کلام الناس اور باہم بات چیت کرنے سے سکوت کرنا چاہیے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو۔ اور اسی طرح یہ مراد نہیں ہے کہ قراءت فاتحہ سے سکوت کرنا چاہیے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے۔ کہ انصات کا اطلاق ترک جہر اور ترک کلام الناس پر آتا ہے اگرچہ انصات کرنے والا قاری بالسر اور ذاکر فی النفس ہو۔

پھر امام ممدوح حضرت علی کی حدیث مذکور کو روایت کر کے فرماتے ہیں۔ کہ "قولہ وینصتون من خلفہ ویقرؤن فی انفسھم دلیل علی ان الانصات انما ھو ترک الجھر یعنی حضرت علی نے جو یہ فرمایا ہے کہ "ظہر کی نماز میں رکعتین اولیین میں امام سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ پڑھے اور مقتدی انصات کریں اور آہستہ قراءت کریں" سو اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ انصات کے معنی ترک جہر کے ہیں۔ فتفکر۔

حنفیہ کی دوسری دلیل کا نواں جواب (۹)

آیہ واذا قرئ القرآن عند الحنفیہ عام مخصوص منہ البعض ہے ملا جیون تفسیر احمدی صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ بمبئی میں لکھتے ہیں:

لا یقال ان قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن لما کان عاما بین الصلوۃ وخارجھا فاختصاصہ فی حق الصلوۃ والمؤتم تخصیص للعام فیکون مخصوص البعض ھو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظنی فکیف یتمسک بہ لانہ لما کان ظنیا خرج عن الفرضیۃ بمعنی انہ لا یکفر جاحدہ فبقی الوجوب وھو کالفرض فی حق العمل۔ انتھی۔

بعض محققین اعلام نے عند الحنفیہ اس آیت کے عام مخصوص منہ البعض ہونے کے ثبوت میں یہ تقریر کی ہے کہ "آیہ واذا قرئ القرآن نزدیک جمہور حنفیہ کے بلکہ کل کے عام مخصوص منہ البعض ہے اس لیے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک اس آیت کے معنے یہ ہیں اور جب پڑھا جاوے قرآن پس سنو تم اگر جہر کیا جاوے ساتھ اُس کے اور خاموش رہو تم اگر اسرار کیا جاوے ساتھ اُس کے اور یہ آیت بدیں معنے شامل ہے چند صور کو کہ اُن میں بالاجماع انصات واجب نہیں ہے۔

(۱) ایک یہ کہ ایک شخص خارج صلوۃ سے سراً قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اُس کے پاس بیٹھا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ ایک منفرد نماز میں سراً قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اُس کے پاس بیٹھا ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ دو شخص نفل پڑھ رہے ہیں اور اس میں قرآن شریف سراً پڑھ رہے ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ ایک شخص سریہ نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس بیٹھا ہوا سراً قرآن شریف پڑھ رہا ہے وغیرہا من الصور۔

آیت مذکورہ ان سب صور کو شامل ہے اور ان میں بالاجماع انصات واجب نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ سب صور حکم آیت سے خارج ہیں اس لیے یہ آیت عام مخصوص البعض ہوئی انتہےٰ۔ بے شک اِن صورتوں میں عند الحنفیہ انصات واجب نہیں ہے اور یہ صورتیں حکم آیت سے خارج ہیں۔ اسی طرح حالت قراءت امام میں اللہ اکبر کہہ کر شریک نماز ہونا اور دعاء ثنا پڑھنا جہری و سری دونوں نمازوں میں یا صرف سری نمازوں میں۔ اور خطبہ جمعہ میں خطیب کے یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پڑھنے کے وقت سامعین کا آہستہ درود و سلام پڑھنا۔ اور خطبہ جمعہ ہونے کی حالت میں بلکہ نماز جمعہ ہونے کی حالت میں فجر کی قضا پڑھنا۔ اور حالت قراءت امام میں صفوں کے پیچھے فجر کی سنت پڑھنا ان صورتوں میں بھی عند الحنفیہ انصات واجب نہیں ہے اور یہ صورتیں بھی حکم آیت سے خارج ہیں۔

الحاصل آیہ واذا قرئ القرآن عند الحنفیہ بلا شبہ عام مخصوص منہ البعض ہے پس حدیث متفق علیہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے اس آیت کی تخصیص کی جائے گی اور اس آیت کے حکم سے قراءت فاتحہ خلف امام خارج کی جاوے گی۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ آیت عند الحنفیہ عام مخصوص البعض نہیں ہے تو بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی تخصیص احادیث قراءت خلف امام سے کی جاوے گی کیونکہ عامہ فقہا اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تفسیر کبیر میں ہے:

السوال الثالث وھو المعتمد ان تقول الفقہاء اجمعوا علی انہ یجوز تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد فھب ان عموم قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا یوجب سکوت الماموم عند قراءۃ الامام الا ان قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وقولہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب، اخص من ذلک العموم وثبت ان تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد لازم فوجب المصیر الی تخصیص ھذہ الآیۃ بھذا الخبر وھذا السوال حسن انتھٰی۔

اور تفسیر نیسابوری میں ہے:

وقد سلم کثیر من الفقہاء عموم اللفظ الا انھم جوزوا التخصیص عموم القرآن بخبر الواحد وذلک ھھنا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتٰب۔ انتھی۔

غیث الغمام صفحہ ۲۰۵ میں ہے:

ذکر ابن الحاجب فی مختصر الاصول والعضد فی شرحہ ان تخصیص عام القرآن بالمتواتر جائز اتفاقا واما بخبر الواحد فقال بجوازہ الائمۃ الاربعۃ وقال ابن ابان من الحنفیۃ انما یجوز اذا کان العام قد خص من قبل بدلیل قطعی منفصلا کان او متصلا وقال الکرخی انما یجوز اذا کان العام قد خص من قبل بدلیل منفصل قطعیا کان او ظنیا انتھی۔

تنبیہ

بعض احناف نے لکھا ہے کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب خود مخصوص ہے یعنی مقتدی کے حق میں نہیں ہے یا کم از کم متعارض ہے تو قرآن پاک کے حکم کو کیا خاص کرے گی بلکہ خود یہ حدیث امام یا منفرد کے حق میں خاص ہوگی" میں کہتا ہوں کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اپنے عموم و اطلاق پر باقی ہے۔ اور امام و منفرد و مقتدی ہر ایک کے حق میں ہے۔ دیکھو پہلا باب وعلیٰ ہذا یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے ساتھ متعارض ہی نہیں ہے کیونکہ اس حدیث متفق علیہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے خلاف کوئی صحیح حدیث آئی ہی نہیں ہے اور اس کے خلاف میں جو احادیث حنفیہ پیش کرتے ہیں وہ ضعاف و ناقابل احتجاج ہیں اور ایک آدھ اُن میں جو صحیح ہیں وہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث متفق علیہ کے مخالف و معارض نہیں جیساکہ آگے چل کر تم کو بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگا پس بعض احناف کا یہ لکھنا یا تو ناواقفیت کی وجہ سے ہے یا نفسانیت کی وجہ سے۔

حنفیہ کی دوسری دلیل کا دسواں جواب (۱۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کئی سکتے ثابت ہیں ایک تکبیر افتتاح کے بعد اور ایک قراءت فاتحہ کے بعد اور ایک قراءت ختم ہونے کے بعد۔ اور ان سکتات کے علاوہ ہر آیت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقف کرنا بھی ثابت ہے اتقان صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

قال البیہقی فی الشعب واٰخرون الافضل الوقوف علی رؤس الآیات وان تعلقت بما بعدھا اتباعا لہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنتہ روی ابوداؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقطع اٰیۃ اٰیۃ یقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ثم یقف الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمٰن الرحیم ثم یقف۔ انتھی۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۱۲۳ میں ہے

وان کان التعلق من جھۃ اللفظ فھو المسمی بالحسن لانہ فی نفسہ حسن مفید یجوز الوقف علیہ دون الابتداء بما بعدہ للتعلق اللفظی الا ان یکون راس اٰیۃ فانہ یجوز فی اختیار اکثر اھل الاداء لمجیئہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ام سلمۃ۔ انتھی۔

اور علامہ جزری اپنے ارجوزہ میں لکھتے ہیں ؎

وھی لما تم فان لم یوجد تعلق او کان معنی فابتد
فالتام فالکافی ولفظا فامنعن الا رؤس الآی جوز فالحسن

اور یہ سکتات و اوقاف نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور نہ ان کی منسوخیت ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ سلف رضی اللہ عنہم نماز میں سکتہ کرتے تھے اور اکثر اہل ادا نے رؤس آیات پر وقف کو اختیار کیا ہے اور امام بیہقی اور دوسرے ائمہ نے اس کو افضل بتایا ہے۔ پس ہر امام کے واسطے سکتات و اوقاف مذکورہ کم سے کم مسنون تو ضرور ہوں گے۔ جب تم یہ سب باتیں معلوم کرچکے تو سنو کہ آیہ واذا قرئ القرآن سے ان سکتات و اوقاف امام میں قراءت فاتحہ خلف امام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ نے سکتات و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقات امام میں مسبوق کے لیے دعاءِ ثنا پڑھنے کو جائز رکھا ہے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے:

وقال بعضهم یاتی بالثناء عند سکتات	بعض فقہانے کہا ہے کہ مسبوق امام کے سکتات کے وقت دعاء
الامام سار دون الثناء کلمۃ کلمۃ وکلمتین	ثناء کو پڑھے ایک ایک دو دو کلمہ کر کے جس طرح اس کو ممکن ہو
بحسب ما یمکنہ لانہ امکنہ الاتیان بالسنۃ	اس واسطے کہ اس کو دعاءِ ثنا کی حدیث پر عمل کرنا بھی ممکن ہوا اور
مع مراعات مقتضی الامر انتھی۔	امر استماع و انصات کی مراعاۃ بھی ہوئی۔

پس حنفیہ کا یہ عام دعوے کہ "قراءت خلف امام مطلقاً ممنوع و حرام ہے نماز سری میں ہو خواہ جہری میں۔ حالت قراءت امام میں ہو یا سکتات امام میں" اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا دعوے عام ہے اور دلیل خاص۔ پس اب حنفیہ کو چاہیے کہ دعاءِ ثنا کی طرح امام کے سکتات میں ایک ایک دو دو کلمہ کر کے جس طرح اُن کو ممکن ہو سورہ فاتحہ پڑھیں۔ اور حالت قراءت امام میں چپ چاپ رہیں کیونکہ اُن کو دعاءِ ثنا کی طرح احادیث قراءت فاتحہ خلف امام پر عمل کرنا بھی ممکن ہوا اور امر استماع و انصات کی مراعاۃ بھی ہوئی۔ اور ہاں اُن کو معلوم ہو کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت کا یہی مسلک بھی ہے امام بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

ولا معنی لعیب من عاب قول من اختار الانصات جملۃ حال قراءۃ الامام والقراءۃ حال سکوت الامام لیکون ذلک ابلغ فی الانصات المامور بہ فی الایۃ عند قراءۃ القرآن فی الجمع بین الکتاب والسنۃ فی الانصات والقراءۃ وفی ضمنہ الامتثال فی قدر السکوت وامکان القراءۃ فیہ وعدم امکانہا وانکار الخبر الوارد فی سکتتی الامام ومعارضتہ بخبر ترک السکوت عند القیام من الرکعۃ الثانیۃ فحدیث السکوت بین التکبیرۃ الاولی والفاتحۃ ثم حدیث السکتتین اثبت من کل حدیث یحتج بہ من یقول بترک القراءۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات عند اہل المعرفۃ بالحدیث وذھب الی ھذا المذھب فی الجمع بین الانصات عند قراءۃ الامام وقراءۃ الفاتحۃ عند سکوت الامام من سمیناھم فی الجزء قبلہ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم انتھی بقدر الحاجۃ

امام بخاری جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں:

وقیل لہ احتجاجک بقول اللہ تعالی فاستمعوا لہ وانصتوا ارأیت اذا لم یجھر الامام یقرأ من خلفہ فان قال لا بطل دعواہ لان اللہ تعالی قال فاستمعوا لہ وانصتوا وانما یستمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثم یجھر معانا نستعمل قول اللہ تعالیٰ فاستمعوا لہ نقول یقرأ خلف الامام عند السکتات انتھی

تنبیہ

اس جواب پر علمائے حنفیہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام پر نماز میں سکتات واوقات مذکورہ واجب نہیں ہیں بلکہ فقط سنت ہیں پس امام کو جائز ہے کہ نہ کوئی سکتہ کرے اور نہ کسی آیت پر وقف کرے اور جب امام کوئی سکتہ اور وقف نہ کرے گا تو اس صورت میں اگر مقتدی قراءت کرے گا تو اُس کی قراءت حالت قراءت امام میں واقع ہوگی جو اسی آیت سے حرام وناجائز ہے۔ ان معترضین کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ لوگ ایسے امام کے پیچھے جو سکتات اور اوقات کو ترک کرتا ہے اور خلاف سنت نماز پڑھتا ہے قراءت نہ کریں مگر جب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جو سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہو اور سکتات واوقات کو ترک نہ کرتا ہو تو اس صورت میں تو آپ لوگوں کو امام کے سکتات واوقات کے وقت سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یہاں تو کوئی عذر نہیں ہے پھر آپ لوگوں کے اس اعتراض سے اس دسویں جواب پر کیا اثر پڑا۔ اس دسویں جواب کا حاصل وخلاصہ تو اسی قدر ہے کہ حنفیہ کا دعویٰ عام ہے اور اُن کی یہ دوسری دلیل خاص کیونکہ اس دوسری دلیل سے حالت سکتات واوقات امام میں قرأت خلف امام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ پس امام جب سنت کے مطابق نماز میں سکتہ اور وقف کرے تو اس کے سکتات واوقات کے وقت دعاء ثنا کی طرح احناف کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے عملاً بالسنۃ والکتاب۔ تو کیا آپ لوگوں کے اس اعتراض سے آپ لوگوں کے دعوے ودلیل میں مطابقت ہوگئی یا امام کے سکتات واوقات کے وقت قراءت فاتحہ کی ممانعت ثابت ہوگئی پھر اس مہمل ولغو اعتراض کرنے سے کیا حاصل۔ ہاں آپ لوگ یہ بھی یاد رکھیں کہ جس طریق سے فقہائے حنفیہ نے قضاء فوائت میں وجوب ترتیب کو ثابت کیا ہے اُسی طریق سے (یعنی بانضمام حدیث صلوا کما رأیتموني اصلی) آپ لوگوں کے نزدیک نماز میں سکتات واوقات مذکورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمرؓ کے قول سے بھی اوقات مذکورہ کے وجوب کی تائید ہوتی ہے اتقان صفحہ ۱۲۰ میں ہے

وعن علی قولہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا قال الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف۔

اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

لقد عشنا برھۃ من دھرنا وان احدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن وتنزل السورۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیتعلم حلالھا وحرامھا وما ینبغی ان یوقف عندہ کما تتعلمون انتم الیوم القرآن الخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس جب حنفیہ کے نزدیک انہیں کے طریق پر سکتات وا ذا قرئ مذکورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ اعتراض کیسا؟

حنفیہ کی دوسری دلیل کا گیارھواں جواب (۱۱)

اِس آیت سے قراءت خلف امام کی منسوخیت و ممنوعیت پر استدلال کرنا موقوف ہے اِس امر پر کہ اِس آیت میں قطعی طور پر اہل اسلام کو خطاب ہو لیکن یہ ممنوع و غیر مسلم ہے بلکہ ظاہر نظم قرآن و سلسلہ کلام الٰہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اِس آیت میں کفار مخاطب ہیں اور اس کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ آیت اگر مسلمانوں سے متعلق ہو اور اس میں مقتدی لوگ مخاطب مانے جائیں تو اس تقدیر پر اس آیت کو ماقبل کی آیت سے کچھ ارتباط باقی نہیں رہتا ہے اور سلسلۂ کلام الٰہی میں انقطاع لازم آتا ہے اور نظم قرآن میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ظاہر نظم قرآن سے یہ ہے کہ اِس آیت میں کفار مخاطب ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے قراءت خلف امام کی منسوخیت و ممنوعیت پر استدلال صحیح نہیں۔ علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

وللناس فیہ اقوال الاول ھو قول الحسن و قول اھل الظاھر انا نجری ھٰذہ الاٰیۃ علٰی عمومھا ففی ای موضع قرأ الانسان وجب علٰی کل احد استماعہ القول الثانی انھا نزلت فی تحریم الکلام فی الصلٰوۃ والقول الثالث ان الاٰیۃ نزلت فی ترک الجھر بالقراءۃ وراء الامام وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ الرابع انھا نزلت فی السکوت عند الخطبۃ وفی الاٰیۃ قول خامس ھو انہ خطاب مع الکفار فی ابتداء التبلیغ ولیس خطابا مع المسلمین وھذا قول حسن مناسب انتھٰی۔

خلاصہ۔ اس عبارت کا یہ ہے کہ اِس آیت (واذا قرئ القرآن) کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

پہلا قول ۔ یہ ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر جاری ہے جس مقام میں قرآن پڑھا جائے تو ہر ایک شخص کو سُننا واجب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز میں کلام کے حرام ہونے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے بآواز بلند قراءت کرنے کی ممانعت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ خطبہ جمعہ کے وقت چپ رہنے کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ اِس آیت میں مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے بلکہ ابتداء اسلام میں کفار کو خطاب ہے۔

اور یہ پانچواں قول بہتر اور مناسب ہے۔ پھر امام رازی نے اس پانچویں قول کے حسن و خوبی کے ثبوت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک واضح اور مدلل تقریر کی ہے پھر آخر میں فرماتے ہیں:

وعند ھذا یسقط استدلال الخصوم بھذہ الآیۃ من کل الوجوہ انتھی۔

یعنی جب یہ بات ثابت ہوئی کہ اِس آیت میں خطاب کفار کو ہے تو اس آیت سے خصوم (حنفیہ وغیرہم) کا استدلال من کل الوجوہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اب ہم پہلے اِس آیت کے ساتھ اِس کے قبل کی ایک آیت کو مع ترجمہ لکھتے ہیں پھر علامہ رازی کی وہ تقریر نقل کریں گے جس میں انھوں نے اس قول خامس کے حسن و خوبی کو مدلل طور پر بیان کیا ہے پھر تم کو اچھی طرح پر معلوم ہو جائے گا کہ اس آیت میں مخاطب کفار ہیں یا اہل اسلام؟ قال اللہ تعالیٰ:

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ان دونوں آیتوں کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے:

یا محمد چوں نمی آری نزدیک ایشاں آیتے می گویند چرا از طرف خود انشائی کنی بگو جز ایں نیست کہ پیروی می کنم بانچہ فرود آوردہ شدہ است بسوئے من از پروردگار من ایں قرآن نشانہا است آمدہ از پروردگار شما و ہدایت و بخشائش است مرقوم مومناں را و چوں خواندہ شود قرآن پس گوش نہید بسوئے آں و خاموش باشید تا مہربانی کردہ شود بر شما۔

اور مولانا شاہ عبدالقادر نے اس طرح لکھا ہے:

جب تو نہ لے کر جاوے اُن کے پاس کوئی آیت کہیں کچھ چھانٹ کیوں نہیں لایا تو کہہ میں چلتا ہوں اُسی پر جو حکم دے مجھ کو میرے رب سے یہ سوجھ سمجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور راہ اور مہر ہے ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اُس طرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تم پہ رحم ہو۔

اور مولوی نذیر احمد صاحب نے محاورہ حال کے مطابق اس طرح ترجمہ کیا ہے:

(اور اے پیغمبر) جب تم ان لوگوں کے پاس کوئی (خاص قسم کی) آیت نہیں لاتے تو اپنے خیال باطل کے مطابق) کہتے ہیں تم نے اس کو (بھی) اپنی طرف سے کیوں نہیں بنا لیا تم (ان سے) کہو کہ میں تو اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں بناتا بلکہ جو کچھ میرے پروردگار کے ہاں سے میری طرف وحی کی جاتی ہے اُسی پر چلتا ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(یہ قرآن) سوجھ سمجھ کی باتیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے (اُتری) ہیں اور جو لوگ (اس پر) ایمان رکھتے ہیں اُن کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور جب قرآن پڑھا جایا کرے (یعنی پیغمبر تم کو پڑھ کر سُناتے ہوں) تو (غل نہ مچاؤ بلکہ) اُس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے) تم پر رحم کیا جاوے "

جب تم ان دونوں آیتوں کا ترجمہ سُن چکے تو اب علامہ رازی کی تقریر سنو:

امام رازی کی تقریر

وتقریرہ ان اللہ تعالیٰ حکی قبل ھٰذہ الآیۃ ان اقواماً من الکفار یطلبون آیات مخصوصۃ ومعجزات مخصوصۃ فاذا کان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یاتیہم بہا قالوا لولا اجتبیتہا فامر اللہ رسولہ ان یقول جواباً عن کلامہم انہ لیس لی ان اقترح علی ربی ولیس لی الا ان انتظر الوحی ثم بین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما ترک الاتیان بتلک المعجزات التی اقترحوہا فی صحۃ النبوۃ لان القرآن معجزۃ تامۃ کافیۃ فی اثبات النبوۃ وعبر اللہ تعالیٰ عن ھٰذا المعنی بقولہ ھٰذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون ۰ فلو قلنا ان قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ۔ المراد منہ قراءۃ المأموم خلف الامام لم یحصل بین ھٰذہ

پانچویں قول کے حُسن و مناسب ہونے کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت واذا قرئ القرآن کے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خاص آیتوں اور معجزوں کی فرمائش کرتے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فرمائشی آیتوں اور معجزوں کو نہ لاتے تو کفار آپ سے کہتے کہ تم نے اپنی طرف سے کیوں نہیں بنا لیا تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم کیا کہ تم ان کفار کو یوں جواب دو کہ مجھے اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ میں تمہارے فرمائشی آیتوں اور معجزوں کو خدا سے طلب کروں اور ان کی بابت اُس سے سوال کروں مجھے تو بس اسی کا حکم ہے کہ وحی کا منتظر رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اُن فرمائشی آیتوں اور معجزوں کو (جن کو کفار مکہ آپ کی صداقت وصحتِ نبوت کے متعلق طلب کرتے تھے) نہیں لائے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ اثبات نبوت کے بارے میں قرآن مجید ایک ایسا کافی معجزہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے ادا فرمایا ہے۔ ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الآية و بين ما قبلها تعلق بوجه
من الوجوه وانقطع النظم وحصل
فساد التركيب وذلك لا يليق بكلام
الله تعالى فوجب ان يكون المراد منه
شيئًا آخر سوى هذا الوجه وتقريره
انه لما ادعى كون القرآن بصائر وهدى
ورحمة من حيث انه معجزة دالة
على صدق محمد عليه الصلوٰة والسلام
وكونه كذلك لا يظهر الا بشرط مخصوص
وهو ان النبي عليه الصلوٰة والسلام
اذا قرأ القرآن على اولئك الكفار
استمعوا له وانصتوا حتى يقفوا على
فصاحته و يحيطوا بما فيه من العلوم
الكثيرة وحينئذ يظهر لهم كونه
معجزا دالا على صدق محمد صلى
الله عليه وسلم فيستغنوا بهذا القرآن
عن طلب سائر المعجزات ويظهر لهم
صدق قوله في صفة القرآن انه بصائر
وهدى ورحمة فثبت انا اذا حملنا
الآية على هذا الوجه استقام النظم
وحصل الترتيب الحسن المفيد ولو حملنا
الآية على منع المأموم من القراءة خلف
الامام فسد النظم واختل الترتيب فثبت

يُؤْمِنُوْنَ ۔ پس اگر ہم کہیں کہ آیہ واذا قرئ القرآن
سے مراد قراءت خلف امام ہے تو اس آیت میں اور اس کے قبل
کی آیت میں کچھ بھی تعلق باقی نہیں رہے گا اور نظم قرآن کا سلسلہ
منقطع ہو جائے گا اور کلام الٰہی کی ترکیب میں فساد لازم آئیگا
جو کلام الٰہی کے شایان شان نہیں ہے ۔ لہذا ضرور ہوا کہ اس آیت
سے قراءت خلف امام کے سوا کوئی اور شئے مقصود ہو اور تقریر اس
کی یہ ہے کہ جب اس بات کا دعویٰ کیا گیا کہ قرآن مجید بصائر ہے
یعنی حجت و بصیرت ہے اور ہدایت و رحمت ہے اس اعتبار
سے کہ یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صدق پر دلالت کرتا ہے اور قرآن مجید کا اس اعتبار سے حجت و
بصیرت و ہدایت و رحمت ہونا ظاہر نہیں ہوگا مگر بایں شرط کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کفار کے سامنے قرآن پڑھیں
تو وہ کان لگا کر سنیں تا کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر واقف
ہوں اور اُس کے علوم کثیرہ پر جو اس کے اندر ہیں حاوی ہوں
تب اُس وقت کفار کو ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر دلالت کرتا ہے ۔
پھر وہ اس قرآن مجید کو کافی سمجھ کر اور کوئی دوسرا معجزہ نہیں طلب
کریں گے ۔ اور یہی قرآن مجید اُن کو دوسرے معجزوں کے طلب
سے مستغنی کر دے گا اور دعوے مذکورہ کی صداقت و حقیقت اُن
پر ظاہر ہو جائے گی ۔ پس ثابت ہوا کہ اس مطلب کے مراد لینے پر
نظم قرآن میں استقامت اور ترتیب مفید حاصل ہوگی اور اگر ہم
اس آیت کو قراءت خلف امام کی ممانعت پر محمول کریں تو نظم
قرآن میں فساد لازم آئے گا اور ترتیب مختل ہو جائے گی پس معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إنّ حمله على ما ذكرناه أولى وإذا
ثبت هذا ظهر أن قوله وإذا قرئ
القرآن فاستمعوا له خطاب مع الكفار
عند قراءة الرسول عليهم القرآن
في معرض الاحتجاج بكونه معجزا
على صدق نبوته وعند هذا يسقط
استدلال الخصوم بهذه الآية من
كل الوجوه ومما يقوى أن حمل
الآية على ما ذكرناه أولى وجوه الأول
أنه تعالى حكى عن الكفار أنهم قالوا
لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ
لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۔ فلما حكى عنهم ذلك
ناسب أن يأمرهم بالاستماع والسكوت
حتى يمكنهم الوقوف على ما في
القرآن من الوجوه الكثيرة البالغة إلى
حد الإعجاز والوجه الثاني أنه قال
قبل هذه الآية هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔
فحكم بكون هذا القرآن رحمة
للمؤمنين على سبيل القطع والجزم
ثم قال وإذا قرئ القرآن الخ ولو كان
المخاطبون بقوله فاستمعوا له وانصتوا
هم المؤمنون لما قال لعلكم ترحمون

ہوا کہ آیت وإذا قرئ القرآن کو اُسی مطلب پر محمول کرنا
اولیٰ ہے جس کو ہم نے بیان کیا اور جب یہ ثابت ہوا تو ظاہر ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو کفار کے سامنے معرض
احتجاج میں پڑھتے تھے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مخاطب
کرکے فرمایا وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا
یعنی اے کافرو جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو سُنو اور کان لگاؤ
اور اس صورت میں خصوم (یعنی مانعین قراءت خلف امام)
کا اس آیت سے استدلال بالکلیہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس امر
پر کہ اس آیت کو اُسی مطلب پر محمول کرنا اولیٰ ہے کئی وجہ سے
تقویت و تائید ہوتی ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید کے سننے کے متعلق کفار کا یہ قول بیان کیا ہے لا تسمعوا
لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون یعنی کفار باہم
کہتے ہیں کہ مت سُنو اس قرآن کو اور اُس میں شور و غل مچاؤ تاکہ
تم غالب رہو پس مناسب ہوا کہ اللہ تعالیٰ اُن کفار کو یہ حکم کرے
کہ ”وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ۔
یعنی اے کافرو جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو سنو اور چُپ رہو
تاکہ تم رحم کیے جاؤ“ کیونکہ جب وہ قرآن کو سُنیں گے اور اُس میں تدبر
کریں گے تو قرآن کی فصاحت و بلاغت و دیگر وجوہ پر جو حد اعجاز
کو پہنچی ہوئی ہیں واقف ہو سکیں گے۔ اور از انجملہ ایک یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آیہ هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة
لقوم يؤمنون میں قطعی اور حتمی طور پر فرمایا ہے کہ قرآن مجید
مومنین کے لیے رحمت ہے پھر اس کے بعد فرماتا ہے۔ وإذا قرئ
القرآن الخ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سُنو اور چپ رہو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لانه جزم قبل هذه الآية بكون القرآن رحمة للمؤمنين قطعًا فكيف يقول بعده من غير فصل لعله يكون القرآن رحمة للمؤمنين اما اذا قلنا ان المخاطبين به هم الكافرون صح حينئذ قوله لعلكم ترحمون ۰ انتهى كلام الرازی ملخصًا۔

شاید تم رحم کئے جاؤ۔ پس اگر اس آیت میں مومنین مخاطب ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ "شاید تم رحم کیے جاؤ"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے پہلے فرما چکا ہے کہ قرآن مجید مومنین کے لیے قطعًا و حتمًا رحمت ہے پھر بعد اس کے یہ کیسے فرمائے گا کہ شاید تم رحم کیے جاؤ۔ لیکن جب ہم یہ کہیں کہ اس آیت میں کفار مخاطب ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ "شاید تم لوگ رحم کیے جاؤ" صحیح اور درست ہوگا۔

یہ ہے امام رازی کی تقریر۔ اس مدلل تقریر سے آیہ واذا قرئ القرآن میں کفار کا مخاطب ہونا صاف ظاہر ہے۔ اور جب اس آیت میں کفار کا مخاطب ہونا ظاہر ہے تو اس سے مانعین قراءت خلف امام کا استدلال بلاشبہ ساقط ہے +

تنبیہ

مولانا عبدالحی صاحب امام رازی کی اس تقریر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اگرچہ یہ تاویل لطیف ہے مگر ائمہ مسلمین سے منقول نہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ ائمہ مسلمین سے مولانا کی کیا مراد ہے صحابہؓ و تابعین مراد ہیں تو ہم نے مانا کہ یہ تاویل صحابہ و تابعین سے منقول نہیں مگر جو تاویل صحابہ و تابعین سے منقول نہ ہو لیکن اُس پر نظم قرآن اور لغتِ عرب دال ہو اور ساتھ اس کے اُس تاویل سے تعارض بین الآیتین بھی رفع ہوتا ہو تو اُس تاویل کے نامقبول ہونے کی کوئی وجہ نہیں دیکھو اسی آیت واذا قرئ القرآن کی جو تاویل علامہ ابن الہمام نے کی ہے وہ نہ صحابہؓ سے منقول ہے نہ تابعین و تبع تابعین سے مگر پھر بھی تمام علمائے حنفیہ اُس کو مقبول سمجھتے ہیں حالانکہ اُس پر نہ نظم قرآن ہی دال ہے اور نہ لغت عرب۔ پس امام رازی کی اس مدلل تقریر کے نامقبول ٹھیرانے کے لیے مولانا ممدوح کا یہ فرمانا کہ "ائمہ مسلمین سے منقول نہیں" ناقابل التفات ہے۔ اور اگر ائمہ مسلمین سے مراد غیر صحابہ و تابعین ہیں تو مولانا کا یہ فرمانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے متعلق جیسے ائمہ مسلمین کے اور اقوال منقول ہیں ایک یہ قول بھی منقول ہے +

پھر مولانا ممدوح لکھتے ہیں کہ "اس آیت کا ما قبل کی آیت کے ساتھ مرتبط ہونا کچھ اسی پر موقوف نہیں کہ اس میں کفار مخاطب ہوں بلکہ اگر مومنین مخاطب ہوں تب بھی ارتباط حاصل ہوتا ہے پھر اس تقدیر پر حصول ارتباط کے ثبوت میں ایک تقریر کی ہے اور علامہ رازی کی تقریر پر کلام کیا ہے لیکن مولانا کی تقریر اور اُن کا کلام دونوں بالکل تکلف پر مبنی ہیں بعض محققین[1] اعلام نے مولانا کی تقریر اور اُن کے کلام کا نہایت شافی اور قابل دید جواب لکھا ہے +

اگر کوئی کہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت (واذا قرئ القرآن) نماز کے

[1] مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی غفرلہ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں نازل ہوئی ہے تخریج زیلعی میں ہے:

واخرج (ای البیھقی) عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ان ھذہ الآیۃ فی الصلوۃ انتھی۔

پس جب بقول امام احمد تمام لوگوں کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو گویا اس پر بھی اجماع ہوا کہ اس آیت میں اہل اسلام کو خطاب ہے۔ پھر یہ قول کہ "اس آیت میں ابتداء اسلام میں کفار مکہ کو خطاب ہے" کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ علمائے حنفیہ امام احمدؒ کے اس قول کو بحوالہ بیہقی نقل کرتے ہیں لیکن نہ اس قول کی سند ذکر کرتے ہیں اور نہ یہ لکھتے ہیں کہ بیہقی نے اس کو اپنی کس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ قراءت خلف امام کے بارہ میں امام بیہقی نے ایک مستقل کتاب موسوم بہ "کتاب القراءۃ خلف الامام" تصنیف کی ہے جو میرے سامنے موجود ہے جس کو میں اول سے آخر تک حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں۔ اس کتاب میں امام احمد کا یہ قول کہیں مذکور نہیں ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ السنن میں قراءت خلف امام کی بحث بسط و تفصیل کے ساتھ کئی ورقوں میں لکھی ہے اس بحث کو بھی میں اول سے آخر تک دیکھ چکا ہوں اس میں بھی امام احمد کا یہ قول کہیں منقول نہیں ہے پس علمائے حنفیہ کو لازم ہے کہ پہلے یہ بتائیں کہ امام احمد کے اس قول کو بیہقی نے اپنی کس کتاب میں نقل کیا ہے پھر اس کے بعد اس قول کی سند کی تصحیح کریں پھر اس کے بعد اس قول کو محل احتجاج میں پیش کریں ودونہ خرط القتاد۔ علاوہ بریں امام احمدؒ کے اس قول کا مطلب کیا ہے اگر یہ مطلب ہے کہ یہ آیت بالاجماع و بالاتفاق قراءت خلف امام کی ممانعت و حرمت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے سو اس قول کا صحیح نہ ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے۔ کیونکہ اس آیت کے شان نزول میں اختلاف عظیم ہے پانچ قول تو تم کو امام رازی کی تقریر میں معلوم ہو چکے ہیں۔ اور ابھی اور کئی قول آگے معلوم ہوں گے۔ و نیز امام احمد کے اس قول کا صحیح نہ ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ خود امام احمد قراءت خلف امام کے قائل تھے جامع ترمذی میں ہے:

واختار احمد مع ھذا (ای مع تاویل حدیث عبادۃ) القراءۃ خلف الامام ان لا یترک الرجل فاتحۃ الکتاب ان کان خلف الامام	یعنی امام احمدؒ نے حدیث عبادہ کو منفرد کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن ساتھ اس کے قراءت خلف امام کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی کو سورہ فاتحہ ترک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

اور بقول علامہ عینیؒ امام احمدؒ کے نزدیک ہر نماز میں قراءت خلف امام واجب تھی (دیکھو عمدۃ القاری صفحہ ۴۶ جلد ۳) اور اگر امام احمد کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ "یہ آیت بالاجماع و بالاتفاق نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے عام ازیں کہ قراءت خلف امام کے ممانعت کے بارہ میں ہو یا سلام کی ممانعت کے بارے میں ہو یا رفع اصوات و کلام الناس کی ممانعت کے بارے میں ہو" تو اس مطلب پر بھی امام احمد کے اس قول کی عدم صحت ظاہر ہے کیونکہ تم کو امام رازی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریر بیں معلوم ہو چکا ہے کہ حسن بصری اور اہل ظاہر کا قول یہ ہے کہ "یہ آیت اپنے عموم پر جاری ہے جب اور جس مقام میں قرآن پڑھا جائے اس کا سُننا واجب ہے"۔ اور سعید بن جبیر اور مجاہد اور عطا کا قول یہ ہے کہ یہ آیت خطبہ جمعہ کے وقت خاموش رہنے کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اِن اقوال کے علاوہ اور بھی کئی قول ہیں پس ان اقوال کے ہوتے ہوئے امام احمد کا یہ قول کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

الحاصل امام احمد کا یہ قول کہ "اجمع الناس علیٰ ان ھٰذہ الاٰیۃ فی الصلوٰۃ اگر بالفرض بیہقی کی کسی کتاب میں منقول ہو اور اس کی سند بھی صحیح ہو تو یہ قول فی نفسہٖ صحیح نہیں ہے پس اس قول غیر صحیح کی بنا پر جو اس آیت میں بالاجماع اہل اسلام کا مخاطب ہونا خیال کیا گیا ہے سو یہ خیال بے بنیاد ہے اور یہیں سے علامہ ابن عبدالبر کے اُس قول کا بھی صحیح نہ ہونا ظاہر ہو گیا جس کو مولانا عبدالحی صاحب نے استذکار سے بایں لفظ نقل کیا ہے :

ھٰذا عند اھل العلم عند سماع القراٰن فی الصلوٰۃ لا یختلفون ان ھٰذا الخطاب نزل فی ھٰذا المعنی دون غیرہ انتھی

اگر کوئی کہے کہ آیۂ واذا قری القراٰن کی تفسیر و شان نزول کے متعلق علما کے نو قول ہیں ان نو قولوں میں صرف ایک یہ قول کہ "یہ آیت قراءت خلف امام کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے" راجح ہے اور باقی اقوال مرجوح و مخدوش ہیں جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے امام الکلام میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں :

فاذن ظھر حق الظھور ان ارجح تفاسیر الاٰیۃ وموارد نزولھا ھو القول الثانی وھو انھا نزلت فی القراءۃ خلف الامام واما غیرھا من الاقوال فمنھا ما ھی مردودۃ قطعا لا تجد سندا ومستندا ومنھا ما ھی مخدوشۃ ومنھا ما ھی غیر منافیۃ وھٰذا القول ترجیح بوجوہ احدھا انہ لا تعارضہ الاٰثار والاخبار ولیست فیہ خدشۃ ومناقضۃ عند اولی الابصار وثانیھا انہ منقول عن الائمۃ الثقات من غیر معارضات وثالثھا انہ قول جمھور الصحابۃ انتھی

اسی طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی وغیرہ نے بھی اسی ایک قول کو راجح سمجھا ہے پس جب یہی ایک قول راجح ہے اور باقی دیگر اقوال مرجوح و مخدوش ہیں تو یہیں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اِس آیت میں اہل اسلام کا مخاطب ہونا راجح ہے اور کفار کا مخاطب ہونا مرجوح ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قول کہ یہ آیت قراءت خلف امام کی ممانعت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ بھی مخدوش و ناقابل قبول ہے اور اس قول کی ترجیح میں مولانا عبدالحی صاحب نے جو تین وجہیں بیان کی ہیں وہ سب مخدوش و ناقابل التفات ہیں۔ اب ہم اُن تمام روایتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو نقل کرتے ہیں جو اس قول کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں اور ساتھ ساتھ ہر ایک روایت کا ضعف و ناقابل استدلال ہونا بھی بیان کریں گے پھر اس قول کی تنقیح میں مولانا ممدوح نے جو وجہیں لکھی ہیں اُن ہر وجہ کی حقیقت ظاہر کریں گے۔

پہلی روایت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہدایۃ المعتدی میں لکھتے ہیں جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اُس وقت بھی قراءت امام و مقتدی سب پر فرض رہی پھر ایک مدت کے بعد آیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے قراءت مقتدی منسوخ ہوئی چنانچہ بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے:

عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوۃ اجابہ من ورائه اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ما شاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ انتھی۔

اس اثر کو مولانا ممدوح نے اپنے رسالہ سبیل الرشاد میں بھی پیش کیا ہے مگر نہ ہدایۃ المعتدی میں اس اثر کے صحت و ضعف سے کچھ بحث کی ہے اور نہ سبیل الرشاد میں۔ علی ہذا جن جن علمائے حنفیہ نے اس اثر کو معرض احتجاج میں پیش کیا ہے کسی نے بھی اس کے صحت و ضعف سے کچھ بحث نہیں کی ہے۔

سنو یہ روایت ضعیف و ناقابل اعتبار ہے اس کی سند میں نجیح بن عبدالرحمٰن ابو معشر واقع ہیں اور یہ ضعیف ہیں آخر عمر میں یہ مختلط ہو گئے تھے تقریب میں ہے:

ضعیف من السادسۃ اسن واختلط۔

اور خلاصہ میں ہے:

ضعفه القطان وابن معین وابو داؤد والنسائی وابن عدی وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو زرعۃ صدوق ولیس بقوی۔ انتھی۔

میزان میں ہے:

نجیح ابو معشر السندی الهاشمی مولاهم المدنی صاحب المغازی روی عن القرظی ومحمد بن قیس غیرھما (الی قوله) وقال النسائی والدارقطنی ضعیف قال البخاری غیرہ منکر الحدیث

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ونیز یہ روایت مرسل ہے کیونکہ محمد بن کعب قرظی اوساط تابعین سے ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہے۔ امام بیہقی نے اِس روایت کو کتاب القراءت صفحہ ۷۴ میں بایں سند روایت کیا ہے:

اخبرنا ابونصر عمر بن عبد العزیز بن عمر بن قتادة انا ابو منصور العباس بن الفضل النضروی نا احمد بن نجدة نا سعید بن منصور نا ابو معشر عن محمد بن کعب الخ

دوسری روایت

عن عبد الله بن مغفل انه سئل اکل من سمع القرآن وجب علیه الاستماع قال لا انما نزلت هذه الآیة فاستمعوا له وانصتوا فی قراءة الامام اذا قرأ الامام فاستمع له وانصت۔

یعنی عبداللہ بن مغفل سے دریافت کیا گیا کہ کیا جو قرآن سُنے اُس کو سُننا واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ آیت فاستمعوا له وانصتوا امام کی قراءت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام جب قراءت کرے تو سُن اور چُپ رہ۔

مولانا رشید احمد صاحب نے اس روایت کو بھی بحوالہ بیہقی وغیرہ اپنے رسالہ سبیل الرشاد میں نقل کیا ہے اور اس کی صحت وضعف سے کچھ تعرض نہیں فرمایا ہے۔ علیٰ ہذا بہت سے علمائے حنفیہ نے اِس روایت کو احتجاجاً پیش کیا ہے مگر کسی نے بھی اس کے صحت وضعف سے کچھ تعرض نہیں کیا ہے گویا یہ روایت بھی اُن لوگوں کے نزدیک بہت صحیح ہے۔

اس روایت کی کیفیت مجھ سے سنو: اس کا مدار ہشام بن زیاد ابو المقدام پر ہے اور یہ متروک ہیں تقریب میں ہے:

هشام بن زیاد بن ابی یزید وهو هشام بن ابی هشام ابو المقدام ویقال له ایضاً هشام بن ابی الولید المدنی متروك۔ انتهی۔

میزان الاعتدال میں ہے:

ضعفه احمد وغیره قال النسائی متروك قال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد کان غیر ثقة وقال البخاری یتکلمون فیه۔ انتهی۔

امام بیہقی کتاب القراءت صفحہ ۷۲ میں اس روایت کو اپنی سند سے روایت کر کے لکھتے ہیں:

مداره علی هشام بن زیاد ابو المقدام واختلف علیه فی اسناده ولیس بالقوی انتهی۔

اور اس اثر کا ضعیف و ناقابل استدلال ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ عبداللہ بن مغفل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو قراءت خلف امام کی تعلیم کرتے تھے۔ کتاب القراءة صفحہ ۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن عمر بن ابی سحیم قال کان عبد اللہ بن مغفل المزنی صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعلمنا ان نقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب

یعنی عمر بن ابی سحیم سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مغفل صحابی ہم لوگوں کو تعلیم کرتے تھے کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ظہر و عصر میں پہلی دونوں رکعتوں میں الحمد اور کوئی اور سورہ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط الحمد پڑھیں +

تیسری روایت

عن ابن مسعود انہ صلی باصحابہ فسمع ناسا یقرؤن خلفہ فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفھموا ان تعقلوا واذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ والبیھقی۔

یعنی ابن مسعود رضؓ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی تو کچھ لوگوں کو قراءت کرتے ہوئے سُنا پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو جب جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو سُنو اور چپ رہو۔

یہ روایت بھی سبیل الرشاد میں پیش کی گئی ہے مگر یہاں بھی بالکل خاموشی اختیار کی گئی ہے اور نہ اس کی تصحیح کی گئی ہے اور دوسرے علمائے حنفیہ نے بھی یہی صنیع اختیار کیا ہے۔ سُنو اس روایت کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اس وجہ سے یہ روایت ناقابل استدلال ہے کتاب القراءۃ صفحہ ۱۰۷ میں ہے۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو علی الحسین بن علی الحافظ ثنا ابو یعلی الموصلی نا محمد بن ابی بکر نا عبد الاعلی عن داؤد عن ابی نضرۃ عن رجل عن ابن مسعود انہ صلے باصحابہ فقرأ ناس خلفہ فلما فرغ قال اما ان لکم ان تفقھوا۔ الخ

دیکھو اس روایت کو ابن مسعودؓ سے جو شخص روایت کرتا ہے وہ مجہول ہے۔ علاوہ بریں ابن مسعود رضؓ سے اس روایت کے خلاف ایک دوسری روایت آئی ہے جزء القراءۃ میں ہے:

حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال و قال لنا اسمعیل بن ابان ثنا شریک عن اشعث بن ابی الشعثاء عن ابی مریم سمعت ابن مسعود یقرأ خلف الامام۔

یعنی ابو مریم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود کو سُنا کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے +

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی روایت

عن ابی العالیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلے باصحابہ فقرأ فقرأ اصحابہ فنزلت ھذہ الآیۃ فسکت القوم وقرأ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخرجہ عبد بن حمید و ابو الشیخ والبیھقی فی القراءۃ۔

یعنی ابو العالیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور قراءت کرتے تو آپ کے اصحاب بھی قراءت کرتے پس یہ آیت نازل ہوئی تب لوگ چپ رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کرتے۔

اس روایت کو رسائل اسکات المعتدی ظل الغمام الفرقان خاتمۃ الخطاب وغیرہا کے مصنفین نے احتجاجاً پیش کیا ہے اور پیش کر کے سب چپ چاپ آگے بڑھ گئے ہیں اور کسی نے اس کی جانچ نہیں کی کہ یہ روایت قابل استدلال ہے یا نہیں۔ پس سنو یہ روایت بھی ضعیف و ناقابل استدلال ہے کیونکہ یہ منقطع ہے علامہ حازمیؒ کتاب الاعتبار صفحہ ۹۸ میں لکھتے ہیں:

زعم بعض من ذھب الی ھذا القول ان ھذا الحدیث ناسخ للحدیث الآخر وھو قولہ علیہ السلام لاصلوۃ لمن لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وتمسک فی ذلک بحدیث منقطع عن ابی العالیۃ قال کان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ قرأ اصحابہ اجمعون خلفہ حتی انزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون انتھی مختصرًا۔

امام بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۷۲ میں اس کو روایت کر کے لکھتے ہیں وھذا ایضاً منقطع انتھی علاوہ اس کے یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ابو العالیہ تابعی ہیں اور عند المحققین مرسل حجت نہیں۔

پانچویں روایت

عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتھم جاوبوھم فکرہ اللہ ذلک لھذہ الامۃ فقال واذا قرئ القرآن الآیۃ اخرجہ ابو الشیخ

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل اپنے اماموں کا جواب دیتے تھے جب وہ قراءت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس امت کے لیے ناپسند کیا اور فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو۔

علمائے حنفیہ اس روایت کو پیش کرتے ہیں مگر نہ اس کی سند نقل کرتے ہیں اور نہ کسی ناقد فن سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں معلوم نہیں کہ اس کی سند کیسی ہے پس یہ روایت کیونکر قابل احتجاج ہو سکتی ہے علاوہ بریں ابن عمرؓ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری روایت آئی ہے جو اس روایت کے خلاف ہے۔ جزء القراءۃ میں ہے:

عن یحیی البکاء سئل ابن عمر عن القراءۃ خلف الامام فقال ما کانوا یرون باسا ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔

و نیز ابن عمرؓ کی اس روایت کی مخالف ایک دوسری روایت مروی ہے:

عن عطاء قال بلغنی ان المسلمین کانوا یتکلمون فی الصلوٰۃ کما یتکلم الیھود والنصاری حتی نزلت واذا قرئ القراٰن الایۃ اخرجہ عبد الرزاق۔	یعنی عطا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مسلمان نماز میں کلام کیا کرتے تھے جیسا کہ یہود اور نصاری کلام کرتے تھے یہاں تک کہ آیت واذا قرئ القراٰن نازل ہوئی۔ روایت کیا اس کو عبد الرزاق نے۔

اس روایت میں اور ابن عمرؓ کی روایت میں تخالف ظاہر ہے۔ پس ابن عمرؓ کی یہ روایت ان تینوں وجہوں سے ناقابل استدلال ہے۔

چھٹی روایت

رسالہ ظل الغمام کا مصنف لکھتا ہے کہ "قول مستند و قابل اعتبار یہ ہے کہ یہ آیت دربارہ قراءت نماز کے نازل ہوئی ہے۔ عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباسؓ قولہ واذا قرئ القراٰن فی الصلوٰۃ المفروضۃ۔	یعنی روایت کیا علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے کہ قول اللہ پاک واذا قرئ القراٰن فرض نمازوں کے بارے میں ہے۔"

شاید اس مصنف کو معلوم نہیں کہ یہ روایت منقطع ہے اس واسطے کہ علی ابن ابی طلحہ کو ابن عباسؓ سے لقا نہیں۔ تقریب میں ہے:

علی بن ابی طلحۃ سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی۔ انتھی۔

ابن ابی حاتم کتاب المراسیل صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں:

سمعت ابی یقول سمعت دحیما یقول ان علی بن ابی طلحۃ لم یسمع من ابن عباس تفسیر سمعت ابی یقول علی بن طلحۃ عن ابن عباس مرسل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتویں روایت

خاتمۃ الخطاب کے مصنف مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی برخلاف تمام علمائے حنفیہ کے یہ دعوے کرتے ہیں کہ آیہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن کا نزول مدینہ میں ہوا ہے اور مدینہ ہی میں قراءت مقتدی ممنوع ہوئی ہے اور اس دعوے کے ثبوت میں زہری کی یہ روایت پیش کرتے ہیں

عن الزھری قال نزلت ھٰذہ الاٰیۃ فی فتی من الانصار کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلما قرأ شیئًا قرأ۔ | یعنی زہری سے روایت ہے کہ یہ آیت (واذا قرئ القراٰن) ایک انصاری مرد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ قراءت کرتے تھے وہ انصاری بھی قراءت کرتا تھا۔

شاید شاہ صاحب موصوف مرسلات زہری کی حقیقت سے بیخبر ہیں سو اُن کو معلوم ہو کہ زہری کی مرسل روایتیں محض بے اعتبار ہیں یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں ھو بمنزلۃ الریح یعنی زہری کی مرسل روایت بمنزلہ ہوا کے ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں لیس بشیء یعنی زہری کی مرسل روایت کوئی چیز نہیں۔ (دیکھو حنفیہ کی چوتھی دلیل کا تیسرا جواب) ہاں واضح رہے کہ زہری کی یہ روایت خود زہری کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ زہری قراءت خلف امام کے قائل تھے۔ کتاب القراءت صفحہ ۱۰۰ میں ہے:

عن ابن شھاب انہ کان یقرأ خلف الامام فیما لم یجھر فیہ الامام بالقراءۃ | یعنی زہری سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔

کشمیری شاہ صاحب کے اس دعوے کی تردید میں خود انہیں کا ایک دیوبندی بھائی[۱] لکھتا ہے۔ کہ جو شخص اس کا نزول مدینہ میں تجویز کرے وہ خیال باطل اور دعویٰ مردود ہے"۔

آٹھویں روایت

وہی کشمیری شاہ صاحب اپنے دعوے مذکورہ کے ثبوت میں مجاہد کی یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں:

عن مجاھد کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الصلوٰۃ فسمع قرأۃ فتی من الانصار فنزل واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا اخرجہ البیھقی | یعنی مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قراءت کرتے تھے پس آپ نے ایک انصاری مرد کی قراءت سنی تب آیت واذا قرئ القراٰن نازل ہوئی۔

[۱] الفرقان کا مصنف دیکھو الفرقان صفحہ ۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت بھی ناقابل استدلال ہے کیونکہ یہ منقطع ہے۔ امام بیہقی اس روایت کو کتاب القراءۃ میں روایت کر کے لکھتے ہیں وھذا منقطع ونیز یہ روایت مرسل ہے نیموی آثار السنن میں اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں وھذا مرسل ونیز مجاہد کی یہ روایت مخالف ہے اُن کی اُس روایت کے جس کا مضمون یہ ہے کہ یہ آیت خطبہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کتاب القراۃ میں ہے:

عن مجاھد فی قولہ واذا قرئ القراٰن فاستمعوالہ وانصتوا قال فی الخطبۃ یوم الجمعۃ

یعنی مجاہد نے کہا کہ آیت واذا قرئ القراٰن خطبہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ونیز مجاہد کی یہ روایت مخالف ہے اُن روایات کے جن کا یہ مضمون ہے کہ "وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے آپ کی قراءت کا جواب دیتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی الخ"

پس مجاہد کی یہ روایت کیونکر قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ ہاں واضح رہے کہ مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اس کو نماز اعادہ کرنا چاہیے جزء القراءۃ میں ہے:

قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلوٰۃ۔ تفکر۔

نویں روایت

عن عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرأ فی الصلوٰۃ فقرأ اصحابہ وراءہ فخلطوا علیہ فنزل واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا فھذہ فی المکتوبۃ اخرجہ ابن مردویہ والبیھقی فی القراءۃ۔

یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قراءت کی پس آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے پیچھے قراءت کی پس آپ کو تشویش میں ڈالا تب آیت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا نازل ہوئی پس یہ آیت فرائض کے بارے میں ہے۔

مولانا عبد الحی صاحب نے اس روایت کو بحوالہ بیہقی و ابن مردویہ امام الکلام ص۸۲ میں نقل کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "اس روایت سے اور اس کے مثل اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے آپ کی قراءت کی حالت میں قراءت مشوشہ کرتے تھے پس اس آیت سے قراءت مشوشہ منسوخ ہو گئی پس یہ روایت اُن لوگوں پر حجت ہے جو قراءت مشوشہ کے قائل ہوں" مولانا ممدوح نے اس روایت کو نقل کیا اور اس سے قراءت مشوشہ کا منسوخ ہونا بھی ثابت کیا مگر یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ روایت ہے کیسی۔ قابل استدلال ہے یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ یہ روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ضعیف و ناقابل استدلال ہے۔ امام بیہقی اس روایت کو کتاب القراءۃ ص۱۷۲ میں روایت کر کے لکھتے ہیں ھٰذا اسناد فیہ ضعف یعنی اس روایت کی اسناد میں ضعف ہے۔ ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں ابن لہیعہ واقع ہیں جن کا ضعیف ہونا عام طور پر مشہور ہے اور بہ آخر عمر میں مختلط بھی ہو گئے تھے اور یہ مدلس بھی تھے اور اس روایت کو بلفظ عن روایت کیا ہے۔ علاوہ بریں ابن عباسؓ سے اس روایت کے خلاف دوسری روایتیں آئی ہیں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حدثنا وکیع عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن العیزار بن حریث العبدی عن ابن عباس قال اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب۔

اس اثر کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں روایت کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ کنز العمال میں ہے:

عن الغدار بن حریث العبدی قال سمعت ابن عباس یقول اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب (ق فی کتاب القراءۃ وصححہ) انتھی۔

حافظ ابن عبدالبر کی کتاب تمہید میں ہے:

عبدالرزاق عن ابن المثنی عن لیث عن عطاء عن ابن عباس قال لا بد ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب فیما یجھر فیہ الامام وفیما لا یجھر انتھٰی۔

ان روایات کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری سورہ فاتحہ ضرور پڑھنا چاہیے۔

یہی روایتیں اس قول کی دلیل ہیں کہ آیت واذا قرئ القرآن قراءت خلف امام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور انہیں روایتوں سے یہ قول ثابت کیا جاتا ہے مگر تم کو بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ یہ تمام روایتیں ضعیف و مخدوش ہیں ان میں سے ایک روایت بھی صحیح و قابل استدلال نہیں۔ علاوہ اس کے یہ روایتیں باہم متخالف بھی ہیں۔ ان روایات میں پہلا تخالف تو یہ ہے کہ محمد ابن کعب قرظی اور ابو العالیہ کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام صحابہ قراءت کرتے تھے علی سبیل المجادبہ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ساتویں اور آٹھویں روایت سے یعنی زہری اور مجاہد کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے پیچھے صرف ایک انصاری نے قراءت کی تھی تب یہ آیت نازل ہوئی اور دوسرا تخالف یہ ہے کہ پانچویں روایت سے یعنی ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کی وجہ بنی اسرائیل کی مخالفت ہے یعنی بنی اسرائیل اپنے اماموں کی قراءت کا جواب دیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اس کو ناپسند کیا اور اس آیت کو نازل فرما کر اس سے منع فرمایا۔ اور نویں روایت سے یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباسؓ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہؓ آپ کی قراءت کی حالت میں قراءت کرتے تھے اور آپ کو تخلیط و تشویش میں ڈالتے تھے اس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی اور اس تخلیط و تشویش سے ممانعت کی گئی۔ اور

تیسرا تخالف یہ ہے کہ محمد بن کعب قرظی اور ابو العالیہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ ساتھ قراءت نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ایک آیت پڑھ لیتے تو بطور جواب کے صحابہؓ بھی اُسی آیت کو پڑھتے غرضکہ صحابہؓ آپ کے سکتات میں پڑھتے تھے۔

الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ "اس (محمد بن کعب قرظی کی روایت) سے تین امر معلوم ہوئے اول یہ کہ امام و مقتدی فاتحہ اور سورت جہراً پڑھتے تھے۔ دوم یہ کہ امام کی ہر ایک آیت کے بعد اُس آیت کو مقتدی بھی پڑھتے تھے مع الامام نہیں پڑھتے تھے الخ" اور نویں روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ آپ کے پیچھے آپ کے ساتھ ساتھ قراءت کرتے تھے جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اور

چوتھا تخالف یہ ہے کہ ساتویں اور آٹھویں روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آیہ واذا قرئ القرآن مدنی ہے اور مدینہ میں قراءت خلف امام کی ممانعت ہوئی ہے۔ اور باقی دیگر روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں قراءت خلف امام کی ممانعت ہوئی ہے۔ دیکھو ان روایات میں علاوہ ان کے ضعیف و مخدوش ہونے کے باہم کس قدر تخالف ہے بھلا کہیں ایسی روایتیں قابل استدلال ہو سکتی ہیں +

اچھا آؤ تمہیں ایک بات اور بتائیں جس سے ان روایات کا ناقابل استدلال ہونا اور زیادہ واضح ہو جائے گا۔ سنو جن صحابہ اور تابعین سے یہ روایتیں مروی ہیں اُن صحابہ و تابعین سے دوسری روایتیں بھی مروی ہیں جو ان روایات کی مخالف ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت تم اوپر پڑھ چکے ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت قراءت خلف امام کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور انہیں عبداللہ ابن مسعود سے یہ بھی مروی ہے کہ لوگ پہلے نماز میں کلام کیا کرتے تھے اور بعض بعض کو سلام کرتے تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور نماز میں کلام اور سلام ممنوع ہوا امام الکلام ص۶۰ میں ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن مسعود انہ سلم علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو یصلے فلم یرد علیہ وکان الرجل قبل ذلک یتکلم فی صلوتہ ویامر بحاجتہ فلما فرغ رد علیہ قال ان اللہ یفعل ما یشاء وانھا نزلت واذا قرئ القران فاستمعوا لہ۔ اخرج ابن جریر عن ابن مسعود قال کنا نسلم بعضنا علی بعض فی الصلوۃ فجاء القران واذا قرئ القران الایۃ

عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت قراءت خلف امام کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز میں کلام کرنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے امام الکلام صفحہ ۹ میں ہے:

اخرج ابن مردویہ والبیہقی فی سننہ عن عبد اللہ بن مغفل قال کان الناس یتکلمون فی الصلوٰۃ فانزل اللہ ھٰذہ الاٰیۃ فنھانا عن الکلام فی الصلوٰۃ۔

مجاہد کی روایت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت قراءت خلف امام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور انہیں مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت خطبہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کما مر۔

ابن عباسؓ کی روایت منقولہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت قراءت خلف امام کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے۔ اور انہیں ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت نماز میں کلام کرنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے کتاب القراءۃ میں ہے:

عن ابن عباسؓ فی ھٰذہ الاٰیۃ واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا قال نزلت فی رفع الاصوات وھم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ وفی الخطبۃ یوم الجمعۃ وفی العیدین فنھوا عن الکلام فی الصلوٰۃ۔

خیال کرو کہ عبداللہ بن مسعودؓ۔ عبداللہ بن مغفلؓ۔ مجاہدؒ۔ ابن عباسؓ سے جب یہ دوسری روایتیں بھی مروی ہیں جو اُن کی پہلی روایات منقولہ بالا کی مخالف ہیں تو ان کی پہلی روایات کیونکر قابل استدلال ہو سکتی ہیں۔

الحاصل جب روایات نہگانہ منقولہ بالا کی یہ حالت ہے کہ وہ کل کی کل ضعیف ہیں۔ اور ان میں ایک بھی صحیح نہیں اور ساتھ اس کے وہ باہم متخالف ہیں ایک وجہ سے نہیں بلکہ چار وجہوں سے اور علاوہ اس کے عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے دوسری روایتیں بھی مروی ہیں جو ان کی پہلی روایات منقولہ بالا کی مخالف ہیں تو پھر یہ روایات نہگانہ کیونکر قابل استدلال ہو سکتی ہیں۔ اور یہ قول کہ "آیہ واذا قرئ القراٰن قراءت خلف امام کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے" کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ قول بھی مخدوش اور غیر صحیح ہوا تو باقی دیگر اقوال مخدوشہ غیر صحیحہ سے اس قول کے ارجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اس قول کے ارجح ہونے کی جو تین وجہیں لکھی ہیں اب آؤ ذرا اُن وجہوں کو دیکھیں کہ کیسی ہیں۔ مولانا ممدوح نے پہلی وجہ یہ لکھی ہے کہ "اس قول کے مخالف نہ کوئی اثر ہے اور نہ کوئی حدیث اور نہ اس میں کوئی خدشہ ہے اور نہ مناقضہ"

میں کہتا ہوں کہ اس قول کے مخالف آثار بھی ہیں اور احادیث بھی۔ احادیث کا مخالف ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ قراءت فاتحہ خلف امام کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں وہ کل کی کل اس قول کے مخالف ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن مغفل اور مجاہد اور ابن عباس کے وہ آثار جو ابھی اوپر منقول ہوئے ہیں جو اُن کی روایات

www.KitaboSunnat.com

منقولہ بالا کے مخالف ہیں اس قول کے مخالف ہیں۔ اور ان آثار کے علاوہ بعض اور آثار بھی اس قول کے مخالف ہیں۔ اور مولوی صاحب ممدوح کا یہ فرمانا کہ "نہ اس میں کوئی خدشہ ہے نہ مناقضہ" بھی صحیح نہیں کیونکہ اس قول کے ثبوت میں آثار نہگانہ جو پیش کیے جاتے ہیں وہ کل کے کل ضعیف و مخدوش ہیں ایک بھی اُن میں صحیح نہیں اور ساتھ اس کے وہ باہم چار وجہوں سے مخالف ہیں پھر یہ قول خدشہ اور مناقضہ سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔

تعجب کا مقام ہے کہ مولانا ممدوح نے اِن روایات نہگانہ میں سے آٹھ روایتوں کو اپنے رسالہ امام الکلام میں میں نقل کیا ہے لیکن نہ کسی روایت کی پوری سند ذکر کر کے خود تنقید کی ہے اور نہ کسی امام فن سے کسی روایت کی تصحیح یا تحسین نقل کی ہے۔ اور نہ کسی ایسی کتاب کا حوالہ دیا ہے جس میں التزام صحت ہو پھر بھی فرماتے ہیں کہ "نہ اس میں کوئی خدشہ ہے اور نہ مناقضہ" مولانا ممدوح کا یہ صنیع بہت تعجب خیز ہے۔

مولانا ممدوح نے اس قول کے ارجح الاقوال ہونے کی دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ "یہ قول ائمہ ثقات سے منقول ہے بغیر معارضہ کے"

میں کہتا ہوں کہ یہ وجہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسرے اقوال بھی ائمہ ثقات سے منقول ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ قول بغیر معارضہ کے ائمہ ثقات سے منقول ہے سو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ آیہ مذکورہ کے شان نزول کے بارے میں جب نو قول ہیں تو یہ قول معارضہ سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔ ہاں شاید یہ خیال فرمایا گیا ہو کہ اس قول کے سوا باقی دوسرے اقوال ضعیف و مخدوش ہیں سو واضح رہے کہ یہ قول بھی ضعیف و مخدوش ہے کما مر۔

اس قول کے ارجح الاقوال ہونے کی تیسری وجہ مولانا ممدوح نے یہ لکھی ہے کہ "یہ قول جمہور صحابہ کا قول ہے"

میں کہتا ہوں کہ مولانا کا یہ ایک محض دعویٰ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ قول کہ "آیت واذا قرئ القران قراءت خلف امام کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے" صرف ابن مسعود اور ابن عمر اور عبداللہ بن مغفل اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے لیکن ابن مسعود اور عبداللہ بن مغفل اور ابن عباس سے دوسرا قول بھی مروی ہے۔ ان صحابہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے اس قول کا مروی ہونا معلوم نہیں ہوتا دمن ادعی خلافہ فعلیہ الدلیل پھر یہ قول جمہور صحابہ رض کا قول کیونکر ہو سکتا ہے۔

الحاصل اس قول کے ارجح الاقوال ہونے کی جو تین وجہیں مولانا نے بیان کی تھیں اُن میں ایک بھی صحیح نہیں بلکہ تینوں مخدوش و غیر صحیح ہیں۔ پس جیسے اور اقوال عند الحنفیہ ضعیف و مخدوش ہیں یہ قول بھی بلاشبہ ضعیف و مخدوش ہے۔ اور اس قول کو دوسرے اقوال پر کچھ ترجیح نہیں ہے اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قول کے ارجح الاقوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی بنا پر آیہ مذکورہ میں اہل اسلام کے مخاطب ہونے کو جو راجح اور کفار کے مخاطب ہونے کو مرجوح بنایا گیا تھا وہ ۔ بے بنیاد و ناقابل اعتماد ہے۔

ناظرین! آیہ و اذا قرئ القرآن کے گیارہ جواب لکھے گئے ہیں ان جوابوں سے خوب ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس آیت سے قراءت خلف امام کی ممنوعیت و منسوخیت پر مانعین کا استدلال صحیح نہیں ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے قراءت خلف امام کی ممانعت پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ملا جیون نے اس آیت سے استدلال کرنے کو غیر اوضح اور حدیث من کان لہ امام سے استدلال کرنے کو اوضح بنایا ہے ملا صاحب ممدوح تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں:

غایۃ ما فی الباب ان الاٰیۃ لما احتملت ھذہ الوجوہ کان الاستدلال بقولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ کما تمسک بہ صاحب الھدایۃ اوضح من الاستدلال بھذہ الاٰیۃ انتھے

یعنی غایت ما فی الباب یہ ہے کہ جب یہ آیت ان وجوہ کا (جن کو ملا صاحب پہلے لکھ چکے ہیں) احتمال رکھتی ہے تو حدیث من کان لہ امام سے استدلال کرنا اوضح ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اور اس آیت سے استدلال کرنا اوضح نہیں ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے اصولیین نے اصول فقہ کی کتابوں میں صاف تصریح کر دی ہے کہ قراءت خلف امام کی ممنوعیت پر آیہ و اذا قرئ القرآن سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ حدیث من کان لہ امام سے استدلال کرنا چاہیے ۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس عظیم الشان مناظرہ کے وقت جبکہ اہل علم کا ایک گروہ آپ سے مسئلہ قراءت خلف امام پر مناظرہ کرنے کو آپ کے پاس آیا تھا اس آیت سے استدلال نہیں کیا بلکہ اسی حدیث من کان لہ امام کے مضمون کو عام کر کے اور عنوان بدل کر استدلال میں پیش کیا ۔ چونکہ یہ مناظرہ بہت لطیف ہے اس لیے اس مناظرہ کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں ناظرین غور سے پڑھیں +

قراءت خلف امام کی بابت امام اعظم صاحب کا مناظرہ

حنفیہ نہایت فخر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ علما کا ایک گروہ امام اعظم صاحب کے پاس قراءت خلف امام کے مسئلہ میں مناظرہ کے واسطے آیا اور امام صاحب سے کہا کہ آپ جو امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو منع کرتے ہیں آپکے پاس اس کی کیا دلیل ہے ہم لوگ اس مسئلہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کو آئے ہیں ۔ امام صاحب نے فرمایا میں تنہا آپ اتنے علما سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکر مناظرہ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ مجھ سے خواہ مخواہ مناظرہ کرنا ہی چاہتے ہیں تو اپنے میں سے ایک شخص کو جس کو آپ لوگ چاہیں مناظرہ کے لیے انتخاب کریں۔ اُن لوگوں نے اُسی وقت اپنے میں سے ایک شخص کو منتخب کرکے مناظرہ کے واسطے آگے کیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ صاحب جن کو آپ لوگوں نے مناظرہ کے واسطے منتخب کیا ہے ہار جائیں تو آپ سب صاحبوں کی ہار سمجھی جائے گی۔ اور اگر میں ہار جاؤں اور یہ صاحب مجھ پر غالب آویں تو آپ سب لوگوں کی جیت تصور کی جائے گی۔ سب لوگوں نے کہا بے شک ان صاحب کی ہار ہم سب کی ہار ہے اور ان کی جیت ہم سب کی جیت ہے۔ امام صاحب نے فرمایا بس میری یہی دلیل ہے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرنے کی۔ جب آپ سب لوگوں کی طرف سے صرف ایک شخص مناظرہ کے لیے کافی ہو سکتا ہے اور اس کی ساری بحث و تقریر آپ سب صاحبوں کو کفایت کر سکتی ہے تو نماز میں امام کی قرأت سب مقتدیوں کو کیونکر کفایت نہیں کرے گی۔ پس امام صاحب کی یہ تقریر سُن کر تمام علما جو مناظرہ کے لیے آئے تھے مغلوب ہو کر واپس چلے گئے۔ دیکھو اس مناظرہ میں جب علما کی ایک جماعت نے امام صاحب سے قراءت خلف امام کے ممنوع ہونے کی دلیل طلب کی تو امام صاحب نے آیہ واذا قرئ القرآن کو پیش نہیں کیا بلکہ حدیث من کان لہ امام کے حاصل مضمون کو عنوان بدل کر پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اِس آیت سے استدلال صحیح نہیں تھا ورنہ اتنے علما کے سامنے ضرور اسی آیت کو استدلال میں پیش کرتے۔ ایسے موقع میں دلیل قطعی کو چھوڑ کر دلیل ظنی کو اختیار کرنا جس میں طرح طرح کے احتمالات ہیں عظمت شان جناب امام سے بہت بعید ہے۔

امام صاحب کی جلالت شان اور ان کے کمال فی المناظرہ ظاہر کرنے کی غرض سے علمائے حنفیہ اس مناظرہ کو بہت فخر سے بیان کرتے اور اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری اپنے رسالہ دلیل قوی میں اس مضمون کی روایتوں کو کہ نماز سری اور جہری دونوں میں امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ انہیں روایتوں کے مضمون کے مناسب امام صاحب کا مناظرہ ہے۔ پھر مولانا نے اسی مناظرہ کو نقل کرکے اسی پر اپنے رسالہ کا خاتمہ بالخیر کر دیا ہے۔ مگر میرے نزدیک تو یہ مناظرہ فرضی و مصنوعی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ علما جو مناظرہ کے واسطے آئے تھے امام صاحب کی یہ تقریر سن کر نہ معلوم کیوں مغلوب اور لاجواب ہو کر فرار کر گئے۔ لیکن اس زمانہ کا ایک ادنیٰ طالب علم یا کوئی سمجھ دار عامی ہی ہوتا تو اُسی وقت بول اٹھتا کہ حضور آپ کی اِس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ مقتدی لوگ نماز میں اول سے آخر تک بالکلیہ چپ چاپ رہیں کچھ بھی نہ پڑھیں نہ تکبیر کہیں نہ دعائے ثنا پڑھیں۔ اور نہ رکوع و سجود میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسبیحات اور نہ تشہد میں التحیات وغیرہ کیونکہ امام تو بہ سب پڑھتا ہی ہے۔ اُسی کا پڑھنا سب مقتدیوں کو کفایت کرے گا جیسا کہ مجلس مناظرہ میں ایک شخص مناظر کی تمام تقریر وہاں کے سب لوگوں کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اس طالب علم یا عامی کے جواب میں امام صاحب کو جو دِقت پیش آتی وہ ظاہر ہے۔

غور کرو کیا امام اعظم جیسا جلیل الشان امام ایسے عظیم الشان مناظرہ کے وقت ایسی ہی تقریر کرے گا کہ جس پر ادنیٰ طالب علم یا کسی عامی کو اعتراض کرنے کا موقع ملے پھر اُس کے جواب میں دِقت پیش آئے میرے خیال میں امام صاحب کے کسی نادان دوست نے اس مناظرہ کو بنا کر اُن کی طرف منسوب کر دیا ہے جیسا کہ اور بہت سی بے اصل اور بے سر و پا باتیں اُن کے نادان دوستوں نے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ ھٰذا ما عندی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حنفیہ کی تیسری دلیل

صحیح مسلم میں ہے:

حدثنا اسحٰق بن ابراہیم اخبرنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔

یعنی ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ نماز پڑھو تو صفوں کو سیدھی کرو پھر چاہیے کہ ایک تمہارا امام بنے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب قراءت کرے تو چپ رہو۔

اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے:

عن ابی خالد الاحمر عن محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ

یعنی ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بس اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب قراءت کرے تو چپ رہو۔

علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۶۹ جلد ۳ میں ابو ہریرہ رضہ کی اِس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وهذا حجة صريحة في ان المقتدي لا يجب عليه ان يقرأ خلف الامام اصلا على الشافعي في جميع الصلوات وعلى مالك في الظهر والعصر انتهى۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قراءت خلف امام اصلاً واجب نہیں پس یہ حدیث امام شافعی پر بھی حجت ہے جو تمام نمازوں میں قراءت خلف امام کے وجوب کے قائل ہیں اور امام مالک پر بھی حجت ہے جو نماز ظہر و عصر میں قراءت خلف امام کے وجوب کے قائل ہیں۔ اسی طرح پر اور علمائے حنفیہ بھی اس حدیث سے قراءت خلف امام کی مطلقاً ممانعت ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ دوسری دلیل کے جو گیارہ جواب لکھے گئے ہیں اُن میں کئی جواب اِس تیسری دلیل کے بھی جواب ہیں۔ اُن کے علاوہ چند جواب اور لکھے جاتے ہیں*

پہلا جواب

ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کی سند میں قتادہ واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں لکھتے ہیں:

قتادة بن دعامة السدوسي البصري صاحب انس بن مالك رضي الله عنه كان حافظ عصره وهو مشهور بالتدليس وصفه به النسائي وغيره۔ انتهى

اور تقریب میں لکھتے ہیں احد الائمة الاعلام حافظ مدلس علامہ ماردینی جوہر النقی ص ۲۰۹ جلد ا میں لکھتے ہیں قتادة مدلس اور قتادہ نے اِس حدیث کو یونس بن جبیر سے معنعنا روایت کیا ہے امام بخاری نے جزء القراءۃ ص ۲۹ میں اس امر کی تصریح بھی کی ہے کہ قتادہ نے زیادت واذا قرأ فانصتوا کے روایت کرنے میں یونس بن جبیر سے سماع ذکر نہیں کیا ہے۔ ہاں واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے قتادہ کو مرتبۂ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے اور مرتبۂ ثالثہ کی نسبت لکھتے ہیں:

الثالثة من اكثر من التدليس فلم يحتج الائمة من احاديثهم الا بما صرحوا فيه بالسماع ومنهم من رد حديثهم مطلقا ومنهم من قبلهم كابي الزبير المكي۔

یعنی مرتبۂ ثالثہ کے وہ مدلسین ہیں جنھوں نے کثرت سے تدلیس کی ہے اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے اُن کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کیا ہے مگر صرف انہیں حدیثوں سے جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کی ہے اور بعض ائمہ نے اُن کی حدیثوں کو مطلقاً رد کر دیا ہے اور بعض ائمہ نے اُن کی حدیثوں کو قبول کیا ہے جیسے ابوالزبیر مکی۔

اور ابوہریرہ رضی کی حدیث کی سند میں محمد بن عجلان واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں لکھتے ہیں:

محمد بن عجلان المدني تابعي صغير مشهور من شيوخ مالك وصفه ابن حبان بالتدليس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ برہان الدین حلبی نے بھی اپنی کتاب التبیین لاسماء المدلسین میں محمد بن عجلان کے مدلس ہونے کی تصریح کی ہے۔ دیکھو ظفر الامانی صفحہ ۔ اور ابن عجلان نے اس حدیث کو زید بن اسلم سے بلفظ عن روایت کیا ہے۔ پس جو لوگ ابو موسیٰ اشعری اور ابو ہریرہ کی حدیث (واذا قرأ فانصتوا) سے قراءت خلف امام کی ممانعت پر استدلال کرنا چاہیں اُن کو پہلے قتادہ کا سماع یونس بن جبیر سے اور محمد بن عجلان کا سماع زید بن اسلم سے ثابت کرنا چاہیے یا کوئی معتبر متابع پیش کرنا چاہیے۔ پھر بعد اُس کے استدلال کرنا چاہیے +

اگر کوئی کہے کہ خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء نے بیہقی کی روایت میں ابن عجلان کی متابعت کی ہے علامہ ماردینی جوہر النقی صفحہ ۱۵۳ جلد ۱ میں لکھتے ہیں:

وقد تابعہ علیھا خارجۃ بن مصعب ویحیی بن العلاء کما ذکرہ البیھقی فیما بعد انتھی

اور اسی طرح پر علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری (صفحہ ۷ جلد ۳) میں لکھا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ خارجہ بن مصعب متروک ہے اور یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا ہے اور یہ کذابین سے تدلیس کرتا تھا۔ اور یحییٰ بن العلاء بھی متروک ہے اور وکیع نے اس کو کاذب کہا ہے اور امام احمد نے فرمایا ہے کہ یہ کذاب تھا حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر تقریب میں خارجہ بن مصعب کی نسبت لکھتے ہیں:

خارجۃ بن مصعب بن خارجۃ ابو الحجاج السرخسی متروک وکان یدلس عن الکذابین ویقال ان ابن معین کذبہ۔

حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

وَھّاہُ احمد وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال ایضا کذاب وقال مرۃ ترکہ ابن المبارک ووکیع وقال الدارقطنی وغیرہ ضعیف۔ انتھی۔

اور یحییٰ بن العلاء کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے:

یحیی بن العلاء البجلی الرازی عن الزھری وصفوان بن سلیم وعنہ عبد الرزاق وعاصم بن علی کذبہ وکیع واحمد۔

اور میزان میں ہے

قال الدارقطنی متروک وقال احمد بن حنبل کذاب یضع الحدیث۔

پس جب خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء کی یہ حالت ہے تو ظاہر ہے کہ ان دونوں کی متابعت کالعدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے متروک و کذاب کی متابعت سے تدلیس کا عیب رفع نہیں ہوتا +

حنفیہ کی تیسری دلیل کا دوسرا جواب (۲)

ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوہریرہؓ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کی تصحیح و تضعیف میں نقاد و حفاظ حدیث مختلف ہیں امام احمد۔ امام مسلم اور حافظ منذری اس لفظ کو صحیح بتاتے ہیں۔ اور اکثر حفاظ امام بخاری۔ ابوداؤد۔ ابوحاتم۔ یحییٰ بن معین۔ حاکم۔ دارقطنی۔ ابن خزیمہ۔ محمد بن یحییٰ الذہلی۔ حافظ ابوعلی نیساپوری۔ حافظ علی بن عمر اور بیہقی۔ نے اس لفظ (واذا قرأ فانصتوا) کو ضعیف بتایا ہے پس جب حفاظ و نقاد محدثین اس لفظ کی تصحیح و تضعیف میں مختلف ہیں اور مضعفین کی تعداد مصححین کی تعداد سے سہ گونہ ہے اور ساتھ اس کے مضعفین میں سلطان المحدثین امیرالمومنین فی الحدیث امام بخاری ہیں جن کا فن حدیث میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے۔ نیز مضعفین میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین ہیں جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کل حدیث لا یعرفہ یحیی فلیس بحدیث یعنی جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں تو مضعفین کی تضعیف مصححین کی تصحیح پر مقدم ہوگی حافظ زیلعی تخریج ہدایہ (صـ۲۲۳ جلد ۱) میں لکھتے ہیں:

قال البیہقی فی المعرفۃ بعد ان روی حدیث ابی ھریرۃ وابی موسی وقد اجمع الحفاظ علی خطاء ھذہ اللفظۃ فی الحدیث ابوداؤد وابوحاتم وابن معین والحاکم والدارقطنی وقالوا انھا لیست بمحفوظۃ۔ انتھی۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

قولہ واذا قرأ فانصتوا مما اختلف الحفاظ فی صحتہ فروی البیھقی فی السنن الکبیر عن ابی داؤد السجستانی ان ھذہ اللفظۃ لیست بمحفوظۃ وکذلک رواہ عن یحیی بن معین وابی حاتم الرازی والدارقطنی والحافظ ابی علی النیسابوری شیخ الحاکم ابی عبد اللہ قال البیھقی قال ابو علی الحافظ ھذہ اللفظۃ غیر محفوظۃ قد خالف سلیمان التیمی فیھا جمیع اصحاب قتادۃ واجتماع ھؤلاء الحفاظ علی تضعیفھا مقدم علی تصحیح مسلم لا سیما ولم یروھا مسندۃ فی صحیحہ انتھی

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ان حفاظ و نقاد مضعفین نے اس لفظ واذا قرأ فانصتوا کی تضعیف کی جو وجہیں لکھی ہیں ان وجہوں کا جواب علمائے حنفیہ نے دیا ہے یا نہیں اگر دیا ہے تو ان کا وہ جواب قابل اطمینان ہے یا نہیں۔ پس واضح ہو کہ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کے ضعیف ہونے کی وجہ ابوداؤد نے یہ لکھی ہے کہ یہ لفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر محفوظ ہے اور سلیمان تیمی کا یہ وہم ہے چنانچہ اپنے سنن میں لکھتے ہیں:

قوله وانصتوا ليس بمحفوظ لم يجئ به الا سليمان التيمي في هذا الحديث انتهى ۔

اور دار قطنی نے بھی یہی لکھا ہے تخریج زیلعی صـ۲۳۳ جلد ا میں ہے:

قال الدارقطني وقد رواه اصحاب قتادة الحفاظ منهم هشام الدستوائي وسعيد وشعبة وهمام وابو عوانة وابان وعدي بن عمارة فلم يقل احد منهم واذا قرأ فانصتوا واجماعهم يدل على

حافظ ابو علی نیساپوری نے بھی یہی لکھا ہے کتاب القراءۃ صـ۸۹ میں ہے:

واخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال سمعت ابا علي الحسين بن علي الحافظ يقول خالف سليمان التيمي اصحاب قتادة كلهم في هذا الحديث وهو عندي وهم منه المحفوظ عن قتادة حديث هشام الدستوائي وهمام وسعيد بن ابي عروبة ومعمر بن راشد وابي عوانة والحجاج بن الحجاج انتهى

امام بخاری نے بھی یہی تجویز کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور وجہ لکھی ہے وہ یہ کہ اس زیادت واذا قرأ فانصتوا۔ میں نہ سلیمان تیمی نے قتادہ سے سماع بیان کیا ہے اور نہ قتادہ نے یونس بن جبیر سے جزء القراءۃ صـ۲۹ میں ہے:

ولم يذكر سليمان في هذه الزيادة سماعا من قتادة ولا قتادة من يونس بن جبير وروى هشام وسعيد وهمام وابو عوانة وابان بن يزيد وعبيدة عن قتادة ولم يذكروا اذا قرأ فانصتوا ۔ انتهى

حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث کو قتادہ کے تلامذہ حفاظ ہشام دستوائی سعید شعبہ ہمام ابو عوانہ ابان ۔ عدی بن عمارہ ۔ معمر ۔ حجاج بن حجاج ۔ عبیدہ وغیرہم نے قتادہ سے روایت کیا ہے اور ان تلامذہ حفاظ میں سے کسی نے اس حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کو زیادہ نہیں کیا ہے ۔ قتادہ کے صرف ایک تلمیذ سلیمان تیمی نے اس کو زیادہ کیا ہے پس قتادہ کے تمام تلامذہ حفاظ کا اس لفظ کے زیادہ نہ کرنے پر اجماع و اتفاق کرنا بتاتا ہے کہ یہ سلیمان تیمی کا وہم ہے اور یہ لفظ غیر محفوظ ہے ۔ پس ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں اس لفظ کے ضعیف ہونے کی دو وجہیں ہیں ۔ (۱) ایک یہ کہ یہ لفظ غیر محفوظ ہے اور سلیمان تیمی کا یہ وہم ہے (۲) دوسری یہ کہ اس لفظ کے روایت کرنے میں نہ سلیمان تیمی نے قتادہ سے سماع بیان کیا ہے اور نہ قتادہ نے یونس بن جبیر سے ۔ اور سلیمان تیمی اور قتادہ یہ دونوں صاحب مدلس ہیں ۔ قتادہ کا مدلس ہونا تو پہلے جواب میں معلوم ہو چکا ہے اور سلیمان تیمی کی نسبت حافظ ابن حجرؒ طبقات المدلسین میں لکھتے ہیں:

سليمان بن طرخان التيمي تابعي مشهور من صغار تابعي اهل البصرة وكان فاضلا وصفه النسائي بالتدليس انتهى ۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلیمان بن طرخان التیمی البصری القیسی مولاهم الامام احد الاثبات قیل انہ کان یدلس عن الحسن وغیرہ مالم یسمعہ انتہیٰ

علامہ حلبی نے بھی سلیمان تیمی کے مدلس ہونے کی تصریح کتاب التبیین فی اسماء المدلسین میں کی ہے دیکھو ظفر الامانی صفحہ ۲۱۹

علمائے حنفیہ نے ابوداؤد اور دارقطنی وغیرہما کی وجہ مذکور کا یہ جواب دیا ہے کہ سلیمان تیمی اس لفظ کے زیادہ کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے سلیمان تیمی کی متابعت کی ہے سنن دارقطنی میں ہے

حدثنا ابو حامد محمد بن هارون الحضرمی ثنا محمد بن یحیی القطعی ثنا سالم بن نوح ثنا عمر ابن عامر وسعید بن ابی عروبة عن قتادة عن یونس بن جبیر الخ

لیکن علمائے حنفیہ کا یہ جواب قابل اطمینان نہیں کیونکہ اس متابعت کا مدار سالم بن نوح پر ہے اور یہ ضعیف ہیں۔ اور ان کی روایت میں یہ لفظ (واذا قرأ فانصتوا) محفوظ نہیں ہے دارقطنی سالم بن نوح کی اس روایت کو ذکر کرکے لکھتے ہیں سالم بن نوح لیس بالقوی حافظ ذہبی میزان میں سالم ابن نوح کی نسبت لکھتے ہیں۔

قال ابن معین لیس بشئ وقال النسائی لیس بالقوی وقال ابو حاتم لا یحتج به وقال ابن عدی عنه غرائب واحادیث مختلفة انتہیٰ

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔ صدوق له اوهام امام بیہقی کتاب القراءۃ (ص۸۹) میں لکھتے ہیں۔

قال ابو علی واما روایة سالم بن نوح فانه اخطأ علی عمر بن عامر کما اخطأ علی ابن ابی عروبة لان حدیث سعید رواه یحیی بن سعید ویزید بن زریع واسمعیل بن علیه وابن عدی وغیرهم فاذا جاء هؤلاء فسالم بن نوح دونهم

یعنی سالم بن نوح نے عمر بن عامر پر خطا کیا ہے جیسا کہ ابن ابی عروبہ پر وہم کیا ہے کیونکہ سعید ابن ابی عروبہ کی حدیث کو یحیی بن سعید اور یزید بن زریع اور اسمعیل بن علیہ اور ابن عدی وغیرہم نے روایت کیا ہے پس جب یہ لوگ آگئے (اور ان لوگوں نے اپنی روایتوں میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کو زیادہ نہیں کیا ہے) تو ان لوگوں کے مقابلہ میں سالم بن نوح ہیچ ہیں

نیز امام بیہقی کتاب القرءۃ (ص۸۹) میں سعید بن ابی عروبہ کی حدیث کو بسندہ ولفظہ روایت کرکے لکھتے ہیں۔

وکذلك رواه یزید بن زریع واسمعیل بن علیة وعبدة بن سلیمان وابو اسامة وروح بن عبادة القیسی ومروان بن معویة الفزاری وعباد بن العوام وشعیب بن اسحق وعبد الله بن شوذب وعثمن بن مطر کلهم عن سعید عن قتادة دون قوله واذا قرأ فانصتوا رواه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالم بن نوح عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر الامام فکبروا واذا قرأ فانصتوا وھذہ الزیادۃ وھم من سلیمان التیمی ثم من سالم بن نوح انتہی مختصرا۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ سعید بن عامر اور مکی بن ابراہیم نے ابوموسیٰ کی حدیث کو سعید بن ابی عروبہ سے بسلسلہ قتادہ عن یونس بن جبیر عن حطان روایت کیا ہے اور اس میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کو ذکر نہیں کیا ہے۔ اسی طرح یزید بن زریع اور اسمٰعیل بن علیہ اور عبدہ بن سلیمان اور ابواسامہ حماد بن اسامہ اور روح بن عبادہ اور مروان بن معاویہ اور عباد بن العوام اور شعیب بن اسحٰق اور عبداللہ بن شوذب اور عثمان بن مطر نے بھی ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کو سعید بن ابی عروبہ سے بسلسلہ مذکورہ روایت کیا ہے اور ان لوگوں میں سے کسی نے لفظ واذا قرأ فانصتوا کو ذکر نہیں کیا ہے اور سالم بن نوح نے اس حدیث کو عمر ابن عامر اور سعید بن ابی عروبہ سے بسلسلہ مذکورہ روایت کیا ہے اور لفظ واذا قرأ فانصتوا کو زیادہ کیا ہے اور یہ زیادت سلیمان تیمی پھر سالم بن نوح کا وہم ہے۔ پس جب سالم بن نوح ضعیف ہیں اور ان کی روایت میں زیادت واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہیں ہے بلکہ اُن کا وہم ہے تو ان کی متابعت کچھ مفید نہیں ہوسکتی۔

نیموی مرحوم نے سلیمان تیمی کا ایک اور متابع ابوعبیدہ نامی پیش کیا ہے آثار السنن کی تعلیق التعلیق میں لکھتے ہیں۔

ثم ظفرت بصحیح ابی عوانۃ بمنح اللہ تعالیٰ فوجدت فیہ متابعا اٰخر لسلیمان التیمی قال حدثنا سھل بن بحر الجند یسابوری قال حدثنا عبداللہ بن رشید قال ثنا ابوعبیدۃ عن قتادۃ عن یونس الخ

مگر نیموی نے ابوعبیدہ کی تعیین نہیں کی کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے۔ اور سہل بن بحر اور عبداللہ بن رشید کی بھی حالت ظاہر نہیں کی کہ یہ دونوں صاحب کیسے ہیں پس جب تک۔ ان تینوں صاحبوں کی حالت معلوم نہ ہو یہ متابعت کچھ کارآمد نہیں ہوسکتی۔

الحاصل ابوداؤد وغیرہ کی وجہ مذکور کا جو جواب علمائے حنفیہ نے دیا ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ اور امام بخاری نے جو ایک اور وجہ لکھی ہے کہ "اس زیادت میں نہ سلیمان تیمی نے قتادہ سے سماع بیان کیا ہے اور نہ قتادہ نے یونس بن جبیر سے" سو علمائے حنفیہ کی طرف سے قتادہ کی تدلیس کا کوئی جواب دیکھنے میں نہیں آیا اور نہ ان کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب ہے۔ ہاں سلیمان تیمی کے جواب یہ لوگ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متابعت مذکورہ بالا پیش کریں گے مگر اس متابعت کی حقیقت تم کو معلوم ہو چکی ہے۔

ابو ہریرہ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کے ضعیف ہونے کی وجہ ابو حاتم نے یہ لکھی ہے کہ یہ لفظ ابن عجلان کی تخالیط سے ہے امام بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں

اخبرنا ابوبکر بن الحرث انا ابو محمد بن حیان نا ابن ابی حاتم قال سمعت ابی وذکر حدیث ابی خالد الاحمر عن ابن عجلان فقال ابی لیست ھذہ الکلمۃ بمحفوظۃ ھی من تخالیط ابن عجلان

اور ابو داؤد نے اس لفظ کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ ابو خالد کا وہم ہے چنانچہ اپنے سنن میں لکھتے ہیں۔

ھذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد انتھٰی

اور امام بخاری نے بھی جزء القراءۃ میں ابو خالد ہی کا وہم بتایا ہے۔ ابو داؤد وغیرہ کی اس وجہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نسائی اور دارقطنی کی روایت میں محمد بن سعد اشہلی نے ابو خالد کی متابعت کی ہے اور محمد بن سعد اشہلی ثقہ ہیں لیکن ابو حاتم نے جو وجہ بیان کی ہے اس کا کوئی جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور یہاں واضح رہے کہ محمد بن عجلان سیئی الحفظ ہیں اور اس لفظ واذا قرأ فانصتوا کے روایت کرنے میں منفرد ہیں ان کے سوا کوئی اور معتبر راوی اس حدیث میں اس لفظ کو روایت نہیں کرتا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ ابن عجلان کا وہم ہے اور انہیں کی تخالیط سے ہے۔ ابن عجلان کے سیئی الحفظ ہونے کی تصریح ائمہ حدیث نے کی ہے حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں فیہ مقال من قبل حفظہ حافظ ذہبی کاشف میں لکھتے ہیں۔ وثقہ احمد و ابن معین وقال غیرھما سیئی الحفظ اور میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد تکلم المتأخرون من ائمتنا فی سوء حفظہ والثلثۃ المسمون قل ما رواہ عنہ اور ترمذی نے بھی کتاب العلل میں ابن عجلان کے متکلم فیہ من قبل الحفظ ہونے کی تصریح کی ہے۔ الغرض ابن عجلان کے سیئی الحفظ ہونے میں کوئی شبہ نہیں غالباً ابن عجلان کے سوء حفظ ہی کی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کوئی حدیث ان سے احتجاجاً روایت نہیں کی ہے حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں لم یحتج الشیخان بحدیث محمد اور امام احمد وغیرہ نے جو ابن عجلان کی توثیق کی ہے سو اُن کی جلالت اور اُن کے صدق کی وجہ سے کی ہے۔ امام ترمذی کتاب العلل میں لکھتے ہیں۔

وقد تکلم بعض اھل الحدیث فی قوم من اَجِلّۃِ اھل العلم وضعفوھم من قبل	یعنی بعض محدثین نے بعض ایسے لوگوں میں جو اجلہ اہل علم سے ہیں کلام کیا ہے اور من جہۃ الحفظ ان کی تضعیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حفظهم ووثقهم آخرون من الائمة بجلالتهم وصدقهم وانكانوا — کی ہے اور دوسرے ائمہ حدیث نے اُنکے جلالت وصدق کی وجہ سے اُنکی توثیق کی ہے گو اِن لوگوں نے بعض روایتوں میں وہم کیا ہے

پھر امام ترمذی نے ایسے لوگوں کی مثال میں محمد بن عجلان کو بھی ذکر کیا ہے پھر ایسے لوگوں کی نسبت لکھا ہے

فاذا تفرد احد من هؤلاء بحديث ولم يتابع عليه لم يحتج به — یعنی پس جب ایسے لوگوں میں سے کوئی کسی حدیث کے ساتھ متفرد ہو اور اس کا کوئی متابع نہ ہو تو اُس کی وہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔

رہا ابن عجلان کا لفظ واذا قرأ فانصتوا کے ساتھ متفرد ہونا سو واضح ہو کہ ابوہریرہ کی حدیث بہت طرق سے مروی ہے۔ مگر ابن عجلان کے طرق کے سوا کسی طریق میں لفظ واذا قرأ فانصتوا مروی نہیں ہے کتاب القراءۃ صا۹ میں ہے۔

قال ابن خزيمة قال محمد بن يحيى الذهلي رح خبر الليث اصح متنا من رواية ابي خالد يعني عن ابن عجلان ليس في هذه القصة عن النبي صلى الله عليه وسلم واذا قرأ فانصتوا بمحفوظ لان الاخبار متواترة عن ابي هريرة بالاسانيد الصحيحة الثابتة المتصلة بهذه القصة ليس في شئ منها واذا قرأ فانصتوا الاخبر ابي خالد ومن لا يعتد اهل الحديث بروايته ثم رواها ابن خزيمة من حديث محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن ابي هريرة ومن حديث الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة ومن حديث سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة وليس في شئ منها هذه الزيادة وهي في الصحيح من حديث الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة ومن حديث همام ابن منبه وابي علقمة الهاشمي وابي يونس مولى ابي هريرة كلهم عن ابي هريرة ليس في شئ من هذه الروايات واذا قرأ فانصتوا انتهى

الحاصل محمد بن عجلان سئ الحفظ ہیں اور ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کے روایت کرنے میں متفرد ہیں ابوہریرہ کی حدیث بہت طرق صحیحہ سے مروی ہے مگر محمد ابن عجلان کے سوا کسی صحیح طریق میں یہ لفظ واقع نہیں ہے پس ظاہر یہی ہے کہ یہ ابن عجلان کا وہم ہے اور انہیں کی تخالیط سے ہے۔ اور وہاں ابوہریرہ کی حدیث میں اس لفظ واذا قرأ فانصتوا کے غیر محفوظ و نامقبول ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ ابوہریرہ رضہ نماز سری وجہری دونوں میں قرأت فاتحہ خلف امام کا فتوی دیتے تھے جیسا کہ عنقریب تیسرے جواب میں معلوم ہوگا پس جب ابوموسے اشعری رضہ اور ابوہریرہؓ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کی یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالت ہے جو تم معلوم کر چکے تو یہ لفظ کیونکر مقبول و قابل احتجاج ہو سکتا ہے۔

واضح ہو کہ ابوموسیٰ اشعری اور ابوہریرہ کی حدیث مذکور کے متعلق علمائے حنفیہ سے متعدد مسامحات و زلات وقوع میں آئے ہیں جن کا یہاں ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تا لوگ متنبہ ہو جائیں۔

علمائے حنفیہ کے مسامحات

(متعلقہ حدیث واذا قرأ فانصتوا)

(۱) علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں ابن خزیمۃ ایضا صحح حدیث ابن عجلان یعنی ابن خزیمہ نے بھی محمد بن عجلان کی حدیث (واذا قرأ فانصتوا) کو صحیح کہا ہے اور علامہ ممدوح نے اسی طرح پر بنایہ شرح ہدایہ میں بھی لکھا ہے اور بحوالہ عینی امام الکلام آثار السنن خاتمۃ الخطاب الفرقان اسکات المعتدی ظل الغمام وغیرہا کے مصنفین نے بھی ابن خزیمہ کو اس حدیث کے مصححین سے شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی رح کا یہ مسامحہ ہے۔ ابن خزیمہ نے محمد بن عجلان کی حدیث کو صحیح نہیں کہا ہے بلکہ بڑے زور و شور سے اس کو ضعیف بتایا ہے امام بیہقی کتاب القراءت صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں۔

قال ابوبکر محمد بن اسحق بن خزیمۃ هذا خبر ذکر قوله واذا قرأ فانصتوا فیه وهم قد روی اللیث بن سعد وهو عالم اهل مصر و فقیههم احد علماء اهل زمانه غیر مدافع صاحب حفظ واتقان وکتاب صحیح هذا الخبر عن ابن عجلان فذکر الروایۃ التی ذکرها البخاری ولیس فی شئی منها واذا قرأ فانصتوا قال ابن خزیمۃ قال محمد بن یحیی الذهلی رح خبر اللیث اصح متنا من روایۃ ابی خالد یعنی عن ابن عجلان لیس فی هذه القصۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ابن خزیمہ نے کہا کہ ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کا ذکر کرنا وہم ہے لیث بن سعد (جو اہل مصر کے عالم اور فقیہ ہیں اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم ہیں صاحب حفظ واتقان اور صاحب کتاب صحیح ہیں) نے ابوہریرہ کی اس حدیث کو ابن عجلان سے روایت کیا ہے پھر ان روایتوں کو ذکر کیا جن کو بخاری نے ذکر کیا ہے اور اُن میں سے کسی روایت میں واذا قرأ فانصتوا نہیں ہے کہا ابن خزیمہ نے کہ کہا محمد ابن یحیی ذہلی نے کہ لیث بن سعد کی روایت از روئے متن کے ابوخالد کی روایت سے زیادہ صحیح ہے جس کو انہوں نے ابن عجلان سے روایت کیا ہے اس قصہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذا قرأ فانصتوا بمحفوظ الخ | ہیں لفظ واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہیں ہے۔

اور ابن خزیمہ نے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں بھی زیادت واذا قرأ فانصتوا کو ضعیف بتایا ہے کتاب القراءۃ صفحہ ۸۹ میں ہے وھن ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری وابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ رحمہم اللہ ھذہ الزیادۃ فی ھذا الحدیث یعنی بخاری اور ابن خزیمہ نے ابو موسیٰ اشعری کی اس حدیث میں اس زیادت واذا قرأ فانصتوا کو ضعیف کہا ہے اور وہاں ابن خزیمہ نے لفظ واذا قرأ فانصتوا کے غیر محفوظ ثابت کرنے کے لیے ایک فصل منعقد کی ہے۔ امام بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں۔

وذکر محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ رح فصلا فی زیادۃ من زاد فی ھذہ الاخبار واذا قرأ فانصتوا قال لسنا ندفع ان تکون الزیادۃ فی الاخبار مقبولۃ من الحفاظ ولکنا انما نقول اذا تکافأت الرواۃ فی الحفظ والاتقان والمعرفۃ بالاخبار فزاد حافظ متقن عالم بالاخبار فزاد حافظ متقن عالم بالاخبار کلمۃ قبلت زیادتہ لان الاخبار اذا تواترت بنقل اھل العدالۃ والحفظ والاتقان بخبر فزاد راو لیس مثلھم فی الحفظ والاتقان زیادۃ ان تلک الزیادۃ تکون مقبولۃ

یعنی ابن خزیمہ نے زیادت واذا قرأ فانصتوا کے متعلق ایک فصل منعقد کی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم کو اس بات سے انکار نہیں کہ زیادت راوی حافظ کی مقبول ہوتی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ جب کسی حدیث کے رواۃ حفظ اور اتقان اور معرفت بالاخبار میں برابر ہوں اور ایک راوی جو حافظ متقن عالم بالاخبار ہو کوئی لفظ اُس حدیث میں زیادہ روایت کرے تو اُس راوی کی وہ زیادت مقبول ہوگی اور اگر کوئی حدیث ایسے راویوں سے متواتر منقول ہو جو عادل حافظ متقن ہوں اور کسی ایسے راوی نے اُس حدیث میں کوئی لفظ زیادہ روایت کیا جو حفظ و اتقان میں اُن راویوں کے مثل نہیں ہے تو ایسے راوی کی زیادت مقبول نہیں ہوگی۔

دیکھو امام ابن خزیمہ نے کس زور و شور سے ابن عجلان کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا کا ضعیف و نامقبول ہونا ثابت کیا ہے پس علامہ عینی کا بنایہ اور شرح بخاری میں یہ لکھنا کہ ابن خزیمہ نے بھی ابن عجلان کی حدیث واذا قرأ فانصتوا کو صحیح کہا ہے" کیسا صاف مسامحہ ہے ؛

(۲) علامہ ماردینی جوہر النقی صفحہ ۱۵۳ جلد میں لکھتے ہیں۔

نسبۃ ابی داؤد الوھم الیہ رای ابی خالد الاحمر) دون ابن عجلان تدل علی ان ابن عجلان احسن حالا عندہ من ابی خالد وھذا

یعنی ابو داؤد نے ابوہریرہ کی حدیث میں زیادت واذا قرأ فانصتوا کو ابو خالد احمر کا وہم ٹھہرایا ہے نہ ابن عجلان کا سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو داؤد کے نزدیک ابن عجلان کی حالت ابو خالد سے اچھی ہے! اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعجب فان ابن عجلان فیہ کلام وابو خالد ثقۃ بلا شک انتہٰی۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ ابن عجلان میں کلام ہے اور ابو خالد تو بلاشک وشبہ ثقہ ہیں۔

اسی طرح پر علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں جیسے ابن عجلان میں کلام ہے اسی طرح ابو خالد میں بھی کلام ہے۔ اور جس وجہ سے ابن عجلان میں کلام ہے اسی وجہ سے ابو خالد میں بھی ہے یعنی دونوں سئی الحفظ ہیں حافظ ابن حجر ابو خالد احمر کی نسبت مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قال ابن معین صدوق ولیس بحجۃ وقال ابن عدی انما اتی من سوء حفظہ فیغلط ویخطیٔ وقال ابوبکر البزار اتفق اھل العلم بالنقل انہ لم یکن حافظا وانہ روی عن الاعمش وغیرہ احادیث لم یتابع علیہا انتہٰی

اور تقریب میں لکھتے ہیں صدوق یخطیٔ حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عدی فی کاملہ بعد ان ساق احادیث خولف فیہا کما قال یحیی صدوق لیس بحجۃ وانما اتی من سوء حفظہ انتہٰی۔

پس علامہ ماردینی اور عینی کا یہ فرمانا کہ ابن عجلان میں کلام ہے اور ابو خالد بلاشک وشبہ ثقہ ہیں" پھر ابوداؤد جیسے امام فن حدیث پر اعتراض کرنا کس قدر تعجب خیز و حیرت انگیز ہے +

(۳) ابو خالد احمر جو ابوہریرہ کی حدیث (واذا قرأ فانصتوا) کو ابن عجلان سے روایت کرتے ہیں اُن کا نام سلیمان بن حیّان الازدی ہے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۶۹ جلد ۳ میں لکھتے ہیں وابو خالد اسمہ سلیمان بن حیّان بفتح الحاء وتشدید الیاء اخر الحروف اسی طرح تمام کتب رجال میں ابو خالد احمر کا نام سلیمان بن حیان لکھا ہے اور وہ سلیمان تیمی جو ابو موسیٰ اشعری کی حدیث (واذا قرأ فانصتوا) کو قتادہ سے روایت کرتے ہیں وہ سلیمان بن طرخان تیمی ہیں اور اُن کی کنیت ابوالمعتمر ہے تقریب میں ہے۔ سلیمان ابن طرخان التیمی ابوالمعتمر البصری نزل فی التیم فنسب الیہم اسی طرح تمام کتب رجال میں ہے۔

الغرض سلیمان بن حیان جن کی کنیت ابو خالد ہے وہ اور شخص ہیں اور سلیمان تیمی جن کی کنیت ابو المعتمر ہے اور جن کے باپ کا نام طرخان ہے وہ اور شخص ہیں۔ ابو خالد سلیمان بن حیان نے ابوہریرہ کی حدیث کو ابن عجلان سے روایت کیا ہے اور سلیمان تیمی ابو المعتمر نے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب الفرقان کے مصنف کی قابلیت دیکھو آپ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث کے بحث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں "سلیمان تیمی جس کی کنیت ابو خالد الاحمر ہے رجال صحیحین سے ہے" پھر ابو ہریرہ کی حدیث کی بحث میں فرماتے ہیں "اس حدیث میں ابو خالد الاحمر وہی سلیمان تیمی ہے جو گذشتہ حدیث ابی موسی اشعری میں مذکور ہوا" اسی قابلیت و لیاقت پر اس قابل مصنف نے ائمہ حدیث پر وہ زبان درازیاں کی ہیں کہ الامان الحفیظ ٭

(۴) امام بخاری رح نے ابو خالد الاحمر سے کل تین حدیثیں اپنے صحیح میں روایت کی ہیں اور وہ تین حدیثیں بھی ایسی ہیں کہ اُن کے روایت کرنے میں ابو خالد الاحمر متفرد نہیں ہیں اور وہاں ایک حدیث معلق بھی اُن سے روایت کی ہے مقدمہ فتح الباری میں ہے۔

له عند البخاری نحو ثلثة احادیث کلها مما توبع علیه و علق له عن الاعمش حدیثا و احدا فی الصیام انتهی مختصرا

لیکن مولانا رشید احمد صاحب ہدایۃ المعتدی صہ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ "ابو خالد الاحمر کی مدح میں اسی قدر کافی ہے کہ بخاری و مسلم اُس سے بکثرت روایت کرتے ہیں جس کا جی چاہے صحیحین دیکھ لیوے" مولانا ممدوح جیسے ذی علم سے جنہوں نے صحیح بخاری کو نہ معلوم کتنی مرتبہ پڑھا یا ہوگا ایسی بات لکھنا بہت بعید ہے ٭

(۵) امام بخاری نے جزء القرات میں لکھا ہے۔

لم یذکر سلیمان فی هذه الزیادة سماعا من قتادة و لا قتادة من یونس بن جبیر — یعنی زیادت و اذا قرأ فانصتوا میں نہ سلیمان تیمی نے قتادہ سے سماع ذکر کیا ہے اور نہ قتادہ نے یونس بن جبیر سے۔

امام بخاری نے اس وجہ سے یہ لکھا ہے کہ سلیمان تیمی اور قتادہ یہ دونوں مدلس ہیں۔ قتادہ کا مدلس ہونا تو پہلے جواب میں معلوم ہو چکا ہے سلیمان تیمی کی نسبت حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں لکھتے ہیں۔

سلیمان بن طرخان التیمی تابعی مشهور من صغار التابعی اهل البصرة و کان فاضلا وصفه النسائی و غیره بالتدلیس

علامہ حلبی نے بھی کتاب التبیین فی اسماء المدلسین میں سلیمان تیمی کے مدلس ہونے کی تصریح کی ہے دیکھو ظفر الامانی صہ۲۱۹ حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

سلیمان بن طرخان التیمی البصری القیسی مولاهم الامام احد الاثبات قیل انه کان یدلس عن الحسن و غیره مالم یسمعه۔

الغرض سلیمان تیمی اور قتادہ کا مدلس ہونا محدثین کے نزدیک مشہور بات ہے مگر تعجب ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو اس کی خبر نہیں آپ ہدایۃ المعتدی میں لکھتے ہیں "باقتضائے تعصب مذہبی امام بخاری کو ہرگاہ اس فقرہ میں گنجائش طعن نہ ملی تو جزء قراءت میں لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں اس فقرہ کو سلیمان تیمی نے قتادہ سے سُنا ہے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں سخت تعجب ہے کہ سلیمان تیمی نہ مدلس نہ متوہم (الی قولہ) پھر بھی امام بخاری بسبب معنعن ہونے کے سماع سلیمان میں شک فرمادیں معاذ اللہ اگر یہی شک ہے تو صحیح بخاری کی صدہا معنعن روایتوں کا آدمی انکار کرسکتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔"

ناظرین! کس قدر افسوس اور عبرت کا مقام ہے کہ مولانا ممدوح کو سلیمان تیمی کے مدلس ہونے سے بالکل بے خبری ہے۔ پھر اس بے خبری پر سلطان المحدثین امام بخاری کی جناب میں ایسی گستاخی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حنفیہ کی تیسری دلیل کا تیسرا جواب (۳)

اگر فرض کیا جائے کہ ابوموسیٰ اشعری اور ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ واذا قرأ فانصتوا صحیح و محفوظ ہے تو اس تقدیر پر منسوخ ہے اور اس کے منسوخ ہونے کی دو تقریریں ہیں پہلی تقریر یہ ہے کہ ابوہریرہ رضؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں اپنی اس حدیث کے خلاف امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے کما مر اور جب راوی (صحابی) اپنے مروی کے خلاف فتویٰ دے تو عند الحنفیہ اس کی روایت قابل احتجاج نہیں ہوتی ہے بلکہ منسوخ سمجھی جاتی ہے۔ لان عمل الراوی وفتواہ علی خلاف روایتہ عند ھم من امارات النسخ۔ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ راوی کا فتویٰ اپنے مروی کے خلاف اس صورت میں امارات نسخ سے ہے کہ اس کا فتویٰ اس کے مروی کے یقیناً خلاف ہو اور اس کا فتویٰ اس کے مروی سے یقیناً متاخر ہو اور مانحن فیہ میں ابوہریرہ رضؓ کا فتویٰ ان کے مروی کے یقیناً خلاف ہونا و نیز ابوہریرہؓ کے فتویٰ کا ان کے مروی سے یقیناً موخر ہونا ممنوع و غیر مسلم ہے۔" میں کہتا ہوں کہ مانحن فیہ میں یہ دونوں باتیں یقیناً پائی جاتی ہیں۔ ابوہریرہؓ کے فتویٰ کا ان کی روایت کے یقیناً خلاف ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ ان کی روایت بقول حنفیہ یہ کہتی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے پیچھے کچھ نہ پڑھو چپ چاپ رہو۔ اور ان کا فتویٰ یہ کہتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھو اگرچہ امام قرأت بالجہر کرتا ہو اور تم اس کی قرأت سنتے ہو۔ ان دونوں مفہوموں کے باہم متخالف و متعارض ہونے میں کیا کچھ شبہ ہوسکتا ہے؟ اور ابوہریرہؓ کے فتوے کا ان کی روایت سے یقیناً متاخر ہونا بھی ظاہر ہے۔ اس واسطے کہ انہوں نے قرأت فاتحہ خلف امام کا یہ فتویٰ ابوالسائب کو دیا ہے۔ اور یہ ابوالسائب طبقہ ثالثہ سے ہیں یعنی اوساط تابعین سے ہیں پس کیا کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ابوہریرہؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے پہلے ابوالسائب کو قراءت فاتحہ خلف امام کا فتوے دیا پھر بعد اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث واذا قرأ فانصتوا کو سُنا ؟

بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابوہریرہ رضہ کے فتوی اور اُن کی روایت میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ روایت نماز جہری پر محمول کی جائے اور فتوے نماز سری پر" میں کہتا ہوں کہ ابوہریرہ رض کے فتوی کو نماز سری پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ فتوے صحیح مسلم میں بایں لفظ مروی ہے۔ فقیل لابی ھریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرأبھا فی نفسک یعنی ابوہریرہ رض نے جب خداج والی حدیث بیان کی تو اُن سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں (تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھیں یا نہیں) پس ابوہریرہ نے فرمایا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھو۔ یہاں سائل کا سوال اور ابوہریرہ کا جواب دونوں مطلق ہیں کسی میں نماز سری کی قید نہیں ہے پس سوال وجواب دونوں باطلاقہما نماز سری وجہری دونوں کو شامل ہیں۔ اور نماز سری پر محمول کرنے کے لیے کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ نماز سری پر محمول نہ کرنے اور اس کو اپنے اطلاق پر باقی رکھنے کے لیے قرینہ ظاہرہ البتہ موجود ہے اور وہ حدیث قسمت الصلوٰۃ ہے جو نماز سری وجہری دونوں سے متعلق ہے جس کو ابوہریرہ رض نے اپنے فتوے کے بعد بطور تعلیل کے بیان کیا ہے۔ علاوہ بریں روایات ذیل میں ابوہریرہ کا نماز جہری میں امام کے پیچھے بحالت قراءت امام فاتحہ پڑھنے کا فتوے دینا بصراحت ثابت ہے۔

(۱) حافظ ابوعوانہ نے اپنے صحیح میں ابوہریرہ کی حدیث خداج میں اس فتوی کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

نقلت لابی ھریرۃ فانی اسمع قرأۃ الامام فغمزنی بیدہ فقال اقرأ یا فارسی او ابن الفارسی فی نفسک	یعنی ابوالسائب نے ابوہریرہ سے کہا کہ میں امام کی قرأت سنتا ہوں (تو اس حالت میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھوں) پس ابوہریرہ رض نے اپنے ہاتھ سے مجھے دبایا اور فرمایا کہ اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھ

(۲) حافظ حمیدی نے اپنی روایت میں اس فتوی کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

قلت یا اباھریرۃ انی اسمع قرأۃ الامام فقال یا فارسی او ابن الفارسی اقرأھا فی نفسک	یعنی ابوسائب نے کہا اے ابوہریرہ میں امام کی قرأت سنتا ہوں پس ابوہریرہ رض نے فرمایا اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھ۔

(۳) امام بخاری نے جزء القرأۃ صلا میں ایک روایت میں اس فتوی کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

قلت یا اباھریرۃ کیف اصنع اذا کنت مع الامام	یعنی میں نے کہا اے ابوہریرہ کیونکر کروں جبکہ میں امام کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وهو يجهر بالقرأة فقال ويلك يا فارسى اقرأ بها فى نفسك — ہوں اور وہ جہر سے قراءت کر رہا ہو۔ ابو ہریرہ نے فرمایا اے فارسی سورۂ فاتحہ کو آہستہ پڑھ

(۴) امام بیہقی نے کتاب القراءۃ صا۱۸ میں ایک روایت میں اس فتویٰ کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

تلت انى لا استطيع ان اقرأ مع الامام قال اقرأ فى نفسك — یعنی ابو السائب نے کہا میں امام کے ساتھ قرأت نہیں کر سکتا ہوں (یعنی اس کی قرأت بالجہر کی وجہ سے) ابو ہریرہؓ نے کہا سورۂ فاتحہ کو آہستہ پڑھ۔

(۵) امام بیہقی نے اسی کتاب صا۲۲ میں ایک اور روایت میں اس فتویٰ کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

فقلت يا ابا هريرة انى اكون احيانا خلف الامام وانا اسمع قرأته فقال يا ابن الفارسى واقرأها فى نفسك

(۶) امام ممدوح نے اسی کتاب صا۱۹ میں ایک اور روایت میں اس فتوے کو بایں لفظ روایت کیا ہے۔

تلت يا ابا هريرة فكيف اصنع اذا جهر الامام قال اقرأ بها فى نفسك — یعنی میں نے ابو ہریرہ سے کہا جب امام جہر سے قرأت کرے تو میں کیا کروں ابو ہریرہؓ نے فرمایا سورۂ فاتحہ کو آہستہ پڑھ

(۷) جزء القراءۃ صا۲۶ میں ہے۔

عن ابى هريرة قال اذا قرأ الامام بام القران فاقرأ بها واسبقه فانه اذا قال ولا الضلين قالت الملائكة امين۔ — یعنی ابو ہریرہ نے کہا کہ امام جب سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی اس کو پڑھو اور اس سے سبقت کرو اس واسطے کہ جب وہ ولا الضالین کہتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔

ان سات روایتوں میں ابو ہریرہ کا جو فتویٰ مروی ہے وہ نص صریح ہے کہ آپ نماز جہری میں بھی بحالت قرأت امام سورۂ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ پس ابو ہریرہ کے اس فتویٰ کو نماز سری پر محمول کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ فَاَنْصِتُوْا کے منسوخ ہونے کی دوسری تقریر

ابو ہریرہ رضؓ کی حدیث واذا قرأ فانصتوا اور ان کی خداج والی حدیث یہ دونوں باہم متعارض ہیں کیونکہ واذا قرأ فانصتوا سے بقول حنفیہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور خداج والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھنا چاہیئے اور حنفیہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ:-

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذا تعارض الدليلان فان علم منهما المتأخر فهو ناسخ للمتقدم — یعنی جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں اور ان دونوں میں سے کسی کا تأخر ثابت ہو تو دلیل متأخر دلیل متقدم کی ناسخ ہوگی۔

اور ما نحن فیہ میں خداج والی حدیث کا تاخر ثابت ہے۔ اس لیے خداج والی حدیث حدیث واذا قرأ فانصتوا کی ناسخ ہے۔ تاخر کا ثبوت یہ ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ابوہریرہ نے جب خداج والی حدیث ابوالسائب وغیرہ سے بیان کی تو اُس وقت آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوں اور وہ جہر سے قرأت کر رہا ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھو۔ اور یہ ابوالسائب اوساط تابعین سے ہیں پس معلوم ہوا کہ ابوہریرہ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوالسائب وغیرہ سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ابوہریرہ نے اس حدیث خداج کو بیان کر کے اسی کے مطابق قرأت فاتحہ خلف امام کا فتوےٰ دیا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ ابوہریرہ نے خداج والی حدیث کو حدیث واذا قرأ فانصتوا سے پیچھے سُنا ہے۔ کیونکہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خداج والی حدیث کو پہلے سُنے ہوتے اور حدیث واذا قرأ فانصتوا کو پیچھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو حدیث خداج بیان کر کے اُس کے مطابق قرأت فاتحہ خلف امام کا فتوےٰ ہرگز نہ دیتے ؛

تنبیہ

واضح ہو کہ ابوہریرہ رض کی خداج والی حدیث بعمومہ مقتدی کو بھی شامل ہے اور اس کا بیان بہت بسط اور وضاحت کے ساتھ پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ اور علمائے حنفیہ نے جو یہ خیال کیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے اور اس کی توجیہ میں جو تقریریں کی ہیں سب کا مدلل اور مفصل جواب دیکر بتا دیا گیا ہے کہ حنفیہ کا یہ خیال بے بنیاد ہے۔ الفرقان کے مصنف نے اس خیال کی تائید میں ایک نئی تقریر کی ہے یہاں اُس کو نقل کر کے اس کی حقیقت بھی ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے پس بغور سنو۔ الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ "ابوہریرہ کی خداج والی حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے اس واسطے کہ نزول آیت استماع کا مکہ میں ہوا ہے اور خداج والی حدیث مدینہ میں مسموع ہوئی ہے۔ تو یہ حدیث آیت استماع سے لامحالہ موخر ہوئی۔ اور چونکہ آیت استماع سے مقتدی ممنوع القراءت ہو چکا ہے اور خداج والی حدیث کے عموم کی ایک فرد یعنی مقتدی کا خروج پہلے سے معلوم ہو چکا ہے اس لیے یہ خداج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی حدیث اُس فرد خارج یعنی مقتدی کو ہرگز شامل نہ ہوگی اور نہ یہ فرد خارج اس حدیث کے عموم میں مراد شارع ہوگی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو عام ایسا ہو کہ جس کے ورود سے پہلے اس کے ماتحت افراد میں سے کسی فرد کا کوئی حکم حکم عام کے خلاف معین نہ ہوا ہو تب وہ عام جیسا وضعاً عام ہے ارادۃً بھی عام ہوگا ورنہ اگر اُس کے کسی فرد کا کوئی حکم آخر پہلے سے معین ہو چکا ہو تو وہ عام ارادۃً عام نہ ہوگا بلکہ ماسوا اس فرد خاص کے بقیہ جملہ افراد کو شامل ہوگا اور وہی افراد باقیہ اللہ و رسول کی مراد ہوں گے پہلے عام کو متناول للکل کہتے ہیں اور دوسرے کو عام غیر متناول للکل۔" یہ ہے مصنف مذکور کی تقریر کا خلاصہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قاعدہ صحیح ہے تو ہم اسی قاعدہ سے کہتے ہیں کہ آیہ واذا قرئ القرآن میں لفظ فاستمعوا اور انصتوا مقتدی کو شامل نہیں ہے اور عام غیر متناول للکل ہے عدم شمول کی وجہ یہ ہے کہ نزول آیت فاقرء وا ماتیسر من القرآن کا ابتداء اسلام میں ہوا ہے اور اس کے بعد آیت استماع کا نزول ہوا ہے۔ خود الفرقان کے مصنف نے بھی اس کی تصریح کی ہے پس آیت استماع آیہ فاقرء وا سے لامحالہ مؤخر ہوئی اور چونکہ آیت فاقرء وا سے مقتدی مامور بالقرأت ہو چکا ہے اور فاستمعوا اور انصتوا کی ایک فرد یعنی مقتدی کا خروج پہلے سے معلوم ہو چکا ہے اس لیے لفظ فاستمعوا اور انصتوا اُس فرد خارج یعنی مقتدی کو ہرگز شامل نہیں ہوگا۔ اور نہ یہ فرد خارج اس لفظ کے عموم میں مراد شارع ہوگی اور جب لفظ فاستمعوا اور انصتوا مقتدی کو شامل نہ ہوا تو اس سے مقتدی ممنوع القرأت نہیں ہو سکتا اور جب اس سے مقتدی ممنوع القرأت نہ ہوا تو لامحالہ خداج والی حدیث اپنے عموم پر باقی اور مقتدی کو شامل رہی۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ خود الفرقان کے مصنف نے تصریح کی ہے کہ "سری نمازوں میں قرأت مقتدی کا منسوخ ہونا آیت استماع سے ثابت نہیں ہوتا" پس سری نمازوں کے متعلق خداج والی حدیث لامحالہ مقتدی کو شامل ہوئی۔ پس اس مصنف کا مطلقاً یہ کہنا کہ خداج والی حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے خود انہیں کے منہ سے باطل ہوگیا۔ اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت استماع کے گیارہ جواب لکھے گئے ہیں جن سے خوب اچھی طرح پر ظاہر ہوگیا کہ آیت استماع سے مقتدی کا ممنوع القرأت ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا خود اکابر ائمہ حنفیہ کی تصریح سے بھی یہ ثابت کر دیا گیا ہے اور جب اس آیت سے مقتدی ممنوع القرأت نہ ہوا تو لامحالہ خداج والی حدیث اپنے عموم پر باقی اور مقتدی کو شامل رہی ✥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفرقان کے مصنف نے اس خیال کی تائید میں ایک اور تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوہریرہ کی خداج والی حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے کیونکہ ابوہریرہ کے نزدیک اس حدیث میں مقتدی داخل نہیں ہے امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں عائشہ رضہ اور ابوہریرہ رضہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔

عن عاصم عن ذکوان عن عائشۃ وابی ھریرۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ وراء الامام اذا لم یجھر

یعنی حضرت عائشہ اور ابوہریرہ امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم کرتے تھے جب کہ امام جہر سے قرأت نہ کرے۔

اور یہی اثر بیہقی میں اس طرح پر ہے۔

عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ وعائشۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ فی الظھر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب

یعنی حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت عائشہ رضہ ظہر اور عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم کرتے تھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ابوہریرہ رضہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سری وجہری دونوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا فتوے دیتے تھے اور آپ کا یہ فتوے صحیح مسلم صحیح ابوعوانہ اور جزء القراءۃ وغیرہا میں باسانید صحیحہ مروی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اور ابوہریرہ کا یہ فتوی جس کو الفرقان کے مصنف نے سنن کبریٰ اور بیہقی سے نقل کیا ہے سو اس فتوی کا مدار عاصم بن بہدلہ پر ہے اور یہ سیٔ الحفظ تھے حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قال یعقوب بن سفیان فی حدیثہ اضطراب وھو ثقۃ وقال ابوحاتم محلہ الصدق ولیس محلہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن علیۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الا سوء الحفظ انتھٰی

میزان الاعتدال میں ہے۔

قال یحیی القطان ما وجدت رجلا اسمہ عاصم الا وجدتہ ردی الحفظ وقال النسائی لیس بحافظ وقال الدارقطنی فی حفظ عاصم شئ انتھٰی۔

پس ابوہریرہؓ کا یہ فتوی جس کا مدار عاصم بن بہدلہ پر ہے بمقابلہ اُس فتوی کے جو صحیح مسلم وغیرہ میں بسند صحیح متعدد طرق سے مروی ہے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں ابوہریرہ کے اس فتوی کے مفہوم سے نکلتا ہے کہ آپ نماز جہری میں قرأت خلف امام کا حکم نہیں کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ کے اُس فتوی کے منطوق سے ثابت ہے کہ آپ نماز جہری میں قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم کرتے تھے۔ اور جب منطوق اور مفہوم میں تعارض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہوتا ہے تو منطوق مقدم ہوتا ہے کما تقرر فی مقرہ بنا علیہ ابوہریرہ کا وہ فتویٰ اُن کے اس فتویٰ پر مقدم ہوگا اور اُن کا یہ فتویٰ جس کا مدار عاصم بن بہدلہ پر ہے اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اُن کے نزدیک خداج والی حدیث میں مقتدی داخل نہیں ہے +

حنفیہ کی تیسری دلیل کا چوتھا جواب (۴)

حنفیہ کی تیسری دلیل کا تیسرا جواب حنفیہ کے طریق پر تھا۔ اب اس کا جواب محدثین رحمہم اللہ کے طریق پر لکھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ محدثین کا مذہب یہ ہے۔

الجمع بین المتعارضین مقدم علی النسخ ولا یصح ادعاؤہ مع امکان الجمع ولا عبرۃ لمجرد التراخی بل لتعذر الجمع الشافی فان ظہر وجہ یجمع بہ بین المتعارضین یوخذ بہ اعمالا للدلیلین وھو اولی من اھمال احدھما وان ثبت تاخر احدھما فان لم یظہر صیر الی النسخ ان وضح ما یدل علیہ والا یصار الی الترجیح۔

یعنی دو متعارض دلیلوں میں نسخ پر جمع کرنا مقدم ہے اور باوجود امکان جمع کے نسخ کا ادعا صحیح نہیں اور نسخ کے لیے مجرد تراخی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ تراخی کے ساتھ جب جمع و توفیق متعذر ہو تب نسخ کا ادعا صحیح ہوگا پس اگر دو متعارض دلیلوں میں جمع و توفیق کی کوئی صورت ظاہر ہو تو جمع و توفیق ہی کو اختیار کیا جائیگا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو اگرچہ دونوں میں سے ایک کا تاخر ثابت ہو اور اگر جمع و توفیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو نسخ کی طرف رجوع کیا جائے گا بشرطیکہ نسخ کی واضح دلیل پائی جائے ورنہ ترجیح کیطرف رجوع کیا جائیگا۔

حاصل یہ کہ محدثین کے نزدیک دو متعارض دلیلوں میں اول اول جمع کیا جائے گا یعنی تطبیق و توفیق عمل میں لائی جائے گی۔ دونوں دلیلوں میں سے کسی کا تاخر معلوم ہو یا معلوم نہ ہو اور اگر ان دونوں دلیلوں میں جمع و توفیق کی صورت ممکن نہ ہو اور دونوں میں سے کسی کا تاخر معلوم ہو تو نسخ عمل میں لایا جائے گا یعنی دلیل متاخر دلیل متقدم کی ناسخ ٹھہرائی جائے گی۔ اور اگر ان دونوں متعارض دلیلوں میں جمع و توفیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور دونوں میں سے کسی کا تاخر بھی معلوم نہ ہو تو ترجیح عمل میں لائی جائے گی یعنی جس دلیل کو ترجیح ہوگی وہی معمول بہ ٹھہرائی جائے گی اور دوسری متروک۔ اور اگر وجوہات ترجیح ابسط و تفصیل کے ساتھ معلوم کرنا چاہو تو حازمی کی کتاب الاعتبار کا مقدمہ پڑھو۔ دو متعارض دلیلوں کے متعلق یہ ہے مذہب محدثین رح کا۔ مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں محدثین کے اس مذہب کو مقدمہ ابن الصلاح اور کتاب الاعتبار للحازمی وغیرہما سے نقل کر کے

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں۔

وھذا المذھب ھو الذی یمیل الی صحتہ النظر الدقیق ویحکم الفطرۃ السلیمۃ بانہ التحقیق

یعنی محدثین کا یہ مذہب ایسا ہے کہ اسی کی صحت کی طرف نظر دقیق مائل ہوتی ہے اور فطرت سلیمہ اسی مذہب کے محقق ہونے کا حکم لگاتی ہے۔

علامہ طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں۔

اولی الاشیاء اذا روی حدیثان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحتملا الاتفاق واحتملا التضاد ان نحملھما علی الاتفاق لا علی التضاد

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دو حدیثیں مروی ہوں کہ اُن دونوں میں باہم اتفاق کا بھی احتمال ہو اور تضاد کا بھی تو ایسی دو حدیثوں کے متعلق سب سے بہتر بات یہ ہے کہ ہم ایسی دو حدیثوں کو اتفاق پر محمول کریں نہ کہ تضاد پر۔ انتہی ملخصاً

جب تم دو متعارض دلیلوں کے متعلق محدثین کا مذہب معلوم کر چکے تو اب سنو۔ خداج والی حدیث اور حدیث واذا قرأ فانصتوا میں جمع و توفیق کی سورت ممکن ہے مثلاً اس طرح پر کہ حدیث و اذا قرأ فانصتوا کو ماعدا فاتحہ پر محمول کریں پس مقتدی کو بحکم حدیث خداج سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنا چاہیئے اور بحکم حدیث و اذا قرأ فانصتوا فاتحہ کے سوا کچھ اور نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور اس جمع و توفیق پر عبادہ رضؓ کی حدیث لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا یعنی اے مقتدیو کچھ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ کیونکہ جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھا اس کی نماز نہیں، بصراحت دلالت کرتی ہے حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۲۱۵ ج ا میں لکھتے ہیں۔

واستدل من اسقطھا عنہ فی الجھریۃ کالمالکیۃ بحدیث واذا قرأ فانصتوا وھو حدیث صحیح اخرجہ مسلم من حدیث ابی موسی الاشعری ولا دلالۃ فیہ لامکان الجمع بین الامرین فینصت فیما عدا الفاتحۃ او ینصت اذا قرء الامام ویقرأ اذا سکت انتہی۔

یعنی جن لوگوں نے قرأت فاتحہ خلف امام کو نماز جہری میں مقتدی سے ساقط کیا ہے جیسے مالکیہ اُن لوگوں نے حدیث واذا قرأ فانصتوا سے استدلال کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے مسلم نے اس کو ابو موسٰے اشعری سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قرأت فاتحہ خلف امام کے ساقط ہونے پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ دونوں امروں میں جمع ممکن ہے اس طور پر کہ مقتدی ماعدا فاتحہ میں چپ رہے یا امام کی قرأت کے وقت چپ رہے اور امام کے سکوت کے وقت قرأت کرے۔

علامہ شیخ سلام اللہ حنفی محلی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔

واستدل من اسقطھا فی الجھریۃ کمالک بقولہ تعالی واذا قری القرآن فاستمعوا لہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وانصتوا وبقوله صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ الامام فانصتوا وقد اجیب عنہ بحمل الانصات فیما عدا الفاتحۃ انتھی۔

اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ امام بخاری جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں۔

ولو صح لکان یحتمل سوے الفاتحۃ وان قرأ فیما یسکت الامام

یعنی حدیث واذا قرأ فانصتوا اگر صحیح ہو تو اس ماسواء فاتحہ کا احتمال ہے و نیز یہ کہ امام کے سکتات میں پڑھے۔

ہاں واضح رہے کہ ابو ہریرہ رضؓ جو حدیث خداج اور حدیث واذا قرأ فانصتوا کے راوی ہیں کے نزدیک حدیث واذا قرأ فانصتوا منسوخ نہیں ہے تو انہوں نے بھی ان دونوں حدیثوں میں جمع و توفیق کی یہی صورت اختیار کی ہے۔ جیسا کہ اُن کا فتویٰ اس پر دلالت کرتا ہے و نیز واضح رہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ ان دونوں حدیثوں میں جمع و توفیق کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے اور نہ ان میں کسی کا تاخر ثابت ہے تو اس تقدیر پر عند المحدثین حدیث خداج کو ترجیح ہوگی کیونکہ حدیث خداج باتفاق جمیع حفاظ و نقاد حدیث صحیح ہے اور حدیث واذا قرأ فانصتوا کی صحت میں اختلاف ہے اکثر حفاظ کے نزدیک یہ حدیث صحیح و قابل احتجاج نہیں ہے۔

حنفیہ کی چوتھی دلیل

عن ابن شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی منکم احد انفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القراٰن فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ مالک وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

یعنی ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے جہر سے قرأت کی تھی پس آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت کی ہے۔ تو ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں نے قرأت کی ہے پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کہتا ہوں کیا ہے مجھ کو کہ میں منازعت کیا جاتا ہوں قرآن میں پس جب لوگوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو باز آگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنے سے اُن نمازوں میں جن میں آپ جہر سے قرأت کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مالکؒ، ابو داؤد و ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریر استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قرأت خلف امام پر انکار فرمایا ہے اور آپ کے انکار فرمانے کی وجہ سے تمام صحابہ رض قرأت خلف امام سے باز آ گئے۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے قرأت خلف امام منسوخ و ممنوع ہو گئی حنفیہ کی اس چوتھی دلیل کے کئی جواب ہیں +

پہلا جواب

قبل اس کے کہ پہلے جواب کی تقریر کی جائے یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اس حدیث میں مالی انازع القرآن تک حدیث مرفوع ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور فانتہی الناس سے آخر تک حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ زہری تابعی کا قول ہے۔ زہری کی عادت تھی کہ اپنا قول حدیث مرفوع میں ملا دیا کرتے تھے امام طحاوی لکھتے ہیں۔

انہ ای الزہری کان یخلط کلامہ بالحدیث	یعنی زہری اپنے کلام کو حدیث نبوی کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔
ولذلک قال لہ موسی بن عقبۃ افصل کلام	اسی وجہ سے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے کہا کہ آپ اپنے کلام کو
رسول اللہ من کلامک کذا فی المعتصر ص۱۲۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے جدا اور الگ کیا کریں۔

زہری نے اپنی عادت کے مطابق ابوہریرہ رض کی اس حدیث میں بھی اپنے کلام فانتہی الناس الخ کو حدیث نبوی کے ساتھ ملا دیا ہے امام بخاری جزء القراءۃ ص۱۳ میں لکھتے ہیں۔

وقولہ فانتہی الناس من کلام الزہری وقد بینہ لی الحسن بن الصباح قال ثنا مبشر عن الاوزاعی قال الزہری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرؤن فیما جہر وقال مالک قال ربیعۃ اذا حدثت فبین کلامک من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔

بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں۔

قولہ فانتہی الناس من القراءۃ من قول الزہری قال محمد بن یحیی الذہلی صاحب الزہریات ومحمد بن اسمعیل البخاری وابوداؤد واستدلوا علی ذلک بروایۃ الاوزاعی حین میزہ من الحدیث وجعلہ من قول الزہری وکیف یصح ذلک عن ابی ہریرۃ وابوہریرۃ یامر بالقرأۃ خلف الامام فیما جہر بہ وفیما خافت انتہی۔

اور کتاب القرأت میں لکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایۃ ابن عیینۃ عن معمر دالۃ علی کونہ من قول الزھری وکذلک انتھاء اللیث بن سعد وھو من الحفاظ الاثبات الفقہاء مع ابن جریج بروایۃ الحدیث من الزھری الی قولہ مالی انازع القراٰن دلیل علی ان مابعدہ لیس فی الحدیث وانہ من قول الزھری ففصل کلام الزھری من الحدیث بفصل ظاھر انتھی

حافظ ابن حجر تلخیص الجبیر ص۸۷ میں لکھتے ہیں۔

وقولہ فانتھی الناس الی اٰخرہ مدرج فی الخبر من کلام الزھری بینہ الخطیب اتفق علیہ البخاری فی التاریخ وابوداؤد ویعقوب بن سفیان والذھلی والخطابی وغیرھم انتھی ملا علی قاری جمام قال فانتھی الناس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ای ابوھریرۃ قالہ ابن مالک لکن نقل میرک عن ابن الملقن ان قولہ فانتھی الناس ھو من کلام الزھری قالہ البخاری والذھلی وابن فارس وابوداؤد وابن حبان والخطابی وغیرھم انتھی

نیموی مرحوم اٰثار السنن کی تعلیق میں لکھتے ہیں۔

قلت ان جمعا من الحفاظ قد اتفقوا علی ان ھذہ الزیادۃ مدرجۃ من کلام الزھری قال البخاری فی جزءہ وقولہ فانتھی الناس من کلام الزھری وقال ابوداؤد سمعت محمد بن یحیی بن فارس قال قولہ فانتھی من کلام الزھری وقال الترمذی وروی بعض اصحاب الزھری وذکروا ھذا الحرف قال قال الزھری فانتھی الناس عن القراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی

ان تمام عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حفاظ حدیث امام بخاری اور امام ذہلی اور ابوداؤد اور ابن حبان اور خطیب اور یعقوب ابن سفیان اور خطابی اور بیہقی وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ جملہ فانتھی الناس مدرج ہے اور یہ زہری کا قول ہے۔ زہری نے اپنے اس قول کو حدیث مرفوع کے ساتھ ملا دیا ہے۔ ان حفاظ نے اس جملہ کے مدرج وقول زہری ہونے پر اوزاعی کی روایت سے استدلال کیا ہے اس واسطے کہ اوزاعی نے اپنی روایت میں اس جملہ کو حدیث مرفوع سے علیحدہ کرکے روایت کیا ہے اور اس جملہ کو زہری کا قول ٹھہرایا ہے یعنی اوزاعی نے اپنی روایت میں مالی انازع القراٰن کے بعد یوں کہا ہے قال الزھری فانتھی الناس جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جملہ زہری کا قول ہے۔ ونیز زہری کے بعض حفاظ تلامذہ لیث بن سعد اور ابن جریج وغیرہما نے اس حدیث کو زہری سے مالی انازع القراٰن ہی تک روایت کیا ہے اور جملہ فانتھی الناس کو ذکر نہیں کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جملہ مدرج ہے اور زہری کا قول ہے۔

الغرض مالی انازع القرآن تک حدیث مرفوع ہے اور فانتھی الناس سے آخر تک زہری تابعی کا قول ہے۔ پس اب سنو کہ حنفیہ کا استدلال قول زہری سے ہے یا حدیث مرفوع سے۔ اگر قول زہری سے ہے تو یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ قول تابعی حجت نہیں۔ علاوہ اس کے اگر اس قول کا یہ مطلب ہے کہ تمام صحابہ رضؓ قول نبوی مالی انازع القرآن سن کر امام کے پیچھے قراءت کرنے سے باز آ گئے جیسا کہ مولانا رشید احمد صاحب ہدایۃ المعتدی صـ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ "تمام صحابہ کرام اس کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن سے ممانعت قراءت خلف امام نماز جہریہ میں سمجھ گئے اور سب صحابہ نے مطلق قراءت فاتحہ یا غیر فاتحہ خلف الامام نماز جہریہ میں بسبب ممنوع ہونے کے چھوڑ دی اور اس فہم ممانعت میں ابوہریرہ بھی شریک ہیں یہ کوئی عاقل نہ کہے گا کہ سب صحابہ نے چھوڑ دیا تھا مگر حضرت ابوہریرہ نے نہ چھوڑا تھا" پھر صـ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ "عموم فانتھی الناس عبداللہ بن عمرو کو بھی متناول ہے کیونکہ وہ بھی صحابی تھے" تو زہری کا یہ قول بلاشبہ غیر صحیح اور واقع کے خلاف ہے۔ کیونکہ قراءت خلف امام کے متعلق صحابہ رضؓ کے درمیان اختلاف تھا۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب خود فرماتے ہیں کہ "بعض صحابہؓ کے نزدیک قراءت فاتحہ خلف امام مطلقاً نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے۔ اور بعض کے نزدیک ما زاد علی الفاتحہ مطلقاً سریہ نماز ہو یا جہریہ ممنوع ہے مگر فاتحہ سب صلوات میں مباح یا مندوب ہے۔" پس اگر تمام صحابہ قراءت خلف امام سے باز آ گئے ہوتے تو پھر صحابہ رضؓ کے اندر یہ اختلاف کیوں ہوتا۔ اور اگر اس قول فانتھی الناس کا یہ مطلب ہے کہ صرف وہی صحابہ قراءت خلف امام سے باز آئے جو اس نماز میں شریک تھے تو اس تقدیر پر بھی یہ قول واقع کے خلاف ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضؓ بھی اس نماز میں شریک تھے۔ مگر آپ قراءت خلف امام سے باز نہیں آئے بلکہ آپ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سری وجہری دونوں میں قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیتے تھے۔ دیکھو حنفیہ کی تیسری دلیل کا تیسرا جواب۔ پس جب زہری کا قول فانتھی الناس واقع کے خلاف ہے اور واقع اس کی تکذیب کرتا ہے تو اس قول سے حنفیہ کا استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ زہری کا یہ قول فی نفسہ صحیح ہے اور اس کا حجت ہونا بھی تسلیم کر لیں تو بھی اس قول سے حنفیہ کا یہ دعوےٰ کہ "قراءت خلف امام مطلقاً ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری ممنوع ہے" ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ زہری کے اس قول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حنفیہ کا یہ دعویٰ باطل ہوتا ہے کیونکہ اس قول میں فیما جہر کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سری نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۵۲۴ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔

فانتھی الناس عن القرأۃ فیما جہر بالقرأۃ مفہومہ انھم کانوا یسرون بالقراءۃ فیما کان یخفی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔ بلکہ بعض روایات میں اس کی تصریح آ گئی ہے۔ جزء القراءۃ میں ہے صفحہ ۱۳ میں ہے۔

حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال ثنا عبد اللہ بن محمد قال ثنا اللیث قال ثنی یونس عن ابن شہاب سمعت ابن اکیمۃ اللیثی یحدث سعید بن المسیب یقول سمعت ابا ھریرۃ رض یقول صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ ولا اعلم الا انہ قال صلوۃ الفجر فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل علی الناس فقال ھل قرأ معی احد منکم قلنا نعم قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القراءۃ فیما جہر فیہ الامام وقرؤا فی انفسھم سرا فیما لا یجھر فیہ الامام۔

دیکھو اس روایت میں وقرؤا فی انفسھم سرا فیما لا یجھر فیہ الامام سے حنفیہ کے دعویٰ کا بطلان صاف ظاہر ہے اگر کوئی کہے کہ جملہ فانتھی الناس الخ زہری کا اپنا قول نہیں ہے کیونکہ یہ اُس واقعہ کے وقت موجود نہ تھے بلکہ درحقیقت کسی صحابی کا قول ہے جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی انازع القرآن فرمایا تھا اور صحابہ کا جہری نمازوں میں قرأت خلف امام سے باز آنا اور سری نمازوں میں سراً قرأت خلف امام کرنا مشاہدہ کیا تھا پس زہری نے انہیں صحابی سے سُن کر اس قول کو بیان کیا ہے۔ اور چونکہ صحابی رض کا اس قسم کا قول کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت کے زمانہ میں فلاں کام سے باز رہتے تھے یا فلاں کام کرتے تھے حکماً مرفوع ہوتا ہے اس لیے زہری کا قول فانتھی الناس الخ روایت مرفوعہ کے حکم میں ہے۔ غایت مافی الباب زہری کی یہ روایت مرسل ہوگی کیونکہ انہوں نے اُس صحابی کا ذکر نہیں کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ زہری کا یہ قول فانتھی الناس الخ مرفوع روایت کے حکم میں ہے لیکن چونکہ زہری کی یہ روایت مرسل ہے اس لیے قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ زہری کی مرسل روایتیں بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہوتی ہیں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۹۸ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔

قال قدامۃ السرخسی قال یحیی بن سعید ‏ ‏ ‏ یحیی بن سعید نے کہا کہ زہری کی مرسل روایت دوسرے لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرسل الزھری شر من مرسل غیرہ لانہ حافظ وکلما قدر ان یسمی سمی وانما یترك من لا یستجیز ان یسمیہ انتھی

کی مرسل روایتوں سے شر ہے اس واسطے کہ زہری حافظ ہیں جب تک نام ظاہر کر سکتے تھے نام ظاہر کر دیتے اور جس کا نام ظاہر کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے اُسی کا نام ظاہر نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن ابی حاتم کتاب المراسیل ص۲ میں لکھتے ہیں۔

حدثنا احمد بن سنان قال کان یحیی بن سعید القطان لا یری ارسال الزھری وقتادۃ شیئا ویقول ھو بمنزلۃ الریح انتھی

یعنی احمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا کہ یحیی بن سعید القطان زہری اور قتادہ کی مرسل روایتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ بمنزلہ ہوا کے ہیں۔

علامہ سیوطی تدریب الراوی ص۶ میں لکھتے ہیں۔

مراسیل الزھری قال ابن معین ویحیی بن سعید القطان لیس بشیء وکذا قال الشافعی قال لانا نجدہ یروی عن سلیمان بن الارقم وروی البیھقی عن یحیی بن سعید قال مرسل الزھری شر من مرسل غیرہ لانہ حافظ کلما قدر ان یسمی سمی انما یترك من لا یستجب ان یسمیہ انتھی۔

یعنی یحیی بن معین اور یحیی بن سعید قطان نے کہا کہ زہری کی مرسل روایتیں کوئی چیز نہیں اور اسی طرح شافعی نے کہا ہے اور شافعی نے کہا اس لیے کہ ہم زہری کو سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پاتے ہیں اور بیہقی نے یحیی بن سعید قطان سے روایت کیا کہ زہری کی مرسل روایت غیر کی مرسل روایت سے شر ہے اس لیے کہ وہ حافظ ہیں جہاں تک نام بیان کر سکے بیان کیا اور نام نہیں بیان کیا تو اُسی کا جس کا نام بیان کرنا

تنبیہ

علمائے حنفیہ نے زہری کے اس قول فانتھی الناس الخ کے قابل احتجاج بنانے کیلئے عجیب عجیب تقریریں کی ہیں جن کو پڑھ کر ایک تعجب ہوتا ہے۔ اُن تقریروں کو یہاں نقل کر کے ان کی حقیقت ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۱) الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ جیسے بخاری کے تراجم الابواب میں بہت سے آثار بلا سند مروی ہیں اور معتبر ہیں تو یہ اثر زہری (فانتھی الناس الخ) کیوں معتبر نہ ہو گا زہری کی جلالت شان اور ضبط و اتقان اظھر من الشمس ہے۔ دیکھو اس مصنف کو ابھی تک اتنا معلوم نہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں التزام کر لیا ہے کہ تراجم ابواب میں جتنے آثار بے سند یعنی تعلیقات بصیغہ جزم لائیں گے وہ صحیح ہوں گے یہی وجہ ہے کہ تعلیقات بخاری بصیغہ جزم معتبر ہیں۔ اب اس فاضل مصنف سے کوئی پوچھے کہ کیا زہری نے بھی یہ التزام کر رکھا ہے کہ وہ جتنے آثار بلا سند روایت کریں گے وہ ضرور صحیح ہوں گے۔ پھر مصنف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورالصدر سے اُس سند میں زہری داخل ہو اُس کو محدثین سلسلۃ الذہب کہتے ہیں اور صحیح بخاری کا تفوق اور کتب پر ایسے ہی معتبر رواۃ کی وجہ سے ہے تو جب بخاری کے آثار بلا سند معتبر ہیں تو اُس کے رواۃ کے آثار کیوں معتبر نہ ہوں گے"۔ پہلے تو مصنف نے زہری کے اس اثر (فانتہی الناس الخ) کو امام بخاری کی تعلیقات پر قیاس کر کے معتبر بنایا تھا اب تو اُس نے بخاری کے تمام رواۃ کے آثار بلا سند کو معتبر بنا دیا۔ گو وہ کسی کتاب میں ہوں۔ یہ ہے الفرقان کے مصنف کی قابلیت۔ ہاں اس مصنف نے جو یہ لکھا کہ "جس سند میں زہری داخل ہو اس کو محدثین سلسلۃ الذہب کہتے ہیں" سو اس سے پوچھنا چاہیئے کہ اس اطلاق کے ساتھ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ زہری کی سند سے جتنی احادیث و آثار مروی ہوں وہ کل معتبر و صحیح ہوں حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور کیونکر کوئی اس کا قائل ہو سکتا ہے جس سند میں زہری ہوں اور اس میں کوئی راوی ضعیف ہو یا اُس میں اتصال نہ ہو یا اُس میں کوئی اور علت قادحہ موجود ہو تو کیا اُس میں مجرد زہری کے داخل ہونے سے وہ سند سلسلۃ الذہب یعنی نہایت صحیح و معتبر ہو جاوے گی۔ تعجب ہے کہ اگر واقفیت نہیں تھی تو کیا اتنی موٹی بات سمجھ میں نہیں آسکتی؟۔ ناظرین محدثین نے زہری کی بعض خاص سند کو اصح الاسانید اور سلسلۃ الذہب کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ نے فرمایا ہے۔ اصح الاسانید ما رواہ الزہری عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے۔

اصح الاسانید ما رواہ الزہری عن زین العابدین وھو علی بن الحسین عن ابیہ الحسین عن جدہ علی بن ابی طالب۔

مگر الفرقان کے مصنف کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اس نے عام طور پر سمجھ لیا کہ جس سند میں زہری داخل ہوں وہ اصح الاسانید و سلسلۃ الذہب ہے۔ نعوذ باللہ من الجھل وسوء الفھم۔

(۲) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہدایۃ المعتدی ص۱۵ میں لکھتے ہیں "چونکہ زہری عادل صادق ضابط ثقہ مقبول تمام علماء کا ہے۔ اُس کا یہ قول ہرگز ہرگز کاذب نہیں بلکہ صحیح ہے اور صادق مطابق واقع کے ہے۔ خواہ حضرت ابوہریرہ سے سنا ہو خواہ کسی دوسرے ثقہ عادل سے۔ بہرحال اس سے یہ امر ثابت اور محقق ہو گیا کہ تمام صحابہ کرام اس کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلق قراءت فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ خلف الامام بسبب ممنوع ہونے کے چھوڑ دی"۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر ہے کہ زہری نے اپنے اس قول (فانتہی الناس الخ) کی سند نہیں بیان کی ہے پس معلوم نہیں کہ وہ ثقہ تھا یا غیر ثقہ۔ پس مولانا ممدوح کا زہری کے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قول کو بہر حال صحیح اور صادق مطابق واقع کے بتانا کس قدر تعجب خیز و حیرت انگیز ہے۔ اور اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہاں تو مولانا نے بڑے زور شور سے زہری کے قول کو صادق مطابق واقع ٹھہرایا ہے اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام نے مطلق قرأت خلف امام چھوڑ دی مگر خود مولانا صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ بعض صحابہ کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقاً خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے اور بعض کے نزدیک مازاد فاتحہ مطلقاً سریہ نماز ہو خواہ جہریہ ممنوع ہے۔ مگر فاتحہ سب صلوٰۃ میں سریہ ہو یا جہریہ مباح یا مندوب ہے۔ اور یہی مذہب حضرت عبادہ رضہ کا تھا۔

تو یہاں مولانا نے خود اپنی زبان سے ایسی بات کہہ دی جس سے ثابت ہو گیا کہ زہری کا قول (فانتھی الناس الخ) صحیح نہیں ہے بلکہ کاذب اور خلاف واقع ہے۔

(۳) مولانا عبدالحی صاحب امام الکلام صفحہ ۱۲۰ میں لکھتے ہیں۔

ھذا الکلام سواء کان من قول ابی ھریرۃ او من کلام الزھری اوغیرھما یدل قطعا علی ان الصحابۃ ترکوا القراءۃ خلف الامام خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجھر فیہ وھذا کاف للاستناد بہ انتھی	یعنی جملہ فانتھی الناس ابو ہریرہ کا قول ہو یا زہری کا قول ہو یا کسی اور کا اس بات پر قطعاً دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضہ نے نماز جہری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت ترک کر دیا اور یہ استناد و استدلال کے لیے کافی ہے۔"

تعجب ہے کہ مولانا جیسے ذی علم سے بھی یہاں مسامحہ ہو گیا۔ مولانا نے اتنا بھی خیال نہیں فرمایا کہ زہری اس واقعہ کے وقت موجود تو تھے نہیں پس لامحالہ اس قول کو کسی صحابی سے روایت کیا ہوگا اور اُس صحابی سے روایت کرنے میں دو احتمال ہیں۔ یا تو بلا کسی واسطہ کے روایت کیا ہوگا یا بواسطہ کسی تابعی کے اور ظاہر ہے کہ تابعی ثقہ بھی ہوتے ہیں اور غیر ثقہ بھی۔ پس زہری کا یہ قول استناد و استدلال کے لیے کیونکر کافی ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں زہری نے جب اس قول کی سند نہیں بیان کی تو یہ روایت مرسل ہوئی۔ اور زہری کی مرسل روایتوں کی حقیقت اوپر معلوم ہو چکی ہے پس کیا زہری کا یہ قول مجرد اس بات پر قطعاً دلالت کرنے سے کہ صحابہ نے نماز جہری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا" استناد و احتجاج کے لیے کافی ہو جائے گا اور اس قول کی سند کی صحت و ضعف کا کچھ خیال نہیں کیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ دیکھو خود مولانا ممدوح نے سند موقی کے قول "ان عشرۃ من الصحابۃ کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الامام اشد النھی منھم الخلفاء الاربعۃ کو غیر معتبر و ناقابل استناد ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قول قطعاً اس بات پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلالت کرتا ہے کہ دس صحابہ قراءت خلف امام سے سخت منع کرتے تھے لیکن باوجود اس کے مولانا نے اس قول کو ناقابل استناد ٹھہرایا ہے۔ بایں وجہ اس لیے کہ اس قول کی سند صحیح نہیں ہے۔ الحاصل زہری کا قول (فانتھی الناس الخ) کسی طرح قابل استناد و لائق استدلال نہیں ہے اور علمائے حنفیہ نے اس کے قابل احتجاج بنانے کے لیے جتنی تقریریں کی ہیں وہ سب ناقابل التفات ہیں بناء علیہ قراءت خلف امام کی منسوخیت و ممنوعیت پر اس قول سے استدلال صحیح نہیں ہے +

اور اگر حنفیہ کا استدلال حدیث مرفوع مالی انازع القرآن سے ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث مرفوع سے امام کے پیچھے قراءت بالسر کی ممانعت نہیں نکلتی ہے بلکہ اس سے قراءت بالجہر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں منازعت فی القرآن پر انکار فرمایا ہے اور اسی سے ممانعت کی ہے۔ اور منازعت فی القرآن جبھی ہوگی کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت بالجہر کریں کہ اُن کی قراءت کی آواز امام کے کان میں پہنچ کر اس کی قراءت میں خلل انداز و موجب تشویش و تثقیل ہو اور جب مقتدی امام کے پیچھے قراءت بالسر کریں گے تو اُن کی قراءت کی آواز امام کے کان میں پہنچے ہی گی نہیں پھر منازعت کیونکر ہوگی۔

الغرض حدیث مالی انازع القرآن سے امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے امام کے پیچھے قراءت بالجہر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اس کو موجبین قراءت خلف امام بھی ممنوع و ناجائز کہتے ہیں پس اس حدیث مرفوع سے حنفیہ کا استدلال ساقط ہے علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

والمعنی فی حدیثہ لا تجھروا اذا جھرت فان ذلک تجاذب وتخالج اقرؤا فی انفسکم بینہ حدیث عبادۃ وافتی الفاروق براوی ابی ھریرۃ الراوی الحدیثین فلوفھم المعنی جملۃ من قولہ لما افتی بخلافہ انتھی۔	یعنی ابوہریرہؓ کی حدیث مالی انازع القرآن کا مطلب یہ ہے کہ جب میں جہر سے قراءت کروں تو تم لوگ جہر سے قراءت نہ کرو کیونکہ یہ کشاکشی اور منازعت ہے تم لوگ آہستہ قراءت کرو اس مطلب کو عبادۃؓ کی حدیث نے بیان کر دیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے ابوہریرہؓ کی رائے کیموافق فتوی دیا ہے جو دونوں حدیث کے راوی ہیں پس اگر وہ قول نبوی مالی انازع القرآن سے قراءت خلف امام کی مطلقاً ممانعت سمجھتے تو اس قول کے

حاشیہ: خلاف فتوی نہ دیتے

حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں۔ ولا تکون المنازعۃ الا فیما جھر الماموم وراء الامام یعنی منازعت نہیں ہوتی ہے مگر اُسی صورت میں کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت بالجہر کریں۔ مجمع البحار میں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ومنہ مالی انازع القرآن ای اجاذب فی قراءتہ کانہم جہروا بالقراءۃ خلفہ فشغلوہ طینازعنی القرآن ای لایتاتی لی وکانی اجاذبہ فیعصی ویثقل علی لکثرۃ اصوات الماموسین۔

امام خطابی معالم السنن میں لکھتے ہیں۔ معناہ اداخل فی القراءۃ واغالب علیہا علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔ استدل بہ القائلون بانہ لایقرأ المؤتم خلف الامام فی الجہریۃ وھوخارج عن محل النزاع لان الکلام فی قراءۃ الامام سرا والمنازعۃ انما تکون مع جہر الموتم لامع اسرارہ انتہی غیث الغمام صنہ۱۳ میں ہے غایۃ مافیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مالی انازع القرآن فہوان دل علی النہی فانما یدل علی نہی القراءۃ المفضیۃ الی المنازعۃ فی الجہریۃ انتہی۔

الحاصل ابوہریرہ کی حدیث مرفوع مالی انازع القرآن سے امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرنیکی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے ہاں اس سے امام کے پیچھے باآواز بلند قراءت کرنے کی ممانعت البتہ ثابت ہوتی ہے ہاں اس سے امام کے پیچھے باآواز بلند قراءت کرنے کی ممانعت البتہ ثابت ہوتی ہے اور اس کے ممنوع وناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ❖

تنبیہ

علمائے حنفیہ نے جب دیکھا کہ حدیث مالی انازع القرآن سے اُسی قراءت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جس سے امام کے ساتھ منازعت فی القرآن ہو اور قراءت بالسر سے تو امام کے ساتھ منازعت فی القرآن ہوتی نہیں تو اس امر کے پیچھے پڑے کہ لاؤ کسی صورت سے قراءت بالسر سے بھی منازعت فی القرآن کا ہونا ثابت کیا جائے پس اس مطلوب کے اثبات میں جو جو تقریریں کی گئی ہیں اُن کو نقل کر کے ان کی حقیقت ظاہر کی جاتی ہے۔

(۱) اسکات المعتدی کا مصنف لکھتا ہے کہ ابوالولید باجی نے کہا کہ منازعت کے معنی یہ ہیں کہ مقتدی امام کو تنہا نہ پڑھنے دیں بلکہ اس کے ساتھ آپ بھی پڑھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سری میں بھی منازعت ہوتی ہے جبکہ امام آہستہ قراءت کرے اور مقتدی بھی اُس کے پیچھے قراءت کریں اگرچہ آہستہ ہی سہی۔ اور شاید تم یہ کہو کہ اگر اس حدیث سے نماز سری میں ممانعت نکلتی تو صحابہ رضی نماز سری میں بھی ضرور قراءت ترک کر دیتے تو ہم کہیں گے کہ حدیث مذکور (یعنی فانتہی الناس الخ) سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے نماز جہری میں قرأت کو ترک کر دیا رہی نماز سری سو وہ مسکوت عنہ ہے "انتہی مترجماً۔ الفرقان کے مصنف نے بھی عنوان بدل کر منازعت کے یہی معنے لکھے ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ مقتدی کی سری قرأت سے بھی منازعت امام ہوتی ہے۔ طرفین سے ایک شے کی بابت کھینچ تان ہو اس کو منازعت کہیں گے پھر شارع سے کسی کو منازعت کی ممانعت ہو تو سمجھو کہ شے متنازعہ فیہ میں اُس کا حق نہیں جیسے حدیث عبادہ میں ہے وعلی ان لاننازع الامر اھلہ یعنی ہم نے اس پر بھی بیعت کی حکام وقت سے حکومت چھیننے میں ساعی نہ ہوں سو جیسے یہاں خلافت حق خلیفہ ہے اُس میں غیر کو دست اندازی کرنا ممنوع ہے۔ ایسے ہی حدیث مالی انازع القرآن میں قرأت حق امام ہے سو مقتدی کو حق امام میں منازعت کرنا بھی اس وقت سے منسوخ ہوا" انتہے ملخصاً۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث مالی انازع القرآن میں منازعت کے یہ معنے بیان کرنا محض غلط و باطل ہے۔ جن لوگوں نے اس حدیث میں منازعت کے یہ معنے بیان کئے ہیں وہ جزء القراءۃ کی اس روایت سے بالکل بے خبر ہیں جس میں یہ لفظ واقع ہے۔

فانتھی الناس عن القراءۃ فیما جھر فیہ الامام وقرؤا فی انفسھم سرا فیما لا یجھر فیہ الامام — یعنی صحابہ رضؓ قول نبوی مالی انازع القرآن سُن کر جہری نمازوں میں قرأت خلف امام سے باز آگئے اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرتے تھے۔

دیکھو اگر حدیث مالی انازع القرآن میں منازعت کے یہی معنے ہوتے جو ان لوگوں نے بیان کیے ہیں تو صحابہ رضؓ اس حدیث کو سُن کر سری نمازوں میں امام کے پیچھے ہرگز آہستہ قرأت نہ کرتے پس صاف معلوم ہوا کہ منازعت کے جو معنے ان لوگوں نے بیان کیے ہیں وہ محض غلط ہیں اور عبادہ رضؓ کی اُس حدیث سے بھی اس معنی کا غلط و باطل ہونا صاف واضح ہے جس میں مالی انازع القرآن کے بعد یہ جملہ وارد ہوا ہے۔ فلا تقرؤا بشئ من القرآن اذا جھرت الا بام القرآن۔ یعنی پس جب میں جہر سے قرأت کروں تو تم لوگ کچھ قرآن نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ یعنی سورہ فاتحہ آہستہ پڑھ لو۔ اگر حدیث مالی انازع القرآن میں منازعت کے وہی معنے ہوتے جو ان لوگوں نے لکھے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن فرما کر قرأت فاتحہ خلف امام بالسر کا ہرگز حکم نہ دیتے کیونکہ اس تقدیر پر یہ حکم مالی انازع القرآن کا صریح مناقض ہے۔ اور ہاں واضح رہے کہ حدیث مالی انازع القرآن تین صحابہؓ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبادہ اور حضرت عمر سے مروی ہے اور یہ تینوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نماز سری و جہری دونوں میں قرات فاتحہ خلف امام کا فتوی دیتے تھے دیکھو پہلا باب صفحہ ۹۶ و ۱۰۰ و ۱۰۱ پس ان صحابہؓ کے اس فتوی سے بھی صاف روشن ہے کہ ان لوگوں نے منازعت کے جو معنے تراشے ہیں وہ محض غلط ہیں مولانا عبدالحی صاحب نے غیث الغمام میں ان لوگوں کی اس طرح تردید کی ہے۔

ومن الناس من توھم ان معنی المنازعۃ ھو ان یقرأ المؤتم حال قراءۃ الامام وھو متحقق فی السریۃ ایضا مطلقا وھو مبنی علی الغفلۃ عن کتاب اللغۃ وشروح الحدیث للائمۃ

یعنی بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ منازعت کے معنے یہ ہیں کہ امام کی قرات کی حالت میں مقتدی بھی قرات کرے (اور امام کو تنہا پڑھنے نہ دے) اور منازعت کے یہ معنے نماز سری میں بھی متحقق ہیں سو ان لوگوں کا یہ وہم کرنا کتب لغت اور ائمہ کی شروح حدیث سے غفلت پر مبنی ہے +

(۲) الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ جیسے امام کے پیچھے قرات بالجہر سے منازعت ہوتی ہے اسی طرح قرات بالسر سے بھی ہوتی ہے اور آثار شرع جیسے جہراً پڑھنے پر ہے سراً پڑھنے پر بھی ہے اور اسکے ثبوت میں کتب القراۃ کی یہ حدیث کنز العمال سے نقل کی ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوۃ الظھر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسہ فلما قضی صلوتہ قال ھل قرأ معی احد منکم قال ذلک ثلاثا فقال لہ الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال مالی انازع القراٰن اما یکفی احدکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث محض ضعیف اور اس میں لفظ فی نفسہ اور لفظ اما یکفی احدکم الخ منکر و ناقابل اعتبار ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبد المنعم بن بشیر واقع ہے جو نہایت ضعیف و ناقابل احتجاج ہے حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

عبد المنعم بن بشیر ابو الخیر الانصاری المصری عن عبد اللہ بن عمر العمری وعنہ یعقوب الفسوی جرحہ ابن معین وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا لا یجوز الاحتجاج بہ رای قولہ قال الحنبلی سمعت ابن معین یقول اتیت عبد المنعم فاخرج الی احادیث ابی المودود نحوا من مائتی حدیث کذب فقلت لہ یا شیخ انت سمعت ھذا من ابی مودود قال نعم قلت اتق اللہ ھذہ کذب ثم قمت لم اکتب عنہ شیئا انتھی

و نیز اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم واقع ہے اور یہ بھی بہت ضعیف ہے تقریب میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبد الرحمن بن زید بن اسلم العدوی مولاھم ضعیف من الثامنۃ اور خلاصہ میں ہے عبد الرحمن ابن زید بن اسلم المدنی عن ابیہ وعنہ وکیع وابن وھب وقتیبۃ وخلق ضعفہ احمد وابن المدینی والنسائی وغیرھم۔ میزان میں ہے قال ابو یعلی الموصلی سمعت یحیی بن معین یقول بنو زید بن اسلم لیسوا بشیئ و قال البخاری عبد الرحمن ضعفہ علی جداً۔

اور اس حدیث میں لفظ فی نفسہ اور لفظ اما یکفی احدکم الخ کے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر کی اس حدیث کا واقعہ صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد وغیرہما میں عمران بن حصین سے بسند صحیح مروی ہے لیکن اس میں نہ لفظ فی نفسہ ہے اور نہ لفظ اما یکفی الخ پس بقاعدہ اصول حدیث زیادت فی نفسہ اور نیز زیادت اما یکفی احدکم الخ منکر و مردود ہوئی۔ و نیز اس حدیث میں ان دونوں لفظوں کے منکر و ناقابل اعتبار ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمر جو اس حدیث کے راوی ہیں نماز جہری و سری دونوں میں قراءت خلف الامام کا حکم کرتے تھے دیکھو پہلا باب ص۹۶ پس جب حضرت عمر کی اس حدیث اور اس کی زیادت فی نفسہ اور اما یکفی احدکم الخ کی یہ حالت ہے تو اس حدیث سے اس امر پر استدلال کرنا کہ امام کے پیچھے قراءت بالسر سے بھی منازعت فی القرآن ہوتی ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے امام بیہقی کتاب القراءۃ ص۹۳ میں لکھتے ہیں۔

وذکر بعض الناس باسنادلہ عن عبد المنعم بن بشیر عن عبد الرحمن بن زید بن مسلم عن ابیہ عن جدہ عن عمر بن الخطاب قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم یوما صلوۃ الظھر فقرأ معہ رجل فی نفسہ الخ پھر حضرت عمر کی اس حدیث کو پوری نقل کر کے لکھتے ہیں۔ وھذا یخالف ما ثبت عن عمران بن حسین عن النبی صلی اللہ علیہ سلم فی ھذہ القصۃ فانہ قال فقرأ معہ رجل فی نفسہ ولیس فی روایۃ عمران فی نفسہ قال حکایۃ عن الرجل انا کنت اقرأ بسبح اسم ربک الاعلی وفی روایۃ عمران ان النبی صلی اللہ علیہ سلم قال ایکم قرأ بسبح اسم ربک الاعلی وذلک یدل علی انہ سمع صوتہ بالقراءۃ ثم قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا ولولا رفع الرجل صوتہ بالقراءۃ لم یکن فی قراءتہ مخالجۃ قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ سلم ومنازعتہ فیما اقراء ثم لم یزد فیما زید فیما روی عن عبد المنعم بن بشیر فی ھذا الحدیث وعبد المنعم بن بشیر ذکرہ ابو احمد بن عدی الحافظ رحمہ اللہ فی کتاب الضعفاء وقال لہ احادیث مناکیر لا یتابع علیھا وعبد الرحمن بن زید بن اسلم من الضعفاء المشھورین جرحھم مذکور الاخبار مالک بن انس فمن بعدہ من اھل العلم بالحدیث انتہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ جس نے اس وقت آپ کے پیچھے پڑھا تھا سراً پڑھا تھا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل قرأ نہ فرماتے بلکہ من قرأ فرماتے کیونکہ حرف ہل سے سوال جب ہوتا ہے کہ اُس کے بعد کا فعل سائل کو معلوم التحقیق نہ ہو اور لفظ من سے اُس وقت سوال ہوتا ہے کہ اس کا مدخول تو سائل کو معلوم ہو مگر اس کے فاعل میں تردد ہو کہ کون ہے سو اس حدیث میں اگر قرأت بالجہر ہوتی تو وہ مسموع و معلوم ہوتی تو اس صورت میں تعین فاعل سے سوال ہوتا اور اس طرح فرماتے من قرأ معی منکم انفاً مگر آپ نے اس طرح نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا ھل قرأ معی احد منکم انفاً تو معلوم ہوا کہ آپ کو کسی کی قرأت معلوم نہیں ہوئی تھی تردد تھا کہ شاید کسی نے پڑھا ہو اسی واسطے ھل قرأ سے سوال فرمایا اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرأت سری تھی اور اُس پر انکار شارع ہوا اور اُس سے ہی صحابہ رض باز آ گئے" میں کہتا ہوں الفرقان کے قابل مصنف کا یہ لکھنا بے خبری پر مبنی ہے کیونکہ بعض روایات صحیحہ میں بجائے ھل قرأ کے من قرأ وارد ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسنے آپ کے پیچھے قرأت کی تھی اُس نے بالجہر قرأت کی تھی جزء القراءۃ ص۱۳ میں ہے۔

حدثنا البخاری قال ثنا ابو الولید[۱] قال ثنا اللیث عن الزھری عن ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ رض قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تجھر فیھا فلما قضی الصلوٰۃ قال من قرأ معی قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن۔

اس روایت کی سند بہت صحیح ہے دیکھو الفرقان کا مصنف اس روایت سے بالکل بے خبر ہے۔ و نیز اس قابل مصنف کا یہ لکھنا قلت تدبر پر بھی مبنی ہے کیونکہ جس نے آپ کے پیچھے پڑھا تھا اُس نے جہراً نہیں پڑھا تھا بلکہ سراً پڑھا تھا اور آپ کو اُس کے پڑھنے کی آواز کچھ مسموع و معلوم نہیں ہوئی تھی تو آپ کو تردد کیسے ہوا کہ شاید کسی نے پڑھا ہو۔ آخر اس تردد کے پیدا ہونے کی بھی تو کوئی وجہ چاہیئے و نیز آپ نے مالی انازع القرآن کیوں فرمایا مقتدی کے سراً پڑھنے سے امام کے ساتھ منازعت فی القرآن تو ہو نہیں سکتی کما تقدم بیانہ۔

ہاں واضح رہے کہ جس نے آپ کے پیچھے [illegible] تھا اُس نے بلاشبہ جہراً پڑھا تھا اور آپ کے قول ھل قرأ میں ھل طلب تصدیق کے لیے نہیں ہے بلکہ تقریر کیلئے ہے اور اس پر دلیل واضح لفظ من قرأ جو جزء القراءت کی روایت مذکورہ میں واقع ہے و نیز آپ کا فرمان مالی انازع القرآن بھی اس پر ایک روشن دلیل ہے۔ دیکھو عبادہ رض نے قرأت خلف امام کی حدیث میں جس واقعہ کو بیان کیا ہے اُس میں جس نے آپ کے پیچھے پڑھا تھا بلاشبہ جہراً پڑھا تھا اور اُس کے پڑھنے کی آواز آپ کو مسموع و معلوم ہوئی تھی کیونکہ اس کے پڑھنے کی وجہ سے آپ کی قرأت میں ثقالت ہوئی تھی۔ اور آپ پر قرأت ملتبس ہو گئی تھی لیکن یہاں بھی آپ نے ھل تقرؤن

[۱] اسمہ ہشام بن عبد الملک الباہلی الطیالسی البصری الحافظ الامام الحجۃ عن عاصم بن محمد واللیث ومالک وخلق وعنہ خ وقال احمد متقن وقال ابو حاتم کان اماماً فقیہاً عاملاً ثقۃ حافظاً کذا فی الخلاصۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔ عبادہ کی حدیث یہ ہے۔

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات التی یجھر فیھا بالقراءۃ فالتبست علیہ القراءۃ فلما انصرف اقبل علینا بوجھہ فقال ھل تقرؤن اذا جھرت بالقراءۃ فقال بعضنا انا لنصنع ذلک قال فلا تفعلوا وانا اقول مالی انازع القرآن فلا تقرؤا بشیٔ من القرآن اذا جھرت الا بام القرآن رواہ الدار قطنی وقال کلھم ثقات۔	یعنی عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کوئی ایسی نماز پڑھائی جس میں جہر سے قراءت کی جاتی ہے پس آپ پر قراءت ملتبس ہوئی پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب میں جہر سے قراءت کرتا ہوں تو کیا تم لوگ پڑھتے ہو پس بعض لوگوں نے کہا ہم یہ کرتے ہیں تب آپ نے فرمایا سو تم لوگ نہ کرو اور میں کہتا ہوں کیا ہے مجھ کو کہ میں قرآن منازعت کیا جاتا ہوں پس جب میں جہر سے قراءت کروں تو تم لوگ کچھ قرآن نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ روایت کیا اس کو دار قطنی

(حاشیہ: ... اور ابوداؤد ... اور بیہقی ... ہیں)

عبادہؓ کی اس حدیث میں بلا شبہ ھل تقریر کے لیے ہے اور اس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں بجائے ھل تقرؤن کے انی اراکم تقرؤن وراء امامکم وارد ہوا ہے دیکھو پہلا باب ص۵۵ اسی طرح پر ابوہریرہؓ کی منازعت والی حدیث میں ھل تقریر کے لیے ہے فاحفظ ھذا۔

حنفیہ کی چوتھی دلیل کا دوسرا جواب (۲)

جو لوگ ابوہریرہؓ کی منازعت والی حدیث مذکور سے قراءت خلف امام کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بتائیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اس واقعہ میں مالی انازع القرآن فرمایا ہے سو اس قول کے فرمانے کے پہلے قراءت خلف امام منسوخ ہو چکی تھی یا نہیں۔ اگر پہلے سے منسوخ نہیں ہوئی تھی بلکہ اسی قول کے فرمانے سے منسوخ ہوئی تو اس تقدیر پر مالی انازع القرآن فرمانے کے پہلے آپ کا سوال بلفظ ھل قرأ احد منکم انفاً صحیح اور درست نہیں ہوتا کیونکہ حرف ھل سے سوال جب ہوتا ہے کہ اس کے بعد کا فعل سائل کو معلوم التحقق نہ ہو اور اس تقدیر پر لوگوں کا آپ کے پیچھے قراءت کرنا معلوم التحقق تھا کیونکہ اس وقت تک قراءت خلف امام منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ اور ہاں اس تقدیر پر حنفیہ کا یہ دعویٰ کہ قراءت خلف امام آیہ واذا قرئ القرآن سے مکہ میں منسوخ ہوئی ہے صاف باطل ہوا جاتا ہے۔ اور اگر اس قول کے فرمانے کے پہلے قراءت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلف امام منسوخ ہو چکی تھی اور پہلے ہی سے لوگ قراءت خلف امام سے باز آچکے تھے تو جملہ فانتہی الناس کا مطلب نہیں بنتا کیونکہ فانتہی الناس پر جو حرف فا داخل ہے وہ آواز بلند پکارتا ہے کہ لوگ مالی انازع القرآن کے فرمانے کے بعد قراءت خلف امام سے باز آئے اور اس سے پہلے امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ مدعیان نسخ کو لازم ہے کہ پہلے اس اشکال کو اٹھائیں پھر اس کے بعد نسخ کا دعوی کریں +

حنفیہ کی چوتھی دلیل کا تیسرا جواب

ابوہریرہ رضہ کی منازعت والی حدیث (مالی انازع القرآن) سے قراءت خلف امام کا منتازعہ فیہا کا منسوخ ہونا دو امر پر موقوف ہے ایک یہ کہ اس حدیث سے قراءت خلف امام منتازعہ فیہا کی ممانعت ثابت ہو اور دوسرے یہ کہ حدیث قراءت خلف امام کی حدیثوں سے موخر ہو لیکن نہ اس حدیث سے قراءت خلف امام منتازعہ فیہا کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا۔ اور نہ اس حدیث کا تاخر کسی دلیل صحیح سے ثابت ہے۔ اور جب ان دو امروں میں سے کوئی ثابت نہیں تو ظاہر ہے کہ نسخ کا دعوی باطل ہے +

تنبیہ

الفرقان کا مصنف لکھتا ہے کہ ابوہریرہ رضہ نے قراءت وراء الامام کی بھی حدیث سنی ہے جو عبادہ رضہ کی حدیث کے ہم مضمون ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم اقبل بوجھہ علینا فقال اتقرئون خلف الامام بشئ فقال بعضھم نقرأ وقال بعضھم لا نقرأ فقال اقرؤا بفاتحۃ الکتاب۔

اور ابوہریرہ رضہ نے حدیث منازعت بھی سنی ہے جس میں جہری نمازوں میں شارع کا قراءت فاتحہ پر انکار ہے اور صحابہ کا باز آنا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں حدیث منازعت موخر ہے۔ دلیل اس کے تاخر کی یہ ہے کہ ابوہریرہ رضہ کا مذہب بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رہا ہے کہ جہری نمازوں میں وراء الامام قراءت نہ کی جائے اور سری میں کی جائے چنانچہ بیہقی نے سنن کبری میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اثر ابی ہریرہ بسند صحیح روایت کیا ہے:

عن عاصم بن[1] ذکوان عن عائشۃ وعن ابی ھریرۃ انھما کانا یأمران بالقراءۃ اذا لم یجھر۔

سو اگر حدیث منازعت پہلے سے ہوتے اور حدیث امر قراءت پیچھے تو ان کا مذہب حدیث قراءت کے موافق ہوتا اور نماز جہری وسری دونوں میں آمر بالقراءت ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث منازعت مؤخر ہے اور ناسخ ہے۔ اور حدیث قراءت متقدم ومنسوخ۔ اور جب ابوہریرہ کی حدیث منازعت کا ان کی حدیث قراءت سے مؤخر ہونا محقق ہوگیا تو جس قدر احادیث ابوہریرہ کی اس حدیث قراءت کی ہم مضمون ہوں گی اگرچہ وہ عبادہ وغیرہ دیگر صحابہ کی مرویات ہوں تو ان سے بھی ابوہریرہ کی حدیث منازعت کا مؤخر ہونا حتماً ثابت ہوگا"

میں کہتا ہوں کہ الفرقان کے مصنف کی اس تقریر سے حدیث منازعت کا احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس تقریر سے حدیث منازعت کا مقدم ومنسوخ ہونا اور احادیث قراءت خلف امام کا مؤخر وناسخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ ابوہریرہ کا مذہب بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رہا ہے کہ نماز سری وجہری دونوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔ ابوہریرہؓ نے خداج والی حدیث بیان کرکے ابوالسائب وغیرہ کو جو قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیا ہے اس کو امام مسلم نے اپنے صحیح میں بایں الفاظ روایت کیا ہے:

فقیل لابی ھریرۃ انا نکون وراء الامام۔ فقال اقرأ بھا فی نفسک۔

اس فتویٰ میں سائل کا سوال اور ابوہریرہؓ کا جواب باطلاقہما نماز سری وجہری دونوں کو شامل ہیں۔ اور ابوہریرہؓ نے اس فتویٰ کو بیان کرکے بطور تعلیل کے حدیث قسمت صلوٰۃ کو بیان کیا ہے جو قرینہ جلیہ ہے اس امر پر کہ ابوہریرہ کا یہ فتویٰ نماز سری وجہری دونوں کو شامل ہے۔ اور حافظ ابوعوانہ نے اپنے صحیح میں خداج والی حدیث میں ابوہریرہؓ کے اس فتوے کو بایں الفاظ روایت کیا ہے:

فقلت لابی ھریرۃ فانی اسمع قرأۃ القرآن فغمزنی بیدہ فقال یا فارسی او ابن الفارسی

[1] الفرقان میں عن عاصم بن ذکوان ہے اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ عاصم بن ذکوان کوئی راوی نہیں ہے۔ عن عاصم عن ذکوان ہونا چاہیے۔ جزء القراءۃ میں ہے قال عاصم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ اقرأ فیما یجھر اور کتاب القراءۃ صفحہ ۶۲ میں ہے عن عاصم بن بھدلۃ عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ انھما کانا یأمران بالقراءۃ خلف الامام الخ اور اسی کتاب میں یہ اثر ایک دوسری سند سے مروی ہے جس میں عن عاصم بن ابی النجود ہے پس عاصم بن بہدلہ اور عاصم بن ابی النجود ایک ہی راوی ہے

(دیکھو کتب رجال۔ اور ابوصالح ذکوان کی کنیت ہے ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقرأبها فی نفسك ۔

اور حافظ حمیدی نے بایں الفاظ روایت کیا ہے :

قلت یا ابا هریرة انی اسمع قراءة الامام فقال یا فارسی او یا ابن الفارسی اقرأها فی نفسك

امام بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں :

وفی روایة الحمیدی عن سفیان عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیه عن ابی هریرة فی هذا الحدیث قلت یا ابا هریرة انی اسمع قراءة الامام فقال یا فارسی او یا ابن الفارسی اقرأها فی نفسك۔ انتهی۔

اور امام بخاری نے بایں لفظ روایت کیا ہے :

قلت یا ابا هریرة کیف اصنع اذا کنت مع الامام وهو یجهر بالقراءة؟ قال ویلك یا فارسی اقرأبها فی نفسك۔ جزء القراءۃ صفحہ ۱ میں ہے : حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال ثنا العباس قال ثنا عبد الاعلی قال ثنا محمد بن اسحق قال ثنا العلاء بن عبد الرحمن بن یعقوب الحرقی عن ابی السائب مولی بنی زهرة عن ابی هریرة قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰة لا یقرأ فیها بام الکتاب فهی خداج ثم هی خداج غیر تمام ثلاثا قلت یا ابا هریرة کیف اصنع اذا کنت مع الامام وهو یجهر بالقراءة؟ قال ویلك یا فارسی اقرأبها فی نفسك الخ

واضح ہو کہ ان ائمہ مذکورین نے ابوہریرہ کے اس فتویٰ کو جن سندوں سے روایت کیا ہے وہ صحیح ہیں۔ امام مسلم کی سند کا صحیح ہونا تو ظاہر ہے اور حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں :

ابو عوانة الحافظ الثقة الکبیر یعقوب بن اسحق بن ابراهیم بن یزید الاسفرائنی النیسابوری الاصل صاحب الصحیح المسند المخرج علی صحیح مسلم وله فیه زیادات عدة الخ

اور حافظ حمیدی کی سند بھی صحیح ہے کیونکہ سفیان سے لے کر آخر تک بعینہ صحیح مسلم کی سند ہے۔ باقی رہے حمیدی سو ان کی نسبت حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں :

عبد اللہ بن الزبیر بن عیسی القرشی الحمیدی المکی ابو بکر ثقة حافظ فقیه اجل اصحاب ابن عیینة قال الحاکم کان البخاری اذا وجد الحدیث عند الحمیدی لا یعدوه الی غیره۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں: قال ابو حاتم اثبت الناس فی سفیان بن عیینۃ الحمیدی

اور جزء القراءۃ کی سند بھی صحیح ہے۔ کیونکہ اس سند میں عباس اور ان کے شیخ عبدالاعلیٰ رجال صحیحین سے ہیں۔

مقدمہ فتح الباری میں ہے:

عباس بن الولید النرسی ابوالفضل البصری ابن عم عبدالاعلی بن حماد وثقہ ابن معین

وزجحہ علی عبدالاعلی (الی قولہ) روی عنہ البخاری ومسلم وروی لہ النسائی انتہی۔

خلاصہ میں ہے:

عبدالاعلی بن حماد بن نصر الباھلی مولاھم ابو یحیی النرسی عن الحمادین وابی الاحوص

ومالک وعنہ خ م د وابوزرعۃ وزکریا خیاط السنۃ وثقہ ابوحاتم۔

اور محمد بن اسحاق اگرچہ مدلس ہیں مگر انہوں نے بلفظ حدثنا روایت کیا ہے اور باقی سند صحیح مسلم کی سند ہے۔ امام مسلم نے اس سند سے بھی خداج والی حدیث کو روایت کیا ہے۔

الحاصل ابوہریرہ رضہ کا مذہب بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رہا ہے کہ نماز سری وجہری دونوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضہ کے اس فتوے سے جو باسانید صحیحہ مروی ہے بالتصریح و بالمنطوق ثابت ہے۔ اور ابوہریرہ رضہ کا وہ فتویٰ جس کو الفرقان کے مصنف نے بیہقی کی سنن کبریٰ سے نقل کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کا مدار عاصم بن بہدلہ پر ہے اور یہ سیئ الحفظ ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے علاوہ بریں ابوہریرہ کے اس فتویٰ سے نماز جہری میں آمر بالقراءت نہ ہونا بالمفہوم ثابت ہوتا ہے اور ابوہریرہ کے اس فتویٰ سے جو صحیح مسلم وغیرہ میں باسانید صحیحہ مروی ہے ابوہریرہ رضہ کا نماز جہری میں بحالت جہر امام آمر بالقراءۃ ہونا بالمنطوق ثابت ہے۔ اور اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب منطوق اور مفہوم میں تعارض ہو تو منطوق مقدم ہوتا ہے۔ پس ابوہریرہ رضہ کا وہ فتویٰ ان کے اس فتویٰ کے مقابلہ میں ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

پس جب معلوم ہوا کہ ابوہریرہ کا مذہب بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رہا ہے کہ نماز جہری وسری دونوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے تو ثابت ہوا کہ ابوہریرہ رضہ نے حدیث قراءت خلف الامام کو پیچھے سُنا ہے اور حدیث منازعت کو پہلے۔ اور حدیث قراءت خلف امام ناسخ ہے اور حدیث منازعت منسوخ۔ اور جب ابوہریرہؓ کی حدیث قراءت کا اُن کی حدیث منازعت سے مؤخر ہونا محقق ہو گیا تو جس قدر احادیث ابوہریرہ کی حدیث منازعت کی ہم مضمون ہوں گی اگرچہ دوسرے صحابہ کی مرویات ہوں تو اُن سے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث قراءت خلف امام کا مؤخر ہونا حتماً ثابت ہو گیا اور القرقان کے مصنف کی اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ ابو ہریرہ کی منازعت والی حدیث قراءت خلف امام کی حدیثوں سے مؤخر نہیں ہے بلکہ قراءت خلف امام کی احادیث منازعت والی حدیث سے مؤخر ہیں۔

ہاں واضح رہے کہ منازعت والی حدیث حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے بایں لفظ مالی انازع القرآن اما یکفی احدکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا القرقان کے مصنف نے حضرت عمر کی اس حدیث سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت بالسر سے بھی منازعت فی القرآن ہوتی ہے کما تقدم بیانہ پس ابو ہریرہ کی حدیث قراءت خلف امام کا حضرت عمر کی اس منازعت والی حدیث سے بھی مؤخر ہونا ثابت ہو گیا ہے اور چونکہ حضرت عمر کی منازعت والی حدیث میں اما یکفی احدکم قراءۃ امامہ بھی مروی ہے جو من کان لہ امام کے ہم مضمون ہے ونیز اس میں فاذا قرأ فانصتوا بھی مروی ہے اس لیے ابو ہریرہ کی حدیث قراءت خلف امام کا ان دونوں حدیثوں سے بھی مؤخر ہونا حتماً ثابت ہو گیا۔ پس ابو ہریرہ کی حدیث قراءت خلف امام سے ان تینوں حدیثوں (حدیث مالی انازع القرآن حدیث من کان لہ امام حدیث واذا قرأ فانصتوا) کا حتماً منسوخ ہونا بھی ثابت ہو گیا فتذکر ہاں واضح رہے کہ حضرت عمرؓ بھی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سری و جہری دونوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ دیکھو پہلا باب صنا پس حضرت عمرؓ کے اس فتویٰ سے بھی ان تینوں حدیثوں کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حنفیہ کی چوتھی دلیل کا چوتھا جواب (۴)

اگر فرض کیا جائے کہ ابو ہریرہ کی حدیث مرفوع مالی انازع القرآن سے امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرنے کی ممانعت نکلتی ہے تو اس تقدیر پر ابو ہریرہ کی یہ حدیث ماعدا فاتحہ پر محمول ہو گی۔ اس حمل پر خود انہیں ابو ہریرہ کی قراءت خلف امام والی حدیث اور خداج والی حدیث دلالت کرتی ہے۔ ونیز انہیں ابو ہریرہؓ کا قراءت خلف امام کا فتویٰ بھی دلالت کرتا ہے۔ ونیز اس حمل پر عبادہ وغیرہ کی احادیث قراءت خلف امام بھی واضح دلیل ہیں حازمی کتاب الاعتبار صلا میں لکھتے ہیں:

انما قال فیہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن فاحتمل ان یکون عنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقرأ خلفہ سوی فاتحۃ الکتاب لانا وجدنا عمران بن حصین قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لرجل قرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی ھل قرأ احد منکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسبح اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل نعم انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد علمت ان بعضکم خالجنیھا وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انازع مثل اخالج فلا یحتمل ان یکون عنی فی حدیث ابن اکیمۃ ان یقول مالی انازع القرآن یعنی فاتحۃ الکتاب وھو یقول لا صلوٰۃ الا بھا انتھی۔

بیہقی کتاب القراءۃ صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں:

ولا یترک الثابت عن ابی ھریرۃ فی الامر بقراءۃ فاتحۃ الکتاب وراء الامام بروایۃ رجل مجھول مع احتمال روایتہ ان یکون المراد بھا ما بعد الفاتحۃ من القرآن دون الفاتحۃ التی امر ابو ھریرۃ بقراءتھا وراء الامام وان کان یجھر الامام بالقراءۃ کما سبق انتھی۔

ترمذی اپنے جامع صفحہ ۵۹ میں لکھتے ہیں:

ولیس فی ھذا الحدیث ما یدخل علی من رای القراءۃ خلف الامام لان ابا ھریرۃ ھو الذی روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الحدیث وروی ابو ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام فقال حامل الحدیث انی اکون احیانا وراء الامام قال اقرأ بھا فی نفسک وروی ابو عثمان النھدی عن ابی ھریرۃ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی ان لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب۔ انتھی۔

تنبیہ

الفرقان کے مصنف نے ترمذی کی اس عبارت کا خلاصہ اس طرح پر لکھا ہے کہ "یہ حدیث منازعت قائلین قراءت خلف امام کی مخالف نہیں ہے اس وجہ سے کہ ابو ہریرہؓ اس حدیث کے بھی راوی ہیں اور حدیث خداج اور حدیث ندا کے بھی راوی ہیں سو ان روایتوں کے ملانے سے یہ بات نکلی کہ حدیث منازعت میں قراءت فاتحہ پر انکار نہیں ہے بلکہ قراءت سورت پر ہے اسی وجہ سے ابو ہریرہؓ نے حامل حدیث کو قراءت فاتحہ خلف امام سراً کا حکم دیا ہے اگر قراءت فاتحہ پر انکار ہوتا تو ہرگز اس کا حکم نہ دیتے" پھر مصنف مذکور نے ترمذی کی اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "اس توجیہ کی صحت تین امر پر موقوف ہے (۱) حدیث خداج اور حدیث ندا کے عموم میں مقتدی بھی داخل ہو۔ (۲) ابو ہریرہؓ کا یہ فتویٰ نماز سری و جہری دونوں سے متعلق ہو (۳) اس حدیث منازعت میں سورت پر انکار ہو مگر یہ تینوں امر بزعم ذات ابو ہریرہ ہی غلط ہیں۔ امر اول کا غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ ابو ہریرہؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج الا صلوٰۃ خلف امام رواہ البیھقی فی کتاب المعرفۃ

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث خداج اور حدیث ہذا میں مقتدی داخل نہیں ہے۔ امر دوم کا غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ ابوہریرہؓ کا فتویٰ نماز سری سے متعلق ہے نماز جہری سے متعلق نہیں ہے۔ امر سوم کا غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ حدیث منازعت میں سورت فاتحہ پر انکار ہے۔ بیہقی نے حدیث منازعت کو اوزاعی کے طریق سے بایں لفظ روایت کیا ہے۔ قرأ ناس مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ یجھر فیھا بام القرآن۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیچھے بعض لوگوں نے سورہ فاتحہ پڑھا تھا اور آپ نے اسی پر انکار فرمایا" میں کہتا ہوں الفرقان کے مصنف کا ان تینوں امروں کو غلط بتانا اُس کی بے خبری کی وجہ سے ہے ان تین امروں میں سے کوئی بھی غلط نہیں ہے۔ امر اول کے غلط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث خداج اور حدیث ہذا اپنے عموم پر باقی ہیں ان دونوں کے عموم سے مقتدی کے خارج ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ابوہریرہ کی حدیث کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج الا صلوٰۃ خلف الامام میں زیادت الا صلوٰۃ خلف امام منکر و ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ ابوہریرہ کی یہ حدیث خداج بہت طرق صحیحہ سے مروی ہے مگر کسی میں یہ زیادت نہیں ہے اور ابوہریرہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے مگر ان میں سے بھی کسی کی روایت میں یہ زیادت نہیں ہے۔ اس زیادت کے ساتھ عبدالرحمٰن بن اسحٰق الواسطی ابوشیبہ منفرد ہے جو بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہے۔ بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۰۶ میں لکھتے ہیں:

قال احمد بن حنبل ابوشیبۃ لیس بشیٔ منکر الحدیث وقال یحیی بن معین عبدالرحمٰن بن اسحٰق الکوفی متروک وجرحہ ایضاً البخاری وابو عبدالرحمٰن النسائی وغیرھما من اھل العلم بالحدیث انتھی

اور ابوہریرہ کی اس حدیث میں اس زیادت کے منکر و ناقابل اعتبار ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ ابوہریرہؓ نے حدیث خداج بیان کر کے نماز سری و جہری دونوں میں امام کے پیچھے قراءت فاتحہ کا حکم کیا ہے۔ پس اگر یہ زیادت صحیح ہوتی تو حدیث خداج بیان کر کے اس کے خلاف قراءت فاتحہ خلف امام کا ہرگز حکم نہ کرتے۔ ہاں الفرقان کے مصنف نے حدیث خداج اور حدیث ہذا کے عموم سے مقتدی کے خارج ہونے کے ثبوت میں ابوسعید خدری کی یہ حدیث بھی پیش کی ہے:

سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل خلف الامام لا یقرأ شیئاً ایجزیہ قال نعم

سو واضح ہو کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوہارون عبدی واقع ہے جو کذاب ہے اور اس کے علاوہ اور کئی مجہول راوی واقع ہیں۔ ابوہریرہ اور ابوسعید خدری کی ان دونوں حدیثوں کی پوری کیفیت حنفیہ کی تیرھویں اور چودھویں دلیل کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور امر دوم بھی غلط نہیں ہے ابوہریرہؓ کا فتویٰ قراءت خلف امام نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سری و جہری دونوں سے متعلق ہے جیسا کہ ابھی اوپر امام مسلم اور حافظ ابو عوانہ وغیرہما کی روایات صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور حنفیہ کی تیسری دلیل کے تیسرے جواب میں بھی بہت وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور امر سوم کی تغلیط میں جو یہ لکھا ہے کہ "بیہقی نے حدیث منازعت کو بروایت اوزاعی بایں لفظ روایت کیا ہے قرأ ناس مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ یجہر فیہا بام القرآن۔ سو یہ خود غلط ہے۔ بیہقی نے اس روایت کو کتاب القراءۃ ص۹ میں روایت کیا ہے اس میں لفظ بام القرآن نہیں ہے بلکہ اس میں بجائے لفظ بام القرآن کے لفظ بالقراءۃ ہے یعنی اس میں اس طرح پر ہے قرأ ناس مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ یجہر فیہا بالقراءۃ اسی طرح پر قلمی نسخوں میں بھی ہے اور مطبوعہ میں بھی۔ اور امام طحاوی نے بھی حدیث منازعت کو بروایت اوزاعی شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے امام طحاوی کی روایت میں بھی لفظ بام القرآن نہیں ہے بلکہ اس میں بھی بجائے لفظ بام القرآن کے لفظ بالقراءۃ ہے اور اسی طرح پر زہری کے باقی تلامذہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح پر ہونا ظاہر بھی ہے الحاصل الفرقان کے مصنف نے جو ترمذی کی توجیہ کی صحت کو تین امور پر موقوف بتا کر ان تین امور کو غلط بتایا تھا سو ان کا غلط بتانا بے خبری کی وجہ سے ہے ان تین امور میں کوئی بھی غلط نہیں ہے۔ اور ترمذی کی توجیہ بہت صحیح و درست ہے +

اگر کوئی کہے کہ حدیث منازعت اور حدیث خداج کے درمیان جمع کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حدیث منازعت کو شامل سورت و فاتحہ کہیں اور حدیث خداج کو مخصوص بالامام والمنفرد سمجھیں پس جمع کی اس دوسری صورت کو چھوڑ کر پہلی صورت کو جو اس چوتھے جواب میں لکھی گئی ہے اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ نے ان دونوں حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور انہوں نے ان دونوں حدیثوں میں جمع کی پہلی ہی صورت اختیار کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دو متعارض حدیثوں کا راوی جمع کی جو صورت اختیار کرے گا وہ دوسری صورتوں سے ارجح ہو گی پس اسی وجہ سے جمع کی پہلی صورت اختیار کی گئی۔ اور ایک بہت بڑی وجہ پہلی صورت کے اختیار کرنے کی یہ ہے کہ جمع کی یہی پہلی صورت عبادہؓ کی حدیث مرفوع سے ثابت ہے عبادہ رضؓ نے بھی حدیث منازعت کو روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں مالی انازع القرآن کے بعد اتنا اور زیادہ ہے فلا یقرأن احد منکم شیئا من القرآن اذا جھرت بالقراءۃ الا بام القرآن یعنی پس تم لوگوں میں سے کوئی ہرگز کچھ قرآن نہ پڑھے جب میں جہر سے قراءت کروں مگر سورہ فاتحہ۔ عبادہ کی یہ روایت ایک نہایت واضح دلیل ہے اس امر پر کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث منازعت ماعدا فاتحہ پر محمول ہے۔ عبادہ رضؓ کی حدیث منازعت کے پورے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ یہ ہیں:

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات التی یجھر فیھا بالقراءۃ فلما انصرف قال منکم من احد یقرأ شیئاً من القرآن اذا جھرت بالقراءۃ قلنا نعم یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا اقول مالی انازع القرآن فلا یقرأن احد منکم شیئاً من القرآن اذا جھرت بالقراءۃ الا بام القرآن۔

اس حدیث کو دارقطنی نے اپنے سنن ص۱۲۱ میں روایت کیا ہے اور روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: ھذا حدیث حسن ورجالہ ثقات کلھم انتھی۔

حنفیہ کی چوتھی دلیل کا پانچواں جواب

اگر فرض کیا جائے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث منازعت سے قراءت فاتحہ خلف امام متنازعہ فیہا کی ممانعت نکلتی ہے اور یہ بھی فرض کیا جائے کہ اس حدیث اور اُن کی حدیث خداج میں جمع و توفیق کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس تقدیر پر ابوہریرہ رضی کی حدیث منازعت منسوخ ہو گئی۔ اور اُن کی حدیث خداج ناسخ۔ حازمی کتاب الاعتبار ص۹۹ میں لکھتے ہیں:

قال الحمیدی قال لنا قائل ممن یری ان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر بہ ان الزھری حدث عن ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القراءۃ فیما جھر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا ھذا حدیث رواہ مجھول لم یروہ عنہ غیرہ ولو کان ھذا ثابتا ارید بہ النھی عن قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف الامام دون غیرھا لکان فی حدیث العلاء عن ابیہ ما یبین انہ ناسخ لھذا وحدیث العلاء اخبرنا بہ ابو الفضل عبد اللہ ابن احمد من اصل العتیق فی اخرین قالوا انا ابو الحسین احمد بن عبد القادر انا ابو عمرو عثمان ابن محمد انا ابو بکر الشافعی نا اسحق بن الحسن الحربی نا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن العلاء ابن عبد الرحمٰن انہ سمع ابا السائب مولی ھشام بن زھرۃ یقول سمعت ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج فھی خداج فھی خداج غیر تمام قال فقلت یا ابا ھریرۃ انی احیانا اکون وراء الامام قال فغمز ذراعی وقال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقرأبها یا فارسی فی نفسک۔ وذکر الحدیث (الی قولہ) قال الحمیدی لانا وجدناھما عن ابی ھریرۃ ولم یتبین لنا ایھما بعد الاخر حتی ابان ذلک العلاء فی حدیثہ حین قال قال لی ابو ھریرۃ یا فارسی اقرأبھا فی نفسک فعلمنا انما امر ذلک ابو ھریرۃ یا العلاء بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یحتمل ان یکون حدیث ابن اکیمۃ الناسخ ثم یأمر ابا ھریرۃ ان یعمل بالمنسوخ وھو رواھما معاً انتھی۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ امام حمیدی نے کہا کہ ایک شخص نے جو نماز جہری میں قراءت خلف امام کا قائل نہ تھا ہم سے کہا کہ "زہری نے بواسطہ ابن اکیمہ کے ابوہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہے مجھ کو کہ میں قرآن میں منازعت کیا جاتا ہوں پس باز رہے لوگ اُس نماز میں قراءت کرنے سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قراءت کرتے تھے" تو ہم نے اُس شخص سے کہا کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے کہ اس کو ایک مجہول راوی نے روایت کیا ہے۔ بجز اُس مجہول کے کوئی اور دوسرا اس حدیث کو ابوہریرہؓ سے ... نہ کرتا ہے۔ اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور اس سے قراءت فاتحہ خلف امام کی نفی مراد ہوتی تو اس صورت میں یہ حدیث منسوخ اور اس کی ناسخ خداج والی حدیث ہوتی جس کو علاء بن عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی ایسی نماز پڑھی جس میں اس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھا تو وہ نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔ ناتمام ہے ابو السائب نے کہا پس میں نے ابوہریرہ سے کہا کہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں ابوہریرہؓ نے کہا اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھ۔ حمیدی نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں ابوہریرہؓ سے مروی ہیں اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان دونوں حدیثوں میں کون مقدم ہے اور کون مؤخر یہاں تک کہ علاء بن عبدالرحمٰن نے اس کو ظاہر کر دیا جبکہ انھوں نے کہا قال لی ابو ھریرۃ یا فارسی اقرأبھا فی نفسک یعنی ابوہریرہ نے مجھ سے کہا اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھ پس اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ ابوہریرہؓ نے علا کے باپ کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیا ہے اور اس کا احتمال نہیں ہے کہ ابن اکیمہ کی حدیث ناسخ ہو اور خداج والی حدیث منسوخ پھر ابوہریرہؓ حدیث منسوخ پر عمل کرنے کا فتویٰ دیں حالانکہ انہیں نے ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

تنبیہ

مولوی عبدالحی صاحب نے امام الکلام میں امام حمیدی کی اس تقریر نسخ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "نسخ کا دعویٰ نہ محدثین کے مذہب پر درست ہے اور نہ حنفیہ کے مذہب پر۔ محدثین کے مذہب پر صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ محدثین کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک دو متعارض حدیثوں میں باوجود امکان جمع کے نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں اور قول ابوہریرہ رضؓ: اقرأ بھا فی نفسك اور جملہ فانتھی الناس عن القراءۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ممکن ہے بایں طور کہ ابوہریرہؓ کا قول نماز سری پر محمول کیا جائے اور جملہ فانتھی الناس نماز جہری پر یا کہا جائے کہ جملہ فانتھی الناس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نماز جہری میں قراءت امام کے وقت قراءت کرنے سے باز آگئے اور ابوہریرہؓ کا حکم نماز سری میں ہے اور نماز جہری میں سکتات امام کے وقت نہ مطلقاً۔ پس جب قول ابوہریرہؓ اور جملہ فانتھی الناس میں جمع کی دو صورتیں ممکن ہیں تو محدثین کے مذہب پر نسخ کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حنفیہ کے مذہب پر صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عند الحنفیہ اگرچہ صحابی کا عمل و فتویٰ اپنی روایت کے خلاف امارات نسخ سے ہے لیکن ان لوگوں نے یہ قید لگائی ہے کہ صحابی کا عمل و فتویٰ ان کی روایت سے یقیناً متاخر ہو اور اُن کی روایت کے یقیناً خلاف ہو۔ اور ما نحن فیہ میں قول ابوہریرہؓ اقرأ بھا فی نفسك کا جملہ فانتھی الناس سے یقیناً متاخر ہونا حیز اشکال میں ہے۔ و نیز اُن کے اس فتویٰ کا جملہ فانتھی الناس کے یقیناً خلاف ہونا بھی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کے اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا دعویٰ محدثین کے مذہب پر بھی درست ہے اور حنفیہ کے مذہب پر بھی۔ اور مولوی صاحب ممدوح نے جو قول ابی ہریرہؓ اور جملہ فانتھی الناس میں جمع کی دو صورتیں تجویز کی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ قول ابی ہریرہؓ اقرأ بھا فی نفسك کو نماز سری پر محمول کرنا اور نماز جہری میں سکتات امام کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ ابوہریرہؓ کا یہ قول صحیح ابوعوانہ میں بایں لفظ مروی ہے:

فقلت لابی ھریرۃ فانی اسمع قراءۃ الامام فغمز فی بیدہ فقال یا فارسی وابن الفارسی اقرأ بھا فی نفسك

اور جزء القراءۃ میں بایں لفظ مروی ہے:

قلت یا ابا ھریرۃ کیف اصنع مع الامام وھو یجھر بالقراءۃ قال ویلك یا فارسی اقرأ بھا فی نفسك

یعنی ابوالسائب نے کہا کہ میں نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ جب امام جہر سے قراءت کر رہا ہو تو میں امام کے ساتھ کیا کروں تو ابوہریرہؓ نے فرمایا اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھ۔ دیکھو قول ابی ہریرہ کے یہ الفاظ جمع کی دونوں صورتوں کو جو مولوی صاحب ممدوح نے تجویز کی ہیں صاف طور پر رد اور باطل کرتی ہیں۔ اور جب جمع کی یہ دونوں صورتیں باطل و غیر صحیح ہیں تو محدثین کے مذہب پر دعویٰ نسخ کا صحیح ہونا ظاہر ہے۔ اور حنفیہ کے مذہب پر بھی نسخ کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ ابوہریرہؓ کا یہ فتویٰ (اقرأ بھا فی نفسك) ابوہریرہؓ کی روایت مالی انازع القرآن سے یقیناً متاخر ہے کیونکہ ابوہریرہؓ نے یہ فتویٰ ابوالسائب اور علاء کے باپ عبدالرحمٰن کو دیا ہے اور یہ دونوں صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوساط تابعین سے ہیں۔ پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے ابوہریرہؓ نے ان دونوں صاحبوں کو قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیا پھر بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مالی انازع القرآن کو سُنا۔ ہرگز نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوہریرہؓ کا یہ فتویٰ اُن کی روایت مالی انازع القرآن سے یقیناً متأخر ہے اور جب یہ فتویٰ اس روایت سے یقیناً متأخر ہوا تو اس روایت کے جملہ فانتہی الناس سے بھی یقیناً متأخر ہوگا فتفکر۔ اور ابوہریرہؓ کے فتویٰ اقرأبہا فی نفسک کا جملہ فانتہی الناس کے یقیناً مخالف ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ مولوی صاحب ممدوح نے جمع کی جو دو صورتیں تجویز کی تھیں وہ صحیح نہیں ہیں +

تنبیہ

علمائے حنفیہ قراءت خلف امام کے ثبوت میں طحاوی کی ایک یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآن (شرح معانی الآثار صفحہ ۱۲۸ جلد ۱) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا۔

پس واضح ہو کہ اس حدیث کا بھی وہی جواب ہے جو ابوہریرہؓ کی منازعت والی حدیث کا جواب ہے یعنی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قراءت بالجہر سے منع فرمایا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں نے قراءت بالجہر کی تھی تب آپ نے یہ فرمایا جیسا کہ بیہقی کی وغیرہ روایت میں اس کی تصریح آئی ہے کتاب القراءۃ صفحہ ۱۱۶ اور جزء القراءۃ صفحہ ۲۸ میں ہے

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوم کانوا یقرؤن القرآن فیجھرون بہ خلطتم علی القرآن یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قوم کو جو قرآن کو بالجہر پڑھتے تھے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا۔

دیکھو اس روایت سے بالتصریح معلوم ہوا کہ آپ کے پیچھے لوگوں نے قراءت بالجہر کی تھی۔ علاوہ اس کے اس حدیث میں لفظ خلطتم علی القرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءت بالجہر کی تھی کیونکہ تخلیط قرآن جبھی ہوگی کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت بالجہر کریں۔

الحاصل اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیط پر انکار فرمایا ہے۔ اور تخلیط مقتدی کے قراءت بالجہر سے ہوتی ہے نہ کہ قراءت بالسر سے۔ پس اس حدیث سے قراءت متنازع فیہا کی ممانعت پر حنفیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا استدلال صحیح نہیں ہے بیہقی عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث کو کتاب القراءۃ ص۱۱۵ میں روایت کر کے لکھتے ہیں:

وھذا ایضاً فی جھرھم بالقرأۃ خلفہ ونحن نکرہ للماموم الجھر بالقراءۃ فاما ان یترک اصل القراءۃ فلا

حاصل اس کا یہ ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ حدیث بھی قراءت بالجہر کی ممانعت میں ہے اور ہم لوگ مقتدی کی قراءت بالجہر کو ممنوع سمجھتے ہیں اور اس حدیث سے مقتدی کی قراءت بالسر کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں:

واحتج ایضا من ذھب مذھب الکوفیین فی ھذا الباب بحدیث عبد اللہ قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآن قال ابو عمر ھذا یحتمل ان یکون فی صلوۃ الجھر وھو الظاھر لانھم لا یخلطون الا برفع اصواتھم فلا حجۃ فیہ للکوفیین۔	یعنی جن لوگوں نے قراءت خلف امام کے بارے میں کوفہ والوں کا مذہب اختیار کیا ہے انہوں نے عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث سے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرتے تھے پس آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا" استدلال کیا ہے حافظ ابن عبدالبر ابو عمر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ یہ واقعہ نماز جہری کا ہو اور یہی ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی تھی وہ لوگ قرآن کو خلط ملط نہیں کر سکتے تھے مگر اپنے آواز کے بلند کرنے کی وجہ سے۔ پس اس حدیث میں کوفیوں کے واسطے حجت نہیں ہے۔

تنبیہ آخر

علمائے حنفیہ قراءت خلف امام کی ممانعت کے ثبوت میں صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الظھر او العصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربك الاعلی فقال رجل انا ولم ارد بھا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا۔	یعنی عمران بن حصین رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ظہر یا عصر کی نماز پڑھی پس فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کس نے میرے پیچھے سبح اسم ربک الاعلی پڑھا ہے۔ تو ایک شخص نے کہا میں نے اور اس کے پڑھنے سے بجز ثواب کے میرا کچھ ارادہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا کہ تم لوگوں میں سے بعض نے مجھ سے قراءت میں منازعت کی ہے۔

پس واضح ہو کہ اس حدیث کا بھی وہی جواب ہے جو ابو ہریرہؓ کی منازعت والی حدیث کا ہے یعنی اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قراءت بالجہر سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ کے پیچھے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھا تھا باآواز بلند پڑھا تھا جیسا کہ اس پر لفظ ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربك الاعلیٰ صاف دلالت کرتا ہے و نیز آپ نے مخالجت قرآن پر انکار فرمایا ہے اور مخالجت فی القرآن اُسی صورت میں پائی جائے گی کہ مقتدی امام کے پیچھے باآواز بلند قراءت کریں پس اس حدیث سے امام کے پیچھے بالجہر قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور قراءت بالسر متنازعہ فیہا کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۰ میں لکھتے ہیں:

ثم ان کان کرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قراءتہ شیئا فانما کرہ جہرہ بالقراءۃ خلف الامام الا تراہ قال ایکم قرأ بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلولا انہ رفع صوتہ بقراءۃ ھذہ السورۃ والا لم یسمع لہ ما قرأ و نحن نکرہ للماموم رفع الصوت بالقراءۃ خلف الامام فاما ان یترك اصل القراءۃ فلا وقد روینا عن عمران بن حصین فی ھذا الکتاب ما روی عنہ فی القراءۃ خلف الامام وذلك یؤکد ما قلنا انتھیٰ۔

نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

خالجنیھا ای نازعنیھا و معنی ھذا الکلام الانکار علیہ الانکار فی جھرہ او رفع صوتہ بحیث اسمع غیرہ لا عن اصل القراءۃ۔ انتھیٰ۔

اور حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں:

واحتج ایضا من ذھب مذھب الکوفیین فی ھذا الباب بحدیث عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ الظھر فلما قضی صلوٰتہ قال ایکم قرأ سبح اسم ربك الاعلیٰ قال بعض القوم انا یا رسول اللہ فقال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا رواہ معمر وغیرہ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن عمران بن حصین قالوا ففی ھذا الحدیث وھو حدیث صحیح ان القراءۃ خلف الامام فیما یسر بہ تکرہ ولا تجوز و معنی قولہ خالجنیھا ای نازعنیھا والمخالجۃ ھنا عندھم کالمنازعۃ فحدیث عمران ھذا الحدیث ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ ولا تکون المنازعۃ الا فیما جھر فیہ الماموم وراء الامام ویدل علیٰ ذلك قول ابی ھریرۃ وھو راوی الحدیث فی ذلك اقرأ بھا فی نفسك یا فارسی قال فی حدیث العلاء قال ابو عمر لیس فی ھذا الحدیث دلیل علیٰ کراھۃ ذلك لانہ لو کرھہ لنھی عنہ وانما کرہ رفع صوت الرجل بسبح اسم ربك الاعلیٰ فی صلوٰۃ سنتھا الاسرار بالقراءۃ انتھیٰ کلام ابن عبدالبر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پانچویں دلیل

عن جابر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ رواہ ابن ماجۃ۔

یعنی جابر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لیے امام ہو تو امام کی قراءت اُس کے لیے قراءت ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

حنفیہ کی یہ دلیل ایک بہت مشہور و معروف دلیل ہے۔ اس دلیل سے احادیث قراءت فاتحہ خلف امام کا نسخ بھی ثابت کیا جاتا ہے۔ ائمہ اصولیین نے آیہ و اذا قرئ القرآن کو ساقط عن الاحتجاج بنا کر اپنے دعویٰ منع قراءت خلف امام کے اثبات کے لیے اسی دلیل کی طرف رجوع کرنے کو لکھا ہے۔ اس دلیل کے دس جواب لکھے جاتے ہیں غور سے پڑھو۔

پہلا جواب

جابرؓ کی یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جابر جعفی واقع ہیں جن کی نسبت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

ما رأیت فیمن لقیت افضل من عطاء ولا لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی ما اتیتہ بشئ من رأی قط الا جاءنی فیہ بحدیث کذا فی تخریج الزیلعی ص۲۴۸

یعنی جن لوگوں سے میں نے ملاقات کی ہے اُن میں سے عطاء سے زیادہ بہتر اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میں نے جابر جعفی سے کوئی بات اپنی رائے سے بیان کی تو اُس نے اُس بات کے بارے میں کوئی حدیث مجھے لا کے دی۔

علامہ سندی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں:

وفی الزوائد فی اسنادہ جابر الجعفی کذاب۔ انتہی۔

یعنی کتاب الزوائد میں ہے کہ جابر کی اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جو کذاب ہے۔

اور اس حدیث کے اس طریق کے سوا جتنے اور طریق ہیں وہ بھی عند الحفاظ معلول و ضعیف ہیں پس یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے حافظ ابن حجر فتح الباری ص۲۱۵ جلد ۱ میں لکھتے ہیں:

واستدل من اسقطہا عن الماموم مطلقاً کالحنفیۃ بحدیث من صلی خلف امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ

یعنی جن لوگوں نے مقتدی سے قراءت خلف امام بالکل ساقط کیا ہے جیسے حنفیہ اُن کا استدلال حدیث من کان لہ امام سے ہے لیکن یہ حدیث حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لكنه ضعيف عند الحفاظ وقد استوعب طرقه وعلله الدارقطني وغيره۔ انتهى۔

اور دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کے طرق اور علل کو بالاستیعاب بیان کیا ہے

اور تلخیص الحبیر ص۸۷ میں لکھتے ہیں۔

حديث من كان له امام فقراءة الامام له قراءة مشهور من حديث جابر وله طرق عن جماعة من الصحابة وكلها معلولة انتهى

یعنی حدیث من کان لہ امام جابرؓ کے طریق سے مشہور ہے اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس حدیث کے متعدد طریق ہیں اور کل طرق معلول ہیں۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر ص۲۱ جلد اول میں جابرؓ کی اس حدیث کو مسند احمد بن حنبل سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

في اسناده ضعف ورواه مالك عن وهب بن كيسان عن جابر من كلامه وقد روي هذا الحديث من طرق ولا يصح شيء منها عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

یعنی جابرؓ کی اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے اور مالک نے بواسطہ وہب بن کیسان کے جابرؓ سے خود ان کا کلام روایت کیا ہے یعنی اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث کئی طریق سے روایت کی گئی ہے اور اس کا کوئی طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے۔

اور ابن الجوزی العلل المتناہیہ میں اس حدیث کو دارقطنی کے طریق سے روایت کر کے لکھتے ہیں:

هذا حديث لا يصح والترمذي اي سهل بن عباس الترمذي احد رواته متروك ولهذا الحديث طرق عن جابر وعلي وابن عمر وابن عباس وعمران بن حصين ليس فيها ما يثبت وقد ذكرتها في كتاب التحقيق انتهى۔ كذا في غيث الغمام ص۱۳۳

یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کا ایک راوی سہل بن عباس ترمذی متروک ہے اور جابرؓ اور علیؓ اور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور عمران بن حصینؓ سے اس حدیث کے متعدد طرق ہیں اور ان میں کوئی طریق ثابت نہیں ہے اور میں نے ان کو کتاب التحقیق میں ذکر کیا ہے۔

اور بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال سمعت سلمة بن محمد الفقيه يقول سألت ابا موسى الرازي الحافظ عن الحديث المروي عن النبي صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة

یعنی ابو عبداللہ حافظ نے کہا کہ میں نے سلمہ بن محمد فقیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابو موسیٰ رازی حافظ سے حدیث من کان لہ امام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقال لم یصح فیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم شیٔ انما اعتمد مشائخنا فیہ علی الروایات عن علی وعبد اللہ ابن مسعود والصحابۃ قال ابو عبد اللہ ؛ یعجبنی ھذا لما سمعتہ فان اباموسیٰ احفظ من رأینا من اصحاب الرای علی ادیم الارض انتہیٰ ۔	ہمارے مشائخ نے اس بارے میں اُن روایات پر اعتماد کیا ہے جو علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے منقول ہیں ابو عبداللہ نے کہا کہ جب میں نے اُن سے یہ بات سُنی تو مجھے خوش لگی کیونکہ میں نے روئے زمین پر جتنے اصحاب رائے کو دیکھا ہے اُن سب سے ابو موسیٰ احفظ ہیں ۔

اور علامہ علقمی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں :

قال الدمیری رواہ الدارقطنی وروی مسندا من طرق کلھا ضعاف والصحیح انہ مرسل ۔

پھر لکھتے ہیں :

وذکر شیخنا فی الجامع الکبیر من خرجہ من الائمۃ ووصف الطرق المذکورۃ بالضعف انتہیٰ

اور علامہ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں :

قال المغلطائی فی شرح ابن ماجۃ ضعفہ الدارقطنی والبیھقی وغیرھم وقال الذھبی ھو واہ بمرۃ وقال ابن حجر طرقہ کلھا معلولۃ وقال الذھبی ولہ طرق اخری کلھا واھیۃ ۔ انتہیٰ ۔

امام بخاری جزء القراءۃ صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں :

ھذا الخبر لم یثبت عند اھل العلم من اھل الحجاز واھل العراق وغیرھم لارسالہ انقطاعہ انتہیٰ

تنبیہ

مولوی عبد الحی صاحب امام الکلام صفحہ ۱۳۶ ابن تلخیص الحبیر کی عبارت منقولہ بالا کو نقل کر کے لکھتے ہیں :

الضمیر فی قولہ کلھا راجع الی الطرق الی جماعۃ من الصحابۃ غیر جابر فلا یفید معلولیۃ طرق جابر ویکفی للاستدلال صحۃ طریق واحد ایضا والطرق المعلولۃ تعطیہ قوۃ انتہیٰ

حاصل اس کا یہ ہے کہ تلخیص کی عبارت میں کلھا کی ضمیر طرق عن جماعۃ من الصحابۃ کی طرف راجع ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جابر کے طریق کے سوا اور جتنے دیگر صحابہ کے طریق سے یہ حدیث مروی ہے وہ تمام طرق معلول ہیں پس تلخیص کی اس عبارت سے جابر کے طریق کا معلول ہونا ثابت نہیں ہوتا اور ایک طریق کی بھی صحت استدلال کے لیے کافی ہے اور جتنے طرق معلولہ ہیں ان سے جابر کے طریق کو قوت ہو گی ۔ میں کہتا ہوں کہ تلخیص کی عبارت منقولہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا یہ مطلب بیان کرنا از قبیل تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کے اس مطلب کو فتح الباری کی عبارت منقولہ بالا صاف رد کرتی ہے کیونکہ فتح الباری کی عبارت منقولہ میں لکنہ ضعیف عند الحفاظ کی ضمیر حدیث من کان لہ امام کی طرف راجع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حدیث من کان لہ امام عند الحفاظ علی الاطلاق ضعیف ہے جابر کے طریق سے مروی ہو یا کسی دوسرے صحابی کے طریق سے۔

اگر کوئی کہے کہ ابن عدی اور دار قطنی اور بیہقی کی روایت میں لیث بن ابی سلیم نے جابر جعفی کی متابعت کی ہے پس لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے جابر جعفی کی روایت قوی ہو گئی تو جواب اس کا یہ ہے لیث بن ابی سلیم کا حافظہ اخیر عمر میں اتنا متغیر ہو گیا تھا اور ان کا اختلاط اتنا بڑھ گیا تھا کہ آفتاب بلند ہونے کے بعد منارہ پر چڑھ کر یہ اذان دیتے تھے اور اُن کی حدیث متمیز نہ ہوئی کہ کون قبل الاختلاط ہے۔ اور کون بعد الاختلاط۔ اسی وجہ سے ان کی حدیث ترک کر دی گئی۔ پس جب لیث بن ابی سلیم کی یہ حالت ہے تو اُن کی متابعت سے جابر جعفی کی روایت کو کیا قوت ہو سکتی ہے۔ اور اُس کا ضعف کیونکر منجبر ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر تقریب میں لیث بن ابی سلیم کی نسبت لکھتے ہیں:

صدوق اختلط اخیرا ولم یتمیز حدیثہ فترك۔

اور حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

قال مؤمل بن الفضل سألت عیسی بن یونس عن لیث بن ابی سلیم فقال قد رأیته وکان قد اختلط وکنت ربما مررت به ارتفاع النهار وهو علی المنارة یؤذن۔ انتهی

امام بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۰۸ میں لیث بن ابی سلیم کی روایت کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

قال لنا ابو عبد اللہ الحافظ فیما قرئ علیه لیث بن ابی سلیم وجابر بن یزید الجعفی ممن لا تقوم الحجة بروایة واحد منهما خصوصا اذا خالفا الثقات وتفردا بمثل هذا الخبر المنکر عن مثل ابی الزبیر محمد بن مسلم المکی فی اشتهاره وکثرة اصحابه وجرحهما جمیعا اشهر من ان یطول الکتاب بذکره انتهی۔

اگر کوئی کہے کہ محدثین کا یہ قول کہ حدیث من کان لہ امام بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا وہ طریق جس کو امام محمد نے اپنے مؤطا میں روایت کیا ہے بلاشبہ صحیح ہے اور ہر علت سے پاک ہے وہ طریق یہ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام الحدیث

علامہ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اِس طریق میں جتنے رواۃ ہیں سب ثقہ ہیں ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہیں اُن کا کیا کہنا ہے اور موسیٰ بن ابی عائشہ رجال صحیحین سے ہیں اور عبد اللہ بن شداد بھی ثقہ ہیں پس جب اس طریق کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور ساتھ اس کے یہ طریق موصول بھی ہے تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ علامہ عینی کا یہ فرمانا کہ" اس طریق میں جتنے رواۃ ہیں سب ثقہ ہیں" صحیح نہیں کیونکہ اِس طریق کے پہلے راوی امام محمد ہیں۔ اور انہوں نے اِس حدیث کو امام مالک سے روایت نہیں کیا ہے بلکہ امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام محمد غیر مالک میں ضعیف ہیں۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

محمد بن الحسن الشیبانی ابو عبد اللہ احد الفقہاء لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ یروی عن مالک بن انس وغیرہ وکان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالک۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ اس طریق کے تمام رواۃ ثقہ ہیں تو صرف رواۃ کے ثقہ ہونے اور سند کے موصول ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ سنو امام محمد کا یہ طریق بھی صحیح نہیں ہے اور محدثین کا یہ قول کہ "یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے" بہت صحیح ہے اس طریق کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موسیٰ بن ابی عائشہ کے ثقات و حفاظ تلامذہ نے اس حدیث کو عبد اللہ بن شداد سے مرسلا روایت کیا ہے۔ صرف ایک امام ابو حنیفہؒ نے اس کو موصولا روایت کیا ہے پس امام ابو حنیفہ اگر ثقہ ہیں تو یہ طریق شاذ ہوا۔ اور اگر ضعیف ہیں تو یہ طریق منکر ہوا۔ اور شاذ اور منکر اقسام ضعاف سے ہیں پس بہرحال امام محمد کا یہ طریق ضعیف ہوا حافظ ابن عبد البر تمہید میں لکھتے ہیں:

وقد روی ھذا الحدیث ابو حنیفة عن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یسندہ غیر ابی حنیفة وھو سیئ الحفظ عند اھل الحدیث وقد خالفہ الحفاظ

یعنی حدیث کان لہ امام کو ابو حنیفہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عبد اللہ ابن شداد سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بجز ابو حنیفہ کے کسی اور نے اس حدیث کو مسنداً روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیه سفیان الثوری و شعبة و ابن عیینة وجریر فرووہ عن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد مرسلا والصحیح فیه الارسال ولیس مما یحتج به ۔ انتھی ۔

نہیں کیا ہے اور ابو حنیفہؒ اہلحدیث کے نزدیک سئی الحفظ ہیں اور رواۃ حفاظ سفیان ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ اور جریر نے ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے اور اس حدیث کو مرسلا روایت کیا ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل حجت نہیں ہوتی ۔

دارقطنی اپنے سنن صـ۱۲۳ میں لکھتے ہیں: لم یسندہ عن موسیٰ بن ابی عائشة غیر ابی حنیفة و الحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: وروی ھذا الحدیث سفیان الثوری و شعبة و اسرائیل بن یونس و شریک و ابو خالد الدالانی و ابو الاحوص و سفیان بن عیینة و جریر بن عبد الحمید وغیرھم عن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد مرسلا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصواب ۔ انتھی ۔

یعنی سفیان ثوری اور شعبہ اور اسرائیل بن یونس اور شریک اور ابو خالد دالانی اور ابو الاحوص اور سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید وغیرہم نے اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مرسلاً روایت کیا ہے یعنی جابرؓ کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہی حق ہے ۔

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:

وھذا الحدیث زاد فیه ابو حنیفة جابر ابن عبد اللہ وقد رواہ جریر والسفیانان و ابو الاحوص و شعبة و زائدۃ و زھیر و ابو عوانة و ابن ابی لیلی و قیس و شریک و غیرھم ۔ فارسلوہ ورواہ الحسن ابن عمارۃ کما رواہ ابو حنیفة وھو اضعف ۔ کذا فی تخریج الھدایة للزیلعی ۔

یعنی اس حدیث میں ابو حنیفہؒ نے جابر بن عبد اللہ کو زیادہ کیا ہے ۔ یعنی اس حدیث کو موصولاً روایت کیا ہے اور جریر اور دونوں سفیان اور ابو الاحوص اور شعبہ اور زائدہ اور زہیر اور ابو عوانہ اور ابن ابی لیلی اور قیس اور شریک وغیرہم نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے ۔ اور اس حدیث کو حسن بن عمارہ نے ابو حنیفہؒ کی طرح مسنداً روایت کیا ہے مگر یہ ابو حنیفہ سے بھی زیادہ ضعیف ہیں ۔

امام بیہقی معرفة السنن میں لکھتے ہیں:

وقد روی السفیانان ھذا الحدیث و ابو عوانة و شعبة و جماعة من الحفاظ عن موسیٰ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابی عائشۃ فلم یسندوہ عن جابر و رواہ عبداللہ بن المبارک ایضا عن ابی حنیفۃ مرسلا۔ انتہی

اور کتاب القراءۃ ص میں لکھتے ہیں:

انما الخبر عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما رواہ اھل العلم وحفاظھم و متقنوھم اھل المعرفۃ بالاخبار عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسلا شعبۃ بن الحجاج عالم اھل زمانہ بالحدیث وسفیان الثوری امام اھل العراق فی الحدیث ومتقنہم حافظہم لم یکن بالعراقیین فی عصرھما مثلھما فی حفظ الحدیث و اتقانہ وابن عیینۃ حافظ اھل الحرم لم یکن بحرم اللہ مکۃ فی زمانہ احفظ منہ۔ رووا ھذا الخبر وجماعۃ غیرھم لیس فیہ ذکر جابر۔ انتھی۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ موسیٰ بن ابی عائشہ کے تلامذہ جو حافظ و متقن ہیں اور علم حدیث کے خوب جاننے والے ہیں۔ مثلاً شعبہ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم ہیں اور سفیان ثوری جو علم حدیث میں اہل عراق کے امام ہیں متقن ہیں اور حافظ ہیں اور عراق والوں میں اُس زمانہ میں حفظ حدیث اور اتقان حدیث میں شعبہ اور سفیان کے مثل کوئی نہ تھا اور ابن عیینہ جو حافظ اہل حرم ہیں اور اُس زمانہ میں مکہ میں اُن سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہ تھا۔ ان سب لوگوں نے اور ان کے علاوہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو مرسلا روایت کیا ہے تو پس اس حدیث کا مرسل ہی ہونا محقق ہے ؛

اِن عبارات منقولہ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ امام ابو حنیفہ سئی الحفظ تھے۔ دوسری یہ کہ آپ اس حدیث کے موصولاً روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ موسیٰ بن ابی عائشہ کے بہت سے تلامذہ ثقات حفاظ نے آپ کی مخالفت کی ہے اور اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے تیسری یہ کہ جن ثقات حفاظ نے آپ کی مخالفت کی ہے وہ حفظ اتقان اور معرفت حدیث میں آپ سے بہت بڑھ کر ہیں۔ چوتھی یہ کہ اس حدیث کا مرسل ہی ہونا حق و صواب ہے۔ پس ان سب باتوں کے معلوم ہونے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام محمد کا طریق بھی صحیح نہیں ہے امام ابو حنیفہ اگر ثقہ ہیں تب تو یہ طریق شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے اور اگر ضعیف ہیں تو نکارت کی وجہ سے ضعیف ہے فتذکر۔ اور یہاں ان عبارات منقولہ سے ایک اور ضروری بات معلوم ہوئی جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ سفیان اور شریک اور جریر نے بھی اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مرسلاً ہی روایت کیا ہے۔ اور ان لوگوں نے بھی امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے یعنی امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کو موسیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن ابی عائشہ سے مسنداً روایت کیا ہے۔ اور ان لوگوں نے اِس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مسنداً روایت نہیں کیا ہے۔ اس بات کو یاد رکھو آئندہ اِس کی ضرورت پڑے گی۔

اگر کوئی کہے کہ دارقطنی اور حافظ ابن عدی کی عبارات منقولہ سے بصراحت ثابت ہے کہ حسن بن عمارہ نے بھی اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مسنداً روایت کیا ہے۔ پس امام ابوحنیفہ اس حدیث کے مسنداً روایت کرنے میں متفرد نہ ہوئے کیونکہ حسن بن عمارہ نے آپ کی متابعت کی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک حسن بن عمارہ نے اس حدیث کے مسنداً روایت کرنے میں امام ابوحنیفہ کی متابعت کی ہے لیکن ان کی متابعت کالعدم ہے۔ کیونکہ یہ (حسن بن عمارہ) متروک ہیں اور ابن المدینی نے ان کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے۔ تقریب میں ہے:

حسن بن عمارۃ البجلی مولاھم ابو محمد الکوفی قاضی بغداد متروك من السابعۃ۔

خلاصہ میں ہے:

قال الدارقطنی متروك ورماہ ابن المدینی بالوضع۔

سنن دارقطنی میں ہے:

ورواہ یونس بن بکیر عن ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ عن موسی بن ابی عائشۃ (الی قولہ) الحسن بن عمارۃ متروك الحدیث۔

کتاب القراءۃ میں ہے:

والحسن بن عمارۃ متروك جرحہ شعبۃ بن الحجاج وسفیان بن عیینۃ فمن بعدھما من ائمۃ اھل الحدیث۔ انتھی

اگر کوئی کہے کہ امام ابوحنیفہ نہ ضعیف ہیں اور نہ اس حدیث کے مسنداً روایت کرنے میں متفرد۔ ضعیف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی وغیرہما نے آپ کی توثیق کی ہے۔ اور بڑے بڑے ائمہ آپ کی توصیف اور آپ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور متفرد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام ابن الہمام نے فتح القدیر صفحہ ۱۳۶ جلد ۱ میں لکھا ہے کہ ”احمد بن منیع کی روایت میں سفیان اور شریک اور جریر نے بھی اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مسنداً روایت کیا ہے اور احمد بن منیع کی یہ روایت شرط شیخین پر ہے۔ اور عبد بن حمید کی روایت میں ابوالزبیر نے بھی اِس حدیث کو مسنداً روایت کیا ہے۔ اور عبد بن حمید کی یہ روایت شرط مسلم پر ہے۔ پس جن محدثین نے لکھا ہے کہ سفیان اور شریک اور جریر نے اِس حدیث کو مسنداً روایت نہیں کیا ہے اُن کا قول

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صحیح نہیں ہے۔ امام ابن الہمام کے اس قول سے معلوم ہوا کہ سفیان اور شریک اور جریر نے امام ابوحنیفہ کی متابعت کی ہے اور امام ابوحنیفہ اس حدیث کے مسنداً روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں۔ فتح القدیر کی عبارت یہ ہے:

وقولهم ان الحفاظ الذين عدوهم لم يرفعوه[1] غير صحيح قال احمد بن منيع في مسنده اخبرنا اسحٰق الازرق ثنا سفيان وشريك عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة قال وحدثنا جرير عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكره ولم يذكر عن جابر ورواه عبد الحميد ثنا ابو نعيم ثنا الحسن ابن صالح عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكره واسناد جابر الاول صحيح على شرط الشيخين والثاني على شرط مسلم فهؤلاء سفيان وشريك وجرير وابو الزبير رفعوه بالطرق الصحيحة فبطل عدهم فيمن لم يرفعه۔ انتهى۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت محدثین کا اختلاف ہے بعض نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف۔ ہم یہاں فریقین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ پھر ان اقوال میں توفیق کی صورت بیان کریں گے امام بخاریؒ کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

النعمان بن ثابت ابو حنيفة الكوفي مولى بني تيم الله بن ثعلبة روى عنه عباد بن العوام وابن المبارك وهيثم ووكيع و مسلم بن خالد وابو معاوية والمقرئ كانوا مرجئا سكتوا عن رايه وحديثه انتهى	یعنی نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کوفی بنی تیم اللہ کے مولیٰ تھے عباد بن عوام اور ابن المبارک اور ہشیم اور وکیع اور مسلم بن خالد اور ابومعاویہ اور مقری نے اُن سے حدیث روایت کی ہے اور وہ مرجی تھے اور اُن کی رائے سے اور اُن کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا ہے۔

امام نسائیؒ کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں:

[1] امام ابن الہمام بجائے لم یرفعوا کے لم یسندوہ لکھنا چاہتا تھا اور اسی طرح رفعوہ اور لم یرفعہ کی جگہ اسندوہ اور لم یسندہ لکھنا چاہتا تھا فتفکر ۱۲ [2] قال الذهبي في سير اعلام النبلاء قال ابن المنير سمعت البخاري يقول ارجوان القى الله ولا يحاسبني على اني اغتبت احدا قلت صدق رحمه الله ومن نظر في كلامه في الجرح والتعديل علم ورعه في الكلام على الناس وانصافه بما يضعفهم فانه اكثر ما يقول منكر الحديث سكتوا عنه وفيه نظر ونحو هذا انتهى كذا في ظفر الاماني ص۳۲

www.KitaboSunnat.com

النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ لیس بالقوی فی الحدیث — یعنی نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کوفی حدیث میں قوی نہیں ہیں۔

ابن الجوزی منتظم میں لکھتے ہیں:

عن عبد اللہ بن علی بن المدینی قال سألت ابی عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا وقال خمسون حدیثا اخطأ فیھا انتھی۔ — یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبد اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی سے ابوحنیفہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے ان کو بہت ضعیف بتایا اور فرمایا کہ انہوں نے پچاس حدیث میں خطا کیا ہے۔

و نیز منتظم[1] میں ہے:

عن ابی حفص عمر بن علی قال ابوحنیفۃ لیس بحافظ مضطرب الحدیث ذاھب الحدیث — یعنی ابو حفص عمر بن علی نے کہا کہ ابوحنیفہ حافظ نہیں ہیں بلکہ مضطرب الحدیث ذاہب الحدیث ہیں۔

حافظ ابن عبد البر تمہید میں لکھتے ہیں:

وقد روی ھذا الحدیث ابوحنیفۃ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سیئ الحفظ عند اھل الحدیث — یعنی جابر کی حدیث من کان لہ امام کو ابوحنیفہ نے مسنداً روایت کیا ہے اور ابوحنیفہ کے سوا کسی اور نے اس حدیث کو مسنداً روایت نہیں کیا ہے اور ابوحنیفہ محدثین کے نزدیک سئی الحفظ ہیں۔

دارقطنی اپنے سنن ص۱۲۳ میں لکھتے ہیں:

لم یسندہ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان۔ — یعنی جابر کی حدیث من کان لہ امام کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے بجز ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی اور نے مسنداً روایت نہیں کیا ہے۔ اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

حافظ ذہبی جن کی نسبت حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:

ھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال۔ — یعنی حافظ ذہبی ان لوگوں میں سے ہیں جو رجال کے پرکھنے میں کامل استقراء والے ہیں۔

میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن الجوزی نے تاریخ میں ایک کتاب دس جلدوں میں لکھی ہے اور اس کا نام منتظم رکھا ہے ۱۲ تذکرۃ الحفاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النعمان بن ثابت بن زوطا ابو حنیفة الکوفی امام اهل الرای ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی واخرون ترجم له الخطیب فصلین من تاریخه واستوفی کلام الفریقین معدلیه مضعفیه انتهی۔

یعنی نعمان بن ثابت بن زوطا ابو حنیفہ کوفی اہل الرائے کے امام نسائی اور ابن عدی اور دوسرے محدثین نے آپ کو من جہتہ الحفظ ضعیف بتایا ہے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں دو فصل میں آپ کا ترجمہ لکھا ہے اور آپکے موثقین اور مضعفین دونوں فریق کے کلام کو بالاستیعاب بیان کیا ہے۔

ونیز حافظ ذہبی اسی میزان میں امام ابو حنیفہ کے پوتے اسمٰعیل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفة قال ابن عدی ثلثتهم ضعفاء۔

یعنی ابن عدی نے کہا کہ اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ یہ تینوں حضرات ضعیف ہیں۔

ابن القطان نے بھی امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے دیکھو دراساۃ اللبیب ص۱۳۳ اور التعلیق المغنی حاشیہ دارقطنی ص۱۳۱۔ سفیان ثوری نے بھی امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے غیث الغمام میں ہے:

ومنها انه قد جرحه سفیان الثوری ایضا۔ انتهی۔

یہاں تک امام صاحب کے مضعفین وجارحین کے اقوال نقل کیے گئے۔ اب اُن کے موثقین کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظه۔

یعنی محمد بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے جس حدیث کو زبانی یاد رکھتے تھے اسی کو بیان کرتے اور جس حدیث کو زبانی یاد نہیں رکھتے اس کو بیان نہیں کرتے۔

خیرات الحسان میں ہے:

وقد قال ابن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد ابن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به۔ وکان شعبة حسن الرای فیه وقال یحیی

یعنی ابن المدینی نے کہا کہ سفیان ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے ابو حنیفہ سے حدیث روایت کی ہے اور ابو حنیفہ ثقہ لا بأس بہ ہیں اور آپ کے بارے میں شعبہ کا خیال اچھا تھا اور یحیٰی بن معین نے کہا کہ ہمارے اصحاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن معین اصحابنا یقرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل اکان یکذب؟ قال لا۔ انتھی۔

ابوحنیفہ کے بارے میں نیز ان کے اصحاب کے بارے میں تقریظ کرتے ہیں پس یحییٰ بن معین سے کہا گیا کیا نہ جھوٹ بولتے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں۔

ونیز خیرات الحسان میں ہے:

وسئل سفیان عنه قال نعم کان ثقة صدوقا فی الفقه والحدیث مامونا علی دین الله۔

یعنی سفیان سے ابوحنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہاں وہ فقہ اور حدیث میں ثقہ صدوق تھے۔ اللہ کے دین پر مامون تھے۔

امام ابوحنیفہ رح کے تفقہ تورع تعبد اور ان کی عقل و رائے کے مدح و ثنا کرنے والے تو بہت لوگ ہیں مگر ان کی توثیق کرنے والے حفاظ حدیث میں سے یہی چار شخص ہیں یحییٰ بن معین۔ ابن المدینی۔ شعبہ۔ سفیان۔ لیکن ابن المدینی سے امام صاحب کی تضعیف بھی منقول ہے کما تقدم۔ اور اگر خیرات الحسان کی عبارت میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں تو ان سے بھی امام صاحب کی تضعیف منقول ہے کما مر۔ فریقین کے اقوال میں میرے نزدیک توفیق کی یہ صورت معلوم ہوتی ہے کہ جن محدثین نے امام صاحب میں کلام کیا ہے اُن کا کلام کرنا فقط من جہۃ الحفظ ہے کما صرح به النسائی وابن عبد البر وغیرهما اور جن محدثین نے امام صاحب کی توثیق کی ہے امام صاحب کی جلالت اور اُن کے صدق کی وجہ سے کی ہے۔ امام ترمذی کتاب العلل میں لکھتے ہیں:

وقد تکلم بعض اهل الحدیث فی قوم من اجلة اهل العلم وضعفوهم من قبل حفظهم آخرون من الائمة بجلالتهم وصدقهم وان کانوا وهموا فی بعض ما رووا۔ انتھی۔

یعنی بعض محدثین نے بعض ایسے لوگوں میں کلام کیا ہے جو کہ جلّہ اہل علم سے ہیں اور من جہۃ الحفظ ان کی تضعیف کی ہے اور دوسرے ائمہ محدثین نے ان کی جلالت اور ان کے صدق کی وجہ سے ان کی توثیق کی ہے۔ اگرچہ اُن لوگوں نے اپنی بعض روایتوں میں وہم کیا ہے۔

هذا ما عندی۔ والله تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ

ملا محمد معین نے دراسات اللبیب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کی نسبت بعض محدثین کی جرح جس مبہم وغیر مفسر ہیں اس وجہ سے نامقبول ہیں ہاں قبلۃ المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری رح کی جرح مفسر ہے۔ پھر ملا صاحب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نے امام بخاری کی کتاب الضعفا سے امام ابوحنیفہ کا ترجمہ نقل کیا ہے جو اوپر منقول ہو چکا ہے پھر لکھا ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب کے ضعیف ہونے کا سبب کوئی ایسا امر نہیں بنایا ہے جو امام صاحب کے احوال کے اختلال کا موجب ہو مثلاً فسق یا رذالت فادحہ یا سوء حفظ یا غلت ضبط یا نکارت بلکہ امام صاحب کے ضعیف ہونے کا سبب ان کا مرجی ہونا قرار دیا ہے"۔ یعنی چونکہ امام صاحب مرجی تھے اس وجہ سے وہ ضعیف و نا قابل احتجاج تھے۔ پھر ملا صاحب نے اس جرح کا جواب بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ مرجی نہیں تھے امام بخاری وغیرہ نے غلط فہمی سے ان کو مرجی خیال کیا ہے۔ اور جب امام ابوحنیفہ مرجی نہیں تھے تو وہ ضعیف بھی نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا سبب ان کا مرجی ہونا قرار نہیں دیا ہے بلکہ امام بخاری نے اپنے خیال کے مطابق ان کا مرجی ہونا ظاہر کیا ہے پھر ان کا ضعیف ہونا بتایا ہے بایں لفظ سکتوا عن رأیہ وحدیثہ یعنی محدثین نے امام ابوحنیفہ کی رائے اور اُن کی حدیث سے سکوت کیا ہے۔ محدثین کا قاعدہ ہے کہ رواۃ کے تراجم میں رواۃ کے اُن خیالات و عقائد کو بھی ظاہر کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد و خیالات کے خلاف ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر امام بخاری نے امام صاحب کے خیال کو ظاہر کر دیا کہ وہ مرجی تھے پھر بتایا کہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف[۱] و نا قابل احتجاج تھے۔ پس ملا صاحب کا یہ فرمانا کہ "امام بخاری نے امام صاحب کے ضعیف ہونے کا سبب اُن کا مرجی ہونا قرار دیا ہے" صحیح نہیں ہے۔ ہاں واضح رہے کہ اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک کسی راوی کا مرجی ہونا اُس کے ضعیف ہونے کا سبب ہے مگر امام بخاری کے نزدیک مرجی ہونا ضعیف ہونے کا سبب نہیں ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں مرجیوں سے حدیثیں روایت کی ہیں دیکھو عمر بن ذر ہمدانی مرجی تھے بلکہ رأس[۲] المرجیین تھے پھر بھی امام بخاری نے اپنے صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔

اسی طرح ایوب بن عبداللہ محمد بن خازم یحییٰ بن صالح و حاظی وغیرہم سے بھی امام بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کی ہے۔ اور یہ سب مرجی تھے پس اگر امام بخاری کے نزدیک کسی راوی کا مرجی ہونا اُس کے ضعیف ہونے کا سبب ہوتا تو اپنے صحیح میں ان مرجیوں سے ہرگز ہرگز روایت نہ کرتے۔ پس صاف معلوم ہوا کہ ملا معین کا یہ قول کہ "امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا سبب ان کا مرجی ہونا بتایا ہے" ملا صاحب کی بے خبری و غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ہاں ملا صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کی بھی خبر نہیں کہ امام بخاری کیسے راوی کی نسبت لفظ سکتوا عنہ استعمال کرتے ہیں۔

---

[۱] فانہ اکثر ما یقول لمنکر الحدیث سکتوا عنہ وفیہ نظر ۱۲۔ [۲] دیکھو مقدمہ فتح الباری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے روایت حدیث میں نہایت درجہ کی تضییق کی ہے یہاں تک کہ آپ نے روایت حدیث کے جائز ہونے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ حدیث اگر زبانی یاد ہو تو روایت کرنا جائز ہے اور اگر زبانی یاد نہ ہو تو روایت کرنا جائز نہیں حفاظ حدیث میں سے کسی نے یہ شرط نہیں لگائی ہے بلکہ اُن کے دونوں شاگردان امام ابویوسف اور امام محمد نے بھی اس شرط میں امام صاحب کی موافقت نہیں کی ہے'' پس جب امام صاحب نے روایت حدیث کے متعلق اتنی تضییق کی ہے تو وہ کیونکر ضعیف و ناقابل احتجاج ہو سکتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام صاحب کے ضعف کا سبب اُن کا سئی الحفظ ہونا بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس تضییق اور اس شرط کے لگانے سے اس سبب کا ازالہ نہیں ہو سکتا سوء حفظ وہ عارضہ ہے کہ جب کسی راوی کو عارض ہوتا ہے تو اس کی زبانی حدیثوں میں بھی گڑبڑی ہو جاتی ہے اور یہ ایک ظاہر اور بدیہی بات ہے بلکہ بعض اوقات قوی الحفظ کی بھی زبانی حدیثوں میں اُس کا حافظہ خیانت کر جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے علی بن مدینی کو تاکید ہدایت کی تھی کہ حدیث نہ بیان کیجیو مگر کتاب سے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض دو قوی الحفظ راوی سے مروی ہوں اور ایک کے راوی کو وہ حدیث زبانی یاد ہو اور ساتھ اس کے وہ صاحب کتاب ہو اور کتاب کی طرف مراجعت کرتا ہو اور دوسری حدیث کے راوی کو وہ حدیث زبانی یاد ہو مگر وہ کتاب کی طرف مراجعت نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں کتاب کی طرف مراجعت کرنے والے راوی کی حدیث غیر مراجع کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔ حازمی کتاب الاعتبار ص۱۶ میں لکھتے ہیں:

الرابع والعشرون ان یکون راوی احد الحدیثین مع حفظه صاحب کتاب یرجع الیه والراوی الاخر حافظا غیر انه لا یرجع الی کتاب فالحدیث الاول اولی ان یکون محفوظا لان الخاطر قد یخون احیانا وقال علی بن المدینی قال لی سیدی احمد بن حنبل رضی الله تعالی عنه لا تحدث الا من کتاب انتهی.

ہاں واضح رہے کہ یہاں تو امام صاحب نے نہایت درجہ کی تضییق کی ہے لیکن راوی کی عدالت کے متعلق نہایت درجہ کی نرمی و آسانی کر دی ہے یہاں تک کہ راوی مجہول الحال کی روایت کو بھی مقبول ٹھیرایا ہے۔ دیکھو حواشی و شرح شرح نخبہ متعلقہ بحث مجہول الحال۔ یہاں امام صاحب نے افراط سے کام لیا ہے اور وہاں تفریط سے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور حفاظ حدیث نے نہ یہاں امام صاحب کی موافقت کی ہے اور نہ وہاں۔ بلکہ اُن کے دونوں شاگردوں نے بھی یہاں امام صاحب کا ساتھ نہیں دیا۔

اگر کوئی کہے کہ مولانا عبدالحی صاحب نے سفیان ثوری کی تضعیف کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ امام صاحب کے اقران سے تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اقران کی جرح نامقبول ہوتی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اقران کی جرح علی الاطلاق نامقبول نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جب تعصب یا منافرت پر مبنی ہو۔ اور سفیان ثوری کو امام صاحب سے نہ کسی قسم کی منافرت تھی اور نہ کچھ تعصب بلکہ سفیان تو امام صاحب کے مداحین سے ہیں علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

واثنی علیہ (ای علی ابی حنیفۃ) الائمۃ الکبار مثل عبداللہ بن المبارک ویعد ھو من اصحابہ وسفیان بن عیینۃ وسفیان الثوری الخ

پس سفیان ثوری کی جرح کو نامقبول بتانا اور اس کی یہ توجیہ کرنا کہ "وہ امام صاحب کے اقران سے تھے" قابل قبول و لائق تسلیم نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا ترجمہ جو میزان سے نقل کیا گیا ہے جس میں نسائی اور ابن عدی کی تضعیف مذکور ہے وہ میزان کے سب نسخوں میں نہیں ہے بلکہ بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ میزان مطبوعہ کے حاشیہ پر درج کیا گیا ہے اور کاتب نے اس کی تصریح بھی کردی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

ولما لم تکن ھذہ الترجمۃ فی نسخۃ وکانت فی اخری اوردتھا علی الحاشیۃ

یعنی چونکہ امام صاحب کا یہ ترجمہ ایک نسخہ میں تھا اور ایک نسخہ میں نہیں تھا اس سبب میں نے اس ترجمہ کو حاشیہ پر درج کیا۔

پس جب امام صاحب کا یہ ترجمہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ ترجمہ الحاقی ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ اور اس کے الحاقی ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ حافظ ذہبی نے خود میزان کے دیباچہ میں تصریح کردی ہے کہ میں ائمہ متبوعین جیسے ابوحنیفہ اور شافعی اور بخاری کا ترجمہ اپنی اس کتاب میزان الاعتدال میں ذکر نہیں کروں گا عبارت اُن کی اس طرح پر ہے:

وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتھم فی الاسلام وعظمتھم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ والشافعی والبخاری۔ انتھی۔

اور علامہ عراقی نے بھی شرح الفیہ میں و نیز علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اس کی تصریح کی ہے چنانچہ یہ دونوں صاحب لکھتے ہیں الا انہ لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین۔ پس اب امام صاحب کے اس ترجمہ کے الحاقی و غیر معتبر ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام صاحب کے اس ترجمہ کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کے الحاقی و غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہے کتب حدیث میں متعدد عبارات د

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان عبارات و روایات کو الحاقی وغیر معتبر نہیں بتاتا دیکھو صحیح مسلم کی یہ عبارت قال ابو اسحاق قال ابو بکر ابن اخت ابی النضر فی هذا الحدیث فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان التیمی الخ۔ صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ہے جیسا کہ علامہ ماردینی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے مگر اس عبارت کو حنفیہ بھی الحاقی وغیر معتبر نہیں کہتے اور سنن نسائی کے بعض نسخوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے۔ حدثنا علی بن حجر انا عیسیٰ هو ابن یونس عن النعمان عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قال لیس علی الذی یاتی البهیمة حد اور بعض نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے مگر حنفیہ بھی اس روایت کو الحاقی وغیر معتبر نہیں کہتے بلکہ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہ کے واسطہ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے تو اس کے جواب میں حنفیہ اسی روایت کو پیش کرتے ہیں۔

الحاصل میزان کے بعض نسخوں میں امام صاحب کے ترجمہ کا ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کے الحاقی ہونے کی دلیل نہیں ہے رہا حافظ ذہبی کا میزان کے دیباچہ میں ائمہ متبوعین کے ترجمہ لکھنے کی نفی کرنا۔ پس واضح ہو کہ حافظ ذہبی نے ائمہ متبوعین کے ترجمہ لکھنے کی مطلقاً نفی نہیں کی ہے بلکہ ائمہ متبوعین کے تراجم غیر منصفانہ طور پر لکھنے کی نفی کی ہے اور میزان کے دیباچہ کی جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ ناقص و ناتمام نقل کی گئی ہے۔ میزان کے دیباچہ میں عبارت منقولہ کے بعد یہ عبارت ہے: فان ذکرت احدا منهم فاذکره علی الانصاف اب دیباچہ کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہوا کہ میں اپنی کتاب میزان میں ائمہ متبوعین جیسے ابو حنیفہ اور شافعی اور بخاری میں سے کسی کا ترجمہ ذکر نہیں کروں گا پس اگر ائمہ متبوعین میں سے کسی کا ترجمہ ذکر کروں گا تو انصاف کے ساتھ ذکر کروں گا" پس علمائے احناف کا یہ دعویٰ کرنا کہ "حافظ ذہبی نے میزان میں ائمہ متبوعین میں سے کسی کا مطلقاً ذکر نہیں کیا ہے" اور اس کے ثبوت میں میزان کے دیباچہ کی ناقص و ناتمام عبارت نقل کرنا عدم تدبر یا ناانصافی پر مبنی ہے۔ اور علامہ عراقی و سیوطی کا یہ لکھنا کہ "ذہبی نے ائمہ متبوعین میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے" اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں صاحبوں کی نظر سے وہ نسخہ نہیں گزرا جس میں امام صاحب کا ترجمہ مذکور ہے۔

اگر کوئی کہے کہ امام صاحب پر جتنی جرحیں ہوئی ہیں وہ سب مبہم ہیں اور اصول حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام صاحب پر جتنی جرحیں ہوئی ہیں وہ سب مبہم نہیں ہیں بلکہ بعض ان میں مفسر بھی ہیں جیسا کہ حافظ ابن عبد البر کی جرح بلفظ وهو سیء الحفظ۔ اور نسائی وغیرہ کی جرح از جانب حافظ فتح الباقی میں[1] ہے:

[1] کذا فی البرہان العجاب ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہ یکون ذا دعا کما فسر الذہبی وابن عبد البر والنسائی والدارقطنی فی ابی حنیفۃ انہ ضعیف من قبل حفظہ۔ انتہیٰ۔

اگر کوئی کہے کہ بعض اوقات جرح مفسر بھی بعض اعیان کے حق میں نامقبول ہوتی ہے جبکہ کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس سے معلوم ہو کہ جارح کی جرح مذہبی تعصب یا دنیاوی منافشہ یا کسی اور خاص وجہ پر مبنی ہے جیساکہ اقران میں یہ باتیں ہوا کرتی ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ امام صاحب کے بعض بعض جارحین اُن کے معصر ہیں جیسے ثوری وغیرہ اور اکثر جارحین اُن کے ہمعصر نہیں ہیں اور جو جارحین ہمعصر نہیں ہیں اُن میں بعض امام صاحب کے مداح بھی ہیں جیسے حافظ ابن عبد البر وغیرہ اور بعض مداح نہیں ہیں تو ذاہین سے بھی نہیں ہیں اور نہ اُن کو امام صاحب سے کسی قسم کی منافرت ہے۔ جیسے حافظ ذہبی وغیرہ پس امام صاحب کے حق میں جرح مفسر کے نامقبول ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

اگر کوئی کہے کہ ابن عدی کی عادت ہے کہ اپنے کامل میں رجال کے متعلق جس قدر اقوال جرح اُن کو ملتے ہیں سب کو جمع کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تم کو کامل ابن عدی میں ثقہ کے متعلق بھی اقوال جرح ملیں گے۔ کامل ابن عدی میں یہ ایک بہت بڑا نقص ہے پس کسی راوی کے متعلق کامل ابن عدی میں اقوال جرح دیکھ کر اس کو ضعیف نہیں سمجھ لینا چاہیے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بیشک ابن عدی کی یہ عادت ہے مگر جو لوگ امام صاحب کو ضعیف سمجھتے ہیں وہ محض ایک کامل ابن عدی میں اُن کے متعلق اقوال جرح دیکھ کر اُن کو ضعیف نہیں کہتے۔ بلکہ امام بخاری کی کتاب الضعفا امام نسائی کی کتاب الضعفا حافظ ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال حافظ ابن عبد البر کی تمہید دارقطنی کی سنن وغیرہا میں بھی امام صاحب کے متعلق اقوال جرح منقول ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ حافظ ذہبی کی یہ شرط ہے کہ جتنے رجال کامل ابن عدی میں مذکور ہیں اُن سب کو حافظ ذہبی نے میزان میں ذکر کیا ہے۔ پس جو حالت کامل ابن عدی کی ہے وہی حالت میزان ذہبی کی بھی ہے پس جیسے کامل ابن عدی میں کسی راوی کے متعلق اقوال جرح دیکھ کر اس کو ضعیف نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح میزان ذہبی میں بھی کسی راوی کے متعلق اقوال جرح دیکھ کر اس کو ضعیف نہیں سمجھنا چاہیے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک حافظ ذہبی کی یہ عادت ہے مگر ساتھ اس کے حافظ ذہبی کی یہ بھی عادت ہے کہ جب ابن عدی کسی ثقہ کے متعلق اقوال جرح نقل کر کے سکوت کرتے ہیں تو حافظ ذہبی اپنے میزان میں اُن کی تردید کر دیتے ہیں اور بعض مقام میں صاف لکھ دیتے ہیں کہ ابن عدی اس راوی کو اپنے کامل میں ذکر نہ کیے ہوتے تو میں اُس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو میزان میں ذکر نہ کرنا لیکن امام صاحب کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے ابن عدی کی کچھ تردید نہیں کی ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ ابن عدی اپنے کامل میں امام صاحب کو ذکر نہ کیے ہوتے تو میں امام صاحب کو ذکر نہ کرتا علاوہ بریں امام صاحب کے متعلق اقوال جرح کامل ابن عدی اور میزان ذہبی کے علاوہ اور کتب رجال میں بھی تو مذکور ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ نسائی متعنت فی الجرح ہیں اور متعنت کی جرح قابل اعتماد نہیں ہوتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ مانا ہم نے کہ نسائی متعنت فی الجرح ہیں مگر متعنت کی جرح اُس صورت میں ناقابل اعتماد ہوتی ہے جبکہ وہ متفرد ہو اور ما نحن فیہ میں نسائی متفرد نہیں ہیں بلکہ ناقدین حدیث کی ایک جماعت نسائی کے ساتھ ہے کما تقدم۔ پس نسائی کی جرح کے ناقابل اعتماد ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

یہاں تک امام ابو حنیفہ رح کے توثیق و تضعیف کے متعلق بحث تھی ہم نے موثقین و مضعفین دونوں فریق کے اقوال کو نقل کر دیا ہے اور فریقین کے اقوال میں ہمارے نزدیک توفیق کی جو صورت تھی ہم نے اس کو بھی لکھ دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر امام ابو حنیفہ رح ثقہ ہی ہوں تو بھی امام محمد کا وہ طریق جس میں امام ابو حنیفہ واقع ہیں صحیح نہیں ہو سکتا جیسا کہ تم کو اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ اب رہی اس بات کی تحقیق کہ سفیان اور شریک اور جریر نے امام ابو حنیفہ کی متابعت کی ہے یا نہیں یعنی جیسے امام ابو حنیفہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے حدیث من کان لہ امام کو مسنداً بذکر جابر رض روایت کیا ہے اسی طرح پر سفیان اور شریک اور جریر نے بھی موسیٰ بن ابی عائشہ سے اِس حدیث کو مسنداً بذکر جابر روایت کیا ہے یا نہیں اور امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں پس واضح ہو کہ جریر کا متابعت نہ کرنا تو خود ابن الہمام نے صراحۃً بیان کر دیا ہے چنانچہ فتح القدیر کی عبارت صفحہ میں ہے قال وحدثنا جریر عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرہ ولم یذکر عن جابر۔ یعنی احمد بن منیع نے جریر سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر احمد بن منیع نے جریر کے طریق میں جابر رض کو ذکر نہیں کیا ہے یعنی مرسلاً روایت کیا ہے۔ دیکھو ابن الہمام نے خود صاف تصریح کر دی ہے کہ جریر کے طریق میں جابر رض کا ذکر نہیں ہے پھر آخر عبارت میں امام ابن الہمام کا یہ فرمانا فھٰؤلاء سفیان وشریک وجریر وابو الزبیر رفعوہ۔ یقیناً مسامحہ ہے یہاں جریر کا نام امام ممدوح کی وہم سے درج ہو گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب رہا سفیان و شریک کا متابعت کرنا سو واضح ہو کہ ان دونوں صاحب کی متابعت کا ثبوت صرف احمد بن منیع کے اسی ایک طریق (اخبرنا اسحٰق الازرق ثنا سفیٰن و شریک عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابر) پر موقوف ہے پس اگر احمد بن منیع کا یہ طریق اُن کے مسند میں اسی طرح یہ بذکر جابر رضہ ہے جیسا کہ ابن الہمام نے نقل کیا ہے تو بیشک سفیان و شریک کی متابعت ثابت اور امام ابو حنیفہ کا تفرد غفور ورنہ متابعت معدوم اور تفرد موجود۔ لیکن احمد بن منیع کے اس طریق کا اُن کے مسند میں اس طرح یہ بذکر جابر رضہ ہونا ممنوع و غیر مسلم ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مسند احمد بن منیع میں یہ طریق مرسلاً یعنی بلا ذکر جابر رضہ مروی ہے دو وجہ سے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ موسیٰ بن ابی عائشہ کے تلامذہ ثقات حفاظ نے اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے مرسلاً ہی روایت کیا ہے اور سفیان اور شریک اور جریر کا بھی موسیٰ بن ابی عائشہ سے مرسلاً ہی روایت کرنا مشہور و معروف ہے محدثین نے اس کی صاف تصریح کی ہے اور ائمہ حدیث سے کسی نے ان لوگوں کا اس حدیث کو مسنداً روایت کرنا نہیں لکھا ہے بلکہ ائمہ حدیث نے صاف تصریح کی ہے کہ سفیان اور شریک اور جریر نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے یعنی انہوں نے مسنداً روایت کیا ہے۔ اور ان لوگوں نے ان کے خلاف مرسلاً روایت کیا ہے۔ دیکھو حافظ ابن عبدالبر اور دارقطنی وغیرہما کی عبارات منقولہ بالا۔ پس اگر احمد بن منیع کا یہ طریق اُن کے مسند میں مسنداً مروی ہوتا جیسا کہ ابن الہمام نے نقل کیا ہے تو محدثین رح سفیان اور شریک اور جریر کو امام ابو حنیفہ کا مخالف ہرگز ہرگز نہ بتاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ احمد بن منیع کا یہی ایک طریق بذکر جابر رضہ بظاہر صحیح ہے کیونکہ موصول بھی ہے۔ اور اس کے تمام رواۃ بالاتفاق ثقہ بھی ہیں اور کوئی علت قادحہ بھی اس میں بظاہر پائی نہیں جاتی۔ بخلاف اور طرق کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی علت قادحہ ضرور پائی جاتی ہے پس علمائے حنفیہ کو جابر رضہ کی حدیث (من کان لہ امام) کی تصحیح کے موقع میں و نیز معرض استدلال میں احمد بن منیع کے اس طریق کے پیش کرنے کی جیسی سخت ضرورت ہے ظاہر ہے مگر بایں حاجت شدیدہ احمد بن منیع کے اس طریق کو بجز ابن الہمام کے کوئی بھی ذکر نہیں کرتا ہے۔ نہ امام طحاوی اور نہ علامہ ماردینی اور نہ ان کے شاگرد حافظ زیلعی اور نہ علامہ عینی اور نہ کوئی اور دوسرے طریق کو موقع تصحیح یا محل احتجاج میں پیش کرتے ہیں مگر احمد بن منیع کے اس طریق کو کوئی بھی ذکر نہیں کرتا ہے۔ اور جو لوگ اس طریق کو پیش کرتے ہیں وہ ابن الہمام کی فتح القدیر ہی سے نقل کرتے ہیں پس ان دونوں وجہوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ احمد بن منیع کا یہ طریق اُن کے مسند میں مسنداً مروی نہیں ہے بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرسلاً مروی ہے اور ابن الہمام نے مسند احمد بن منیع کے جس نسخہ سے اس طریق کو نقل کیا ہے اس نسخہ میں عبداللہ بن شداد کے بعد عن جابر کا لفظ کاتب کی غلطی سے زائد ہو گیا ہے۔ پس جب احمد بن منیع کے طریق کی یہ حالت ہے تو اس سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ سفیان اور شریک نے امام ابوحنیفہؒ کی متابعت کی ہے۔

اب رہا عبد بن حمید کا طریق جس کو امام ابن الہمام نے شرط مسلم پر بتایا ہے سو واضح ہو کہ اس طریق کا مسند عبد بن حمید میں بلا ذکر جابر جعفی کے مروی ہونا جیسا کہ ابن الہمام نے نقل کیا ہے کسی طرح قابل تسلیم نہیں بلکہ حق و ثواب یہ ہے کہ عبد بن حمید کے اس طریق میں حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے مسند عبد بن حمید کا ایک قلمی صحیح نسخہ مولانا شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی کے کتب خانہ میں موجود ہے اس نسخہ صحیحہ کے ص۲۲۷ میں یہ حدیث بایں لفظ مروی ہے:

حدثنا ابو نعیم قال ثنا الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ انتھی بلفظہ۔

دیکھو اس صحیح نسخہ میں حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے اور ہاں بیہقی نے اس حدیث کو کتاب القراءۃ ص۱۰۰ میں اس طریق سے روایت کیا ہے جس طریق سے عبد بن حمید نے روایت کیا ہے اور بیہقی کے طریق میں بھی حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے کتاب القراءۃ ص۱۰۰ میں ہے:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ اخبرنی محمد بن صالح بن ھانی نا احمد بن محمد بن نصر نا ابو نعیم نا الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ رای مثل روایۃ اسحٰق بن منصور السلولی عن الحسن بن صالح المتقدمۃ

اور دارقطنی نے بھی اس حدیث کو اس طریق سے روایت کیا ہے جس طریق سے عبد بن حمید نے روایت کیا ہے اور دارقطنی کے طریق میں بھی حسن ابن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے۔ سنن دارقطنی ص۱۲۶ میں ہے:

حدثنا محمد بن مخلد ثنا محمد بن اشکاب ثنا ابو نعیم و شاذان و ابو غسان قالوا انا الحسن بن صالح عن جابر ح و حدثنا محمد بن مخلد ثنا العباس بن محمد نا ابو نعیم ثنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ ای مثل حدیث اسحٰق بن منصور و یحیی بن ابی بکر المتقدم۔

دیکھو دارقطنی کے طریق میں بھی حسن بن صالح اور ابو الزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے پس جب مسند عبد بن حمید کے نسخہ صحیحہ میں و نیز کتاب القراءت و دارقطنی میں حسن بن صالح اور ابو الزبیر کے درمیان جابر جعفی واقع ہے تو صاف روشن ہو گیا کہ مسند عبد بن حمید کے جس نسخہ سے ابن الہمام نے اس طریق کو نقل کیا ہے اس میں ناسخ کی غلطی سے حسن بن صالح کے بعد لفظ عن جابر چھوٹ گیا ہے۔ اور حق و صواب یہ ہے کہ مسند عبد بن حمید میں حسن بن صالح اور ابو الزبیر کے درمیان جابر جعفی کا واسطہ ہے پس ابن الہمام کا اس طریق کو شرط مسلم پر بتانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور ہاں اس طریق کے ضعف کی ایک وجہ اور ہے جو آگے آتی ہے۔

الحاصل امام ابن الہمام کا یہ دعویٰ کرنا کہ "سفیان اور شریک اور جریر اور ابو الزبیر نے حدیث من کان لہ امام کو طرق صحیحہ سے مسنداً روایت کیا ہے" اور اس دعویٰ پر مسند احمد بن منیع اور مسند عبد بن حمید کے ان طرق سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں جابر رضی کی حدیث کو بایں سند روایت کیا ہے:

حدثنا مالک بن اسمٰعیل عن حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام فقراءتہ لہ قراءۃ۔

علامہ ماردینی مصنف ابن ابی شیبہ سے اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں ھٰذا سند صحیح یعنی یہ سند صحیح ہے۔ پس جب مصنف ابن ابی شیبہ کا یہ طریق صحیح ہے تو محدثین کا یہ قول کہ یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب امام بخاری وغیرہ نقاد حدیث نے اس حدیث کو علی الاطلاق ضعیف بتایا اور صاف تصریح کر دی کہ یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے تو ابن ابی شیبہ کا یہ طریق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا ضعف تو ظاہر ہے کیونکہ اس طریق میں ابو الزبیر واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو بلفظ عن روایت کیا ہے حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ص۱۲ میں لکھتے ہیں قال غیر واحد ھو مدلس فاذا صرح بالسماع فھو حجۃ اور ابن ابی شیبہ کے اس طریق کے ضعیف ہونے کی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ حسن بن صالح کے عامہ تلامذہ ثقات اسحٰق بن منصور اور ابو نعیم اور یحیی بن بکیر اور عبید اللہ بن موسیٰ اور اسود بن عامر شاذان وغیرہم نے حسن بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی کو ذکر کیا ہے (دیکھو طحاوی ۔ دارقطنی ۔ ابن ماجہ کتاب القراءۃ) اور ابن ابی شیبہ کے اس طریق میں اگرچہ مالک بن اسمٰعیل ابوغسان نے حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن انھوں نے دارقطنی کی روایت میں جابر جعفی کو ذکر کیا ہے سنن دارقطنی صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

حدثنا محمد بن مخلد ثنا محمد بن اشکاب ثنا ابو نعیم وشاذان وابو غسان قالوا انا الحسن بن صالح عن جابر ح وحدثنا محمد بن مخلد ثنا العباس بن محمد ابو نعیم ثنا الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ۔

پس جب حسن بن صالح کے عامہ تلامذہ ثقات حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی کو ذکر کرتے ہیں اور خود مالک بن اسمٰعیل ابوغسان نے بھی دارقطنی کی روایت میں ذکر کیا ہے۔ تو ظاہر یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کے اس طریق میں بھی جابر جعفی کا واسطہ ہے مالک بن اسمٰعیل کبھی جابر جعفی کو ذکر کرتے ہیں اور کبھی ذکر نہیں کرتے۔

اگر کوئی کہے کہ علامہ ماردینی جوہر النقی صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں کہ حسن بن صالح کا سماع ابوالزبیر سے ممکن ہے پس ابن ابی شیبہ کا یہ طریق اتصال پر محمول ہوگا اور کہا جائے گا کہ حسن ابن صالح نے کبھی ابوالزبیر سے بلا واسطہ جابر جعفی کے سنا ہے اور کبھی بواسطہ جابر جعفی کے سنا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں یہ بھی احتمال ہے مگر ظاہر احتمال یہ ہے کہ حسن بن صالح نے ابوالزبیر سے بواسطہ جابر جعفی کے سنا ہے جیسا کہ اُن کے عامہ تلامذہ ثقات اُن سے روایت کرتے ہیں اور جیسا کہ خود مالک بن اسمٰعیل نے بھی دارقطنی کی روایت میں بواسطہ جابر جعفی کے روایت کیا ہے پس مالک بن اسمٰعیل کبھی جابر جعفی کو ذکر کرتے ہیں اور کبھی ذکر نہیں کرتے ہیں اور رواۃ کا ایسا کرنا ثابت ہے امام مسلم اپنے صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

کانت لھم تارات یرسلون فیھا الاحادیث ولا یذکرون من سمعوہ منہ وتارات ینشطون فیھا فیسندون الخبر علی ھیئۃ ما سمعوا انتھی۔

پس جب یہ بھی احتمال ہے اور یہی احتمال ظاہر ہے تو علامہ ماردینی کا یہ قول کہ "کہا جائے گا کہ حسن بن صالح نے کبھی ابوالزبیر سے بلا واسطہ جابر جعفی کے سنا ہے الخ" کیونکر قابل وثوق ہو سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا دوسرا جواب

پہلے جواب سے معلوم ہو چکا ہے کہ حدیث من کان لہ امام بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے۔ اب ہم اس حدیث کو صحیح فرض کرتے ہیں اور صحیح مان کر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اس تقدیر پر بھی اس حدیث سے قراءت خلف امام کا نسخ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس سنو دلیل ناسخ کے لیے ضرور ہے کہ دلیل منسوخ کی مخالف و معارض ہو کیونکہ اگر دو دلیلوں کے درمیان تخالف و تعارض نہیں تو اُن میں سے کوئی دوسری کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ اور احادیث قراءت خلف امام اور حدیث من کان لہ امام میں عند الحنفیہ تخالف و تعارض نہیں ہے کیونکہ حنفیہ کہتے ہیں کہ "احادیث قراءت خلف امام سے قراءت خلف امام کا وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ اباحت ثابت ہوتی ہے" اور حدیث من کان لہ امام سے قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس حدیث سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے مقتدی کو خود قراءت کرنے کی ضرورت نہیں۔ غیث الغمام صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

توضیحہ ان معنی قرأۃ الامام لہ قراءۃ	یعنی حدیث من کان لہ امام کے معنی یہ ہیں کہ امام
قراءتہ کافیۃ لہ ومجزیۃ لا یحتاج معہا الی قراءۃ	کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کو خود قراءت
بنفسہ وقد اوضح ھذا المعنی جمع من الصحابۃ	کرنے کی حاجت نہیں اور اس معنی کو صحابہ وغیرہم کی ایک
وغیرھم حیث قالوا تکفیک قراءۃ الامام	جماعت نے واضح کر دیا ہے اس واسطے کہ ان لوگوں نے کہا
او حسبک قراءۃ الامام او نحو ذلک	ہے کہ تم کو امام کی قراءت کفایت کرے گی۔

اور تعلیق الممجد میں ہے۔ ھو لا یدل علی المنع بل علی الکفایۃ یعنی حدیث من کان لہ امام قراءت خلف امام کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ کفایت پر دلالت کرتی ہے پس جب حدیث من کان لہ امام سے قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی تو ظاہر ہے کہ اس حدیث اور احادیث قراءت خلف امام میں تخالف و تعارض نہیں ہے اور جب تخالف و تعارض نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ حدیث من کان لہ امام احادیث قراءت خلف امام کی ناسخ نہیں ہو سکتی واضح ہو کہ علمائے حنفیہ نے حدیث من کان لہ امام سے قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت کرنے کے لیے چند تقریریں کی ہیں جو بالکل مخدوش و ناقابل التفات ہیں مولانا عبدالحی صاحب نے امام الکلام اور غیث الغمام میں ان تقریروں کی تردید بہت اچھی طرح پر کر دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا تیسرا جواب

اگر فرض کیا جائے کہ حدیث من کان لہ امام سے قراءت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے تو بھی اس حدیث سے قراءت خلف امام کا نسخ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ناسخ کے لیے ضرور ہے کہ منسوخ سے مؤخر ہو اور اس حدیث کا احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ علمائے حنفیہ اس حدیث سے احادیث قراءت خلف امام کے منسوخ ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر کسی دلیل صحیح سے اس حدیث کا تاخرہ ثابت نہیں کرتے۔

تنبیہ

الفرقان کے مصنف نے لکھا ہے کہ جابرؓ کی یہ حدیث من کان لہ امام مختصر ہے پورا قصہ وہ ہے جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں ابن عدی اور حاکم سے بایں لفظ نقل کیا ہے:

عن جابر ان رجلا قرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في الظهر والعصر فاومأ اليه رجل فنهاه فلما انصرف اقبل عليه الرجل وقال اتنهاني عن القراءة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى ذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءة الامام له قراءة۔

یعنی جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی پس ایک شخص نے اشارہ سے اُس کو منع کیا پھر جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس منع کرنے والے شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتا ہے پھر وہ دونوں باہم جھگڑے یہاں تک کہ اُس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا پس آپ نے فرمایا جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے قراءت ہے۔

مصنف مذکور لکھتا ہے کہ اس حدیث مطول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نماز جہری وسری میں قراءت خلف امام منسوخ ہو چکی تھی اور صحابہ کرام اس سے واقف ہو چکے تھے اس لیے کسی ناواقف نے جو پڑھنا شروع کیا تو اس کو نماز ہی میں اشارۃً منع کر دیا اگر پہلے سے اس کی ممانعت نہ ہو چکی ہوتی تو اس نہی عاجلانہ کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی ہے سوا محالہ جابرؓ کی یہ حدیث (من کان لہ امام)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر ہے و نیز حدیث واذا قرأ فانصتوا کے بعد کی ہے جس سے نسخ فی السریہ ہوا۔ انتہٰے ملخصاً۔

میں کہتا ہوں کہ جابر کی یہ حدیث مطول بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہے کیونکہ جابر سے اس حدیث مطول کا روایت کرنے والا ابوالولید ہے اور یہ مجہول ہے معلوم نہیں کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ اس حدیث مطول کے علاوہ ایک حدیث مطول اور ہے جس میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سے کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے تو سب لوگ چپکے ہو رہے آپ نے تین مرتبہ لوگوں سے دریافت فرمایا تینوں مرتبہ لوگ چپ رہے پھر ایک شخص نے کہا میں نے پڑھا ہے آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا کہ تم لوگوں میں سے بعض نے میرے ساتھ قراءت میں منازعت کی ہے۔ ان دونوں مطول حدیثوں کو موسیٰ بن ابی عائشہ نے عبداللہ بن شداد سے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن شداد نے پہلی حدیث مطول کو جابر سے بواسطہ ابوالولید کے روایت کیا ہے۔ اور دوسری حدیث مطول کو جابر سے بلا واسطہ ابوالولید کے روایت کیا ہے۔ موسیٰ بن ابی عائشہ نے دارقطنی وغیرہ کی روایت میں اس کی صاف تصریح کی ہے دارقطنی صـ۱۲۳ میں ہے:

حدثنا ابوبکر النیسابوری ثنا احمد بن عبدالرحمٰن بن وھب ثنا عمی ثنا اللیث بن سعد عن یعقوب عن النعمان عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عبداللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ ان رجلا قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلما انصرف النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من قرأ منکم بسبح اسم ربك الاعلیٰ فسکت القوم فسألھم ثلاث مرات کل ذلك یسکتون ثم قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا وقال عبداللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر بن عبداللہ ان رجلا قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر او العصر فاوما الیہ رجل فنھاہ فلما انصرف قال اتنھانی ان اقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا ذلك حتی سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءتہ لہ قراءۃ۔ ابوالولید ھذا مجھول۔

امام ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے بیہقی کتاب القراءۃ صـ۱۰۳ میں دارقطنی کی اس روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

وروی ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ الامام ھذا الحدیث عن احمد بن عبد الرحمٰن بن وھب کما رواہ ابوبکر بن زیاد النیسابوری وھو احد الائمۃ فی الفقہ والحدیث نحوہ قال ابن خزیمۃ ابو الولید مجھول لا یدری من ھو کما قال الدارقطنی انتھی

حافظ ابو علی نے صاف لکھ دیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ پہلی حدیث مطول کو موسیٰ بن ابی عائشہ نے عبداللہ بن شداد سے بواسطہ ابو الولید کے روایت کیا ہے اور دوسری حدیث مطول کو جس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے کا تذکرہ ہے بلا واسطہ ابو الولید کے روایت کیا ہے کتاب القراءۃ صـ۱۰۲ میں ہے:

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال قال ابو علی الحافظ ھکذا کتبناہ وھو خطأ انما ھو اللیث ابن سعد عن یعقوب ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبداللہ ابن شداد بن الھاد عن ابی الولید عن جابر یعنی القصۃ الاولیٰ واما القصۃ الاخری فانما ھذا الاسناد دون ذکر ابی الولید فی اسنادہ انتھی۔

حافظ ابو علی کے اس قول میں قصہ اولیٰ سے مراد پہلی حدیث مطول ہے اور قصہ اخریٰ سے مراد دوسری حدیث مطول ہے جس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے کا تذکرہ ہے دیکھو کتاب القراءۃ۔

الحاصل القرقان کے مصنف نے حدیث من کان لہ امام کے احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر ہونے پر جس حدیث مطول سے استدلال کیا ہے وہ بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس کا مدار ابو الولید پر ہے اور یہ مجہول ہے معلوم نہیں کہ کون ہے اور کیسا ہے اور ہاں اس حدیث مطول کے ضعیف ہونے کی ایک اور وجہ ہے وہ یہ کہ یہ حدیث مضطرب المتن ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں مطول حدیثوں کا واقعہ ایک ہے لیکن پہلی حدیث مطول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیچھے جس نے قراءت کی تھی آہستہ قراءت کی تھی اور اس کی قراءت آپ کو مسموع و معلوم نہیں ہوئی تھی جب آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تب آپ کو اس کا قراءت کرنا معلوم ہوا۔ اور دوسری مطول حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے آپ کے پیچھے قراءت کی تھی بالجہر قراءت کی تھی اور اس کی قراءت آپ کو مسموع و معلوم ہوئی تھی کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلا تذکرہ کرنے کسی کے خود آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے و نیز پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیچھے جس نے قراءت کی تھی اس کی قراءت کی وجہ سے آپ کی قراءت میں کچھ خلجان نہیں ہوا تھا۔ اور دوسری حدیث مطول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءت کی وجہ سے آپ کی قراءت میں خلجان ہوا کیونکہ اس دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا ہے قد علمت ان بعضکم خالجنیہا الغرض پہلی حدیث مطول بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہے الفرقان کے مصنف کا اس حدیث سے حدیث من کان لہ امام کے تأخر پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا چوتھا جواب (۴)

جابر کی یہ حدیث (من کان لہ امام) آیہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن کی مخالف و معارض ہے کیونکہ یہ آیت بعمومہ مقتدی کو بھی شامل ہے پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر بھی قراءت فرض ہے جیساکہ امام و منفرد پر فرض ہے اور حدیث من کان لہ امام سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو قراءت کرنا ممنوع و ناجائز ہے یا مقتدی کو قراءت کرنا ضروری نہیں امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے پس یہ حدیث بمقابلہ آیت قرآنیہ کے ہرگز مقبول و قابل عمل نہیں ہو سکتی ورنہ خبر واحد سے آیت قرآنیہ کا ترک کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ صفحہ جلد ا میں لکھا ہے:

فان قلت قولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ معارض بقولہ تعالیٰ فاقرءوا فلا یجوز ترکہ بخبر الواحد قلت جعل المقتدی قارئا بقراءۃ الامام فلا یلزم الترک۔

یعنی اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول من کان لہ امام اللہ تعالیٰ کے قول فاقرءوا ما تیسر من القرآن کے مخالف و معارض ہے۔ پس خبر واحد سے اللہ تعالیٰ کے قول کو ترک کرنا جائز نہیں تو میں کہوں گا کہ مقتدی امام کی قراءت سے قاری ٹھیرایا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ کے قول کو ترک کرنا لازم نہیں آتا۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث من کان لہ امام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام کی قراءت عین قراءت مقتدی ہے کیونکہ یہ بدیہی البطلان ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کو خود قراءت کرنے کی ضرورت نہیں جیساکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے یا بقول بعض علمائے حنفیہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مقتدی کو قراءت کرنا حرام و ناجائز ہے پس جب حدیث من کان لہ امام کا یہ مطلب ہے تو ظاہر ہے کہ اس حدیث کا آیہ فاقرءوا ما تیسر سے مخالف و معارض ہونا علی حالہ باقی ہے کیونکہ آیت یہ کہتی ہے کہ مقتدی کو قراءت کرنا فرض ہے اور حدیث یہ کہتی ہے کہ مقتدی کو قراءت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کی قراءت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس کے لیے کافی ہے۔ یا مقتدی کو قراءت کرنا حرام و نا جائز ہے۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا پانچواں جواب(۵)

حدیث من کان له امام اگر مطلقاً قراءت خلف امام کی حرمت و ممنوعیت پر دال ہے تو یہ حدیث عند الحنفیہ بھی ناقابل استدلال ہے اس واسطے کہ اس حدیث کو حضرت جابرؓ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ حضرت انس حضرت ابوسعید خدری حضرت ابن عباس حضرت علی حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابن عمر نے بھی روایت کیا ہے دیکھو تخریج ہدایہ للزیلعی وللحافظ ابن حجر وغیرہما۔ اور ان تمام حضرات نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیا ہے۔ اور عند الحنفیہ یہ محقق ہو چکا ہے کہ جب راوی صحابی اپنی حدیث کے خلاف فتویٰ دے یا عمل کرے تو اُس کی حدیث منسوخ سمجھی جاوے گی۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث من کان له امام عند الحنفیہ منسوخ و ناقابل استدلال ہے۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ پہلے باب میں مذکور ہو چکا ہے اور اس دوسرے باب میں ابوہریرہؓ کے فتویٰ کے متعلق بہت مفید بحث لکھی گئی ہے اور متعدد روایات صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نماز سری و جہری دونوں میں قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور باقی حضرات کے فتوے یہاں لکھے جاتے ہیں:

حضرت انس کا فتویٰ بابت قراءت خلف امام

کتاب القراءۃ صفحہ ۶۸ میں ہے:

ذکر الروایة فیه عن انس بن مالك رضی الله عنه اخبرنا ه ابو عبد الله الحافظ حدثنی محمد بن یعقوب انا محمد بن اسحق نا احمد بن سعید الدارمی ثنا النضر یعنی ابن شمیل ثنا العوام وهو ابن حمزة عن ثابت عن انس قال کان یأمرنا بالقراءة خلف الامام قال وکنت اقوم الی جنب انس فیقرأ بفاتحة الکتاب وسورة من المفصل ویسمعنا قراءته لنأخذ عنه۔

یعنی ثابت سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ ہم لوگوں کو قراءت خلف امام کا حکم کرتے تھے ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا اور میں حضرت انسؓ کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا پس وہ فاتحہ اور مفصل سے کوئی اور سورہ پڑھتے تھے اور ہم کو اپنی قراءت سناتے تھے تاکہ ہم آپ سے اخذ کریں۔

بیہقی نے حضرت انس کے اس فتوے کو ایک اور دوسری سند سے روایت کیا ہے جس میں بجائے عوام بن حمزہ کے عوام بن حوشب واقع ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ خدری کا فتویٰ بابت قراءت خلف امام

کتاب القراءۃ ص۷۶ میں ہے:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن اسحٰق انا ابو بکر محمد بن یحیی بن سھل نا محمد ابن یحیی نا محمد بن عبد اللہ بن المثنی نا العوام بن حمزۃ عن ابی نضرۃ قال سألت ابا سعید الخدری عن القراءۃ خلف الامام فقال بفاتحۃ الکتاب۔

یعنی ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری سے قراءت خلف امام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے۔

نیموی مرحوم ابو سعید خدری کے اس اثر کو آثار السنن ص۷۴ میں جزء القراءۃ سے نقل کر کے لکھتے ہیں یعنی اس اثر کی سند حسن ہے۔

تنبیہ

علامہ ماردینی جوہر النقی ص۱۶۸ جلد ا میں انسؓ اور ابو سعید خدریؓ کے ان دونوں اثر کی نسبت لکھتے ہیں:

فی سندھما العوام بن حمزۃ ھو المازنی	یعنی ان دونوں اثر کی سند میں عوام ابن حمزہ مازنی ہیں
قال ابن الجوزی فی کتاب الضعفاء قال یحیی	ابن الجوزی نے کتاب الضعفا میں لکھا ہے کہ یحیی نے کہا
لیس حدیثہ بشیء وقال احمد لہ احادیث	کہ عوام بن حمزہ کی حدیث کوئی چیز نہیں ہے اور امام احمد نے
مناکیر۔	کہا کہ ان کی کچھ حدیثیں منکر ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ماردینی کی عادت ہے کہ اکثر اپنی مخالف روایات کے رجال کے متعلق جارحین کی جرحوں کو نقل کر دیتے ہیں اور معدلین کے اقوال تعدیل کو نقل نہیں کرتے۔ علامہ ممدوح نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی عوام بن حمزہ کی نسبت اقوال جرح کو تو نقل کر دیا اور اقوال تعدیل کو نقل نہیں فرمایا حالانکہ یہاں ازروئے اصول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث اقوال جرح پر اقوال تعدیل مقدم ہیں کیونکہ بیان جرح مبہم ہے اچھا اب عوام بن حمزہ کی نسبت اقوال تعدیل سنو خلاصہ میں ہے وثقه اسحٰق و ابو داؤد۔ یعنی اسحٰق اور ابوداؤد نے عوام بن حمزہ کو ثقہ کہا ہے اور خلاصہ کے حاشیہ میں ہے قال النسائی لیس به باس۔ یعنی نسائی نے کہا کہ عوام بن حمزہ لاباس بہ ہیں یعنی مقبول و قابل احتجاج ہیں اور ابن عدی نے بھی ان کو لاباس بہ کہا ہے میزان میں ہے قال ابن عدی ارجوانه لاباس به دیکھو اسحاق اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن عدی نے عوام بن حمزہ مازنی کی تعدیل و توثیق کی ہے اور چونکہ اُن کی نسبت جو جرح ہے وہ مبہم ہے اس وجہ سے بیان جرح پر تعدیل مقدم ہے پھر بھی علامہ ماردینی نے اقوال جرح کو نقل فرمایا اور اقوال تعدیل سے خاموشی اختیار کی۔

الحاصل عوام بن حمزہ مقبول و قابل احتجاج ہیں اور حضرت انسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے دونوں اثر کی سند حسن ہے اور علامہ ماردینی کا عوام بن حمزہ کی نسبت اقوال جرح نقل کرنا بے سود ہے یہی وجہ ہے کہ نیموی مرحوم نے ابوسعید خدری کے اثر کی اسناد کو حسن بتایا ہے۔

حضرت ابن عباس کا فتویٰ بابت قراءت خلف امام

حضرت ابن عباس کا فتویٰ پہلے باب میں مصنف ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اور کتاب القراءۃ سے نقل ہو چکا ہے مگر اصل کتاب القراءۃ سے نقل نہیں ہوا تھا بلکہ کنز العمال سے۔ اب ہم یہاں اصل کتاب القراءۃ سے مع السند نقل کرتے ہیں۔ کتاب القراءۃ ص۱۳۷ میں ہے:

انبأنی ابو عبدالله الحافظ اجازة ان ابا علی الحافظ اخبرهم ثنا محمد بن اسحٰق بن خزیمة ثنا عبدالوهاب بن فلیح المکی ثنا مروان بن معاویة الفزاری عن اسمٰعیل بن ابی خالد ثنا العیزار بن حریث قال سمعت ابن عباس یقول اقرأ خلف الامام بفاتحة الکتاب وهذا سند صحیح لاغبار علیه۔

یعنی عیزار بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے سنا آپ فرماتے تھے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ۔ بیہقی نے کہا کہ اس اثر کی سند صحیح ہے اس پر کچھ غبار نہیں ہے۔

اور اسی کتاب کے ص۶۴ میں ہے:

اخبرنا ابو عبدالله الحافظ انا ابو بکر بن اسحٰق الفقیه انا بشر بن موسی نا موسی بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داؤد وهو الضبي نا عقبة يعني ابن عبد الله الاصم عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنه قال اقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر

یعنی عطا سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءت کر امام جہر سے قراءت کرے یا جہر سے قراءت نہ کرے۔

و نیز اسی صفحہ میں ہے:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ حدثني ابو الطيب الكرابيسي نا الثقفي نا محمد بن الصباح نا عبد الرحمن بن محمد المحاربي عن ليث عن عطاء عن ابن عباس قال لا تدع فاتحة الكتاب جهر الامام او لم يجهر۔

یعنی عطا سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کو مت چھوڑ امام جہر سے قراءت کرے خواہ جہر سے قراءت نہ کرے۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ بابت قراءت خلف امام

حضرت علی کا فتویٰ پہلے باب میں دارقطنی سے بسند صحیح منقول ہو چکا ہے۔ اب بیان کتاب القراءۃ سے نقل کیا جاتا ہے کتاب القراءۃ ص۱۳۴ میں ہے:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ حدثني محمد بن احمد بن حمدون نا جعفر بن احمد بن نصر الحافظ نا عمرو بن علي نا يزيد بن زريع نا معمر عن الزهري عن عبيد الله بن ابي رافع عن علي رضي الله عنه قال اقرأ في صلوٰة الظهر والعصر خلف الامام بفاتحة الكتاب وسورة وهذا الاسناد من اصح الاسانيد في الدنيا۔

یعنی عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ اور ایک سورہ پڑھ۔ بیہقی نے کہا کہ دنیا میں جتنی سندیں بہت صحیح ہیں انہیں میں سے یہ سند بھی ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ کا فتویٰ بابت قراءت فاتحہ خلف امام

کتاب القراءۃ ص۶۸ میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد بن محمد بن علی الروذباری انا ابو محمد عبد اللہ بن عمر بن شوذب الواسطی نا محمد بن عبد الملك الدقیقی نا یزید بن ھارون انا زیاد بن زیاد الجصاص نا الحسن حدثنی عمران بن حصین قال لا تزکو صلوٰۃ مسلم الا بطھور و رکوع و سجود و فاتحۃ الکتاب وراء الامام و غیر الامام۔

یعنی عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کی نماز بغیر وضو اور رکوع اور سجود اور سورۃ فاتحہ کے پاکیزہ نہیں ہوتی ہے امام کے پیچھے ہو یا امام کے پیچھے نہ ہو۔

حضرت ابن عمر کا فتویٰ بابت قراءت خلف امام

کتاب القراءۃ صفحہ میں ہے:

انبأنی ابو عبد اللہ الحافظ اجازۃ ان ابا علی الحافظ اخبرھم انا احمد بن محمد بن احمد الحرشی نا عبد الرحمن بن بشر نا عبد الرزاق حدثنا معمر وابن جریج عن الزھری عن سالم عن ابیه قال یکفیك قراءۃ الامام فیما یجھر قال ابن جریج وحدثنی ابن شھاب عن سالم عن ابن عمر کان ینصت للامام فیما یجھر فیه من الصلوٰۃ ولا یقرأ معه

یعنی سالم سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ کو امام کی قراءت اُس نماز میں کافی ہے جس میں وہ جہر سے قراءت کرے۔ ابن جریج نے کہا کہ اور ابن شہاب نے مجھ سے بیان کیا کہ سالم سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ اُس نماز میں جس میں امام جہر سے قراءت کرتا ہے امام کے لیے کان لگاتے تھے اور اُس کے ساتھ قراءت نہیں کرتے تھے

ابن عمر کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ آپ نماز سری میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے اور بعض روایات ضعیفہ میں اس کی تصریح بھی آگئی ہے کہ آپ نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے کتاب القراءۃ صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

عن مجاھد ان عبد اللہ بن عمر کان یقرأ خلف الامام و نیز اسی کتاب میں ہے: عن مجاھد عن ابن عمر انه قرأ خلف الامام فی صلوٰۃ الظھر والعصر فی الرکعۃ الاولیٰ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بام الکتاب۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس اور ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی وغیرہم کے ان فتووں سے حدیث من کان له امام کا عند الحنفیہ منسوخ ہونا صاف ظاہر ہے اور ہاں واضح رہے کہ حضرت ابوہریرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے حدیث من کان لہ امام بھی مروی ہے اور احادیث قراءت خلف امام بھی مروی ہیں اور ان حضرات رضی اللہ عنہم نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیا ہے پس صاف معلوم ہوا کہ ان حضرات نے حدیث من کان لہ امام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سنا ہے اور احادیث قراءت خلف امام کو پیچھے۔ اور حدیث من کان لہ امام منسوخ ہے اور احادیث قراءت خلف امام ناسخ۔ ورنہ یہ حضرات بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قراءت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ ہرگز ہرگز نہ دیتے ہماری اس تقریر سے حدیث من کان لہ امام کا عند المحدثین بھی منسوخ ہونا ظاہر ہو گیا۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا چھٹا جواب (۶)

جابرؓ کی حدیث مذکور سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس حدیث کا مورد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کسی نے آپ کے پیچھے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا آپ بعد نماز کے آپ نے پوچھا کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے ایک شخص نے کہا میں نے یا رسول اللہ تب آپ نے اس حدیث کو بیان فرمایا۔ پس یہ مورد شہادت دیتا ہے کہ یہ حدیث ما عدا فاتحہ میں وارد ہے امام الکلام صفحہ ۱۵۰ میں ہے:

قد یقال ان مورد هذا الحديث هو قراءة رجل خلف النبي صلى الله عليه وسلم سبح اسم ربك الاعلى في الظهر والعصر كما هو من طرق عن جابر فهو شاهد لكونه وارداً في ما عدا الفاتحة۔ انتهى۔

اگر کوئی کہے کہ جس حدیث میں یہ مورد مذکور ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث (من کان لہ امام) کو نہیں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے قد علمت ان بعضکم خالجنیہا دیکھو دارقطنی صفحہ ۱۲۳۔ اور بیہقی نے اس کی صاف تصریح کی ہے۔ کتاب القراءۃ صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں:

وفي رواية الليث بن سعد وهو احد الائمة عن يعقوب ابي يوسف دليل على ان قصته سبح اسم ربك الاعلى رواها ابوحنيفة عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر وليس فيها ان قراءته له قراءة الخ

اور جس حدیث مطول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من کان لہ امام فرمایا ہے اس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق قراءت کرنے کا ذکر ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مورد مذکور ہے اس میں بھی قول نبوی من کان لہ امام واقع ہوا ہے اور بیہقی نے جو اس کی نفی کی ہے صحیح نہیں خود امام بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۱۱ میں لکھتے ہیں:

ورواہ یونس بن بکیر عن ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ موصولا اخبرناہ محمد ابن عبد اللہ الحافظ انا ابوبکر بن عبد اللہ بن قریش نا الحسن بن سفین بن عائش نا عتبۃ بن مکرم نا یونس بن بکیر نا ابو حنیفۃ والحسن بن عمارۃ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد ابن الہاد عن جابر بن عبد اللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ الظہر والعصر فلما انصرف قال من قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلی فلم یتکلم احد فردد ذلک ثلثا فقال رجل انا یا رسول اللہ قال لقد رأیتک تخالجنی او قال تنازعنی القرآن من صلی منکم خلف امام فقراءتہ لہ قراءۃ ھکذا رواہ یونس بن بکیر عنھما والحسن بن عمارۃ متروک انتہی

اور عقود الجواہر المنیفہ میں ہے:

وروی یونس بن بکیر وعلی بن زید الصدائی ومروان بن شجاع عن ابی حنیفۃ بہ (ای بالاسناد المتقدم) عن جابر صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر فلما انصرف قال من قرأ خلفی سبح اسم فلم یتکلم احد فردد ذلک ثلثا فقال رجل انا فقال قد رأیتک تخالجنی القرآن من صلی منکم خلف امام فقراءتہ لہ قراءۃ انتہی

اگر کوئی کہے کہ اگرچہ جابر کی اس حدیث (من کان لہ امام) کا مورد شہادت دیتا ہے کہ یہ حدیث ماعدا فاتحہ میں وارد ہے مگر اعتبار تو عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوص سبب کا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ بیشک عموم لفظ ہی کا اعتبار ہوتا ہے مگر جس صورت میں خصوص مورد کے اعتبار سے روایت متعارضہ میں باہم توفیق وتطبیق ہوتی ہو تو ایسی صورت میں خصوص مورد کا اعتبار ہوتا ہے دیکھو انہیں جابرؓ کی حدیث لیس من البر الصیام فی السفر رواہ البخاری ومسلم میں عموم لفظ کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے بلکہ خصوص مورد کا اعتبار کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ خصوص مورد کے اعتبار کرنے سے اُن روایات متعارضہ میں توفیق وتطبیق ہو جاتی ہے جو سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق آئی ہیں۔ اس حدیث کا مورد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے آپ نے دیکھا کہ ایک مقام میں آدمیوں کا ہجوم ہے بھیڑ لگی ہوئی ہے اس بھیڑ کے اندر ایک شخص ہے کہ اُس پر لوگ سایہ کیے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے یعنی بسبب روزہ کے سخت مشقت اور بے چینی میں ہے۔ تب آپ نے فرمایا (لیس من البر الصیام فی السفر) یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں جابرؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اس حدیث میں عموم لفظ کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے یعنی اس حدیث کا یہ مطلب نہیں لیا گیا ہے کہ "سفر میں روزہ رکھنا مطلقاً مشقت وضرر ہو یا نہ ہو نیکی کا کام نہیں ہے" بلکہ اس میں خصوص مورد کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی اس کا یہ مطلب لیا گیا ہے کہ جب سفر میں روزہ رکھنے سے مشقت وضرر ہو تو روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو اس کے خاص مورد پر محمول کرنے سے اس حدیث میں اور ان احادیث میں جن سے سفر میں روزہ رکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے توفیق وتطبیق ہو جاتی ہے اسی وجہ سے عند الحنفیہ بھی اس حدیث میں خصوص مورد ہی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر صفحہ ۲۳۴ جلد ا میں لکھتے ہیں:

وما روی فی الصحیحین انہ علیہ والصلوۃ والسلام کان فی سفر فرأی زحاما ورجل قد ظلل علیہ فقال ما ھذا فقالوا صائم فقال لیس من البر الصیام فی السفر ولکن اما روی مسلم عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الحدیث وفیہ فقیل لہ ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ محمول علی انہم استضروا بہ بدلیل ما ورد فی صحیح مسلم فی لفظ ان الناس قد شق علیہم الصوم والعبرۃ وان کان لعموم اللفظ لا لخصوص السبب لکن یحمل علیہ دفعا للمعارضۃ بین الاحادیث فانہا صریحۃ فی الصوم فی السفر ففی صحیح مسلم عن حمزۃ الاسلمی انہ قال یارسول اللہ اجد لی قوۃ فی السفر فھل علی جناح فقال علیہ الصلوۃ والسلام ھی رخصۃ من اللہ فمن اخذ بہا فحسن ومن احب ان یصوم فلا جناح علیہ انتہی

اسی طرح جابر کی حدیث من کان لہ امام کو بھی اس کے مورد یعنی ماعدا فاتحہ پر محمول کرنے سے اس میں اور ان احادیث میں جن سے قراءت فاتحہ خلف امام کا وجوب ثابت ہوتا ہے توفیق وتطبیق ہو جاتی ہے لہذا جابر کی اس حدیث میں بھی خصوص مورد کا اعتبار کرنا اور اس کو ماعدا فاتحہ پر محمول کرنا متعین ہے تخریج زیلعی میں ہے: وحمل البیہقی ھذہ الاحادیث علی ما عدا الفاتحۃ واستدل بحدیث عبادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الفجر ثم قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب واخرجہ ابوداؤد باسناد رجالہ ثقات وبھذا یجمع الادلۃ المثبتۃ للقراءۃ والنافیۃ انتہی

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا ساتواں جواب

جابر کی حدیث (من کان لہ امام) قراءت فاتحہ خلف امام کی ممانعت میں نص نہیں ہے کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں احتمال ہے کہ قراءت سے ماعدا فاتحہ مراد ہو۔ اور عبادہؓ کی حدیثیں جو پہلے باب میں مذکور ہو چکی ہیں قراءت فاتحہ خلف امام کے وجوب میں نص صریح ہیں۔ پس عبادہ وغیرہ کی احادیث جابر کی حدیث من کان لہ امام پر مقدم ہوں گی۔ علامہ حازمی کتاب الاعتبار میں لکھتے ہیں:

الوجہ الثالث والثلاثون ان یکون الحکم الذی تضمنہ احد الحدیثین منطوقا بہ وما تضمنہ الحدیث الاٰخر یکون محتملا یعنی فیقدم الاول علی الثانی۔

امام الکلام صفحہ ۵ میں ہے:

وقد یقال ان ھذا الحدیث (ای حدیث من کان لہ امام) لیس بنص علی ترک قراءۃ الفاتحۃ بل یحتملہا ویحتمل قراءۃ ماعداھا وتلک الروایات (ای روایات عبادۃ وغیرہ) تدل علی وجوب قراءۃ الفاتحۃ او استحسانہا نصا فینبغی تقدیمہا علیہ قطعا۔ انتھی۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۸ میں ہے:

حدیث عبادۃ نص فی قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام واحادیث الترک والنھی لا تدل علی ترکہا نصا بل ظاھرا وتقدیم النص علی الظاھر عند تعارضہما منصوص فی کتب الاعلام۔ انتھی۔

اگر کوئی کہے کہ امام ابن الہمام نے فتح القدیر صفحہ ۱۳۶ جلد ا میں لکھا ہے:

ویتضمن (ای حدیث جابر من کان لہ امام) رد القراءۃ خلف الامام لانہ خرج تائیدا لنھی ذلک الصحابی عنہا مطلقا فی السریۃ والجھریۃ خصوصا فی روایۃ ابی حنیفۃ ان القصۃ کانت فی الظھر او العصر فیعارض ما روی فی بعض روایات حدیث مالی انازع القراٰن انہ قال ان کان لابد فالفاتحۃ وکذا ما رواہ ابو داؤد والترمذی عن عبادۃ بن الصامت لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا ویقدم لتقدم المنع علی الاطلاق عند التعارض ولقوۃ السند فان حدیث من کان لہ امام اصح۔ انتھی۔

یعنی جابر کی حدیث قراءت فاتحہ خلف امام کی ممانعت پر شامل ہے۔ کیونکہ قراءت خلف امام کی نہی کی تائید میں آپ نے اس کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کی روایت میں ہے کہ یہ قصہ ظہر یا عصر کی نماز میں تھا۔ پس جابر کی یہ حدیث معارض ہوگی اس روایت کی جس کا یہ لفظ ہے: مالی انازع القراٰن ان کان لابد فالفاتحۃ ونیز جابر کی یہ حدیث معارض ہوگی اس حدیث کی جس کو ابو داؤد اور ترمذی نے عبادہؓ سے بایں لفظ روایت کیا ہے لا تفعلوا الا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بفاتحة الکتاب الخ اور جابر کی یہ حدیث مقدم ہوگی کیونکہ تعارض کے وقت علی الاطلاق منع مقدم ہوتا ہے اور قوت سند کی وجہ سے بھی مقدم ہوگی۔ اس واسطے کہ جابر کی حدیث من کان لہ امام زیادہ صحیح ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جابر کی اس حدیث سے نہ قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے کما سبق بیانہ اور نہ یہ حدیث احادیث عبادہ وغیرہ سے اصح ہے۔ بلکہ پہلے جواب میں بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ جابر کی یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے پس اس حدیث میں تو معارضہ کی قوت ہی نہیں ہے، پھر عبادہ رض کی احادیث صحیحہ صریحہ پر مقدم کیونکر ہوگی؟ علامہ ابوالحسن سندی حنفی ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: وبالجملة فهٰذا الحديث مع ضعفه واحتمال التاويل لا يقوى قوة معارضة۔ یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جابر کی یہ حدیث باوجود ضعف اور احتمال تاویل کے معارضہ کی قوت نہیں رکھتی ہے۔ علامہ شیخ سلام اللہ حنفی نے ابن الہمام کے اس قول کو محلی شرح مؤطا میں نقل کرکے اس کی اس طرح تردید کی ہے:

قال العبد الضعيف حديث من كان له امام فان قراءة الامام له قراءة ليس بنص فى المنع كما لا يخفى وحديث لا تفعلوا الا بام القراٰن هو للايجاب لا للاطلاق الاباحة فللمخالف ان يقول يقدم حديث عبادة لتقدم الايجاب على الاباحة وحديث جابر وان صح لكن كونه اصح من حديث عبادة محل تردد۔ انتهى

یعنی کہا بندہ ضعیف (شیخ سلام اللہ) نے حدیث من کان لہ امام قراءت خلف امام کی ممانعت میں نص نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حدیث لا تفعلوا الا بام القراٰن قراءت خلف امام کے ایجاب کے واسطے ہے نہ اطلاق اباحت کے لیے۔ پس مخالف کہہ سکتا ہے کہ عبادہؓ کی حدیث جابر کی حدیث پر مقدم ہوگی۔ کیونکہ ایجاب مقدم ہوتا ہے اباحت پر۔ اور جابر کی حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن عبادہؓ کی حدیث سے اس کا زیادہ صحیح ہونا محل تردد ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب نے امام الکلام ص۵۱ میں ابن الہمام کے قول کو نقل کرکے اس کی اس طرح تردید کی ہے:

وفيه نظر فان ضعف سند تلك الاحاديث ممنوع كضعف هٰذا الحديث والمنع لا يستفاد اصلا من هٰذا الحديث بل لا يدل الا على الكفاية	یعنی ابن الہمام کے قول میں نظر ہے اس واسطے کہ ان احادیث (یعنی احادیث قراءت خلف امام) کے سندوں کا ضعیف ہونا مثل اس حدیث (من کان لہ امام) کے ضعف کے غیر مسلم ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا علی الممانعۃ۔ انتھیٰ ‌ ‌ اس حدیث سے ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ حدیث فقط کفایت پر دلالت کرتی ہے۔

الحاصل امام ابن الہمام نے حدیث من کان لہ امام کے مقدم ہونے کی جو توجیہ کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا آٹھواں جواب (۸)

جب کسی حدیث میں کسی شے کے تمام افراد پر یا اس کے تمام اجزاء پر کوئی حکم وارد ہوتا ہے اور دوسری حدیث میں اس شے کے بعض افراد یا بعض اجزاء کا استثنا وارد ہوتا ہے تو پہلی حدیث میں بھی دوسری حدیث کا استثنا ضرور ملحوظ ہوتا ہے۔ دیکھو ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جعلت لنا الارض کلھا مسجدا (رواہ مسلم) یعنی ہم لوگوں کے واسطے تمام زمین مسجد بنائی گئی ہے"۔ اس حدیث میں علی سبیل العموم تمام روئے زمین پر مسجد ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ مگر چونکہ دوسری حدیث میں قبرستان وغیرہ کا استثنا آیا ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام۔ یعنی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام"۔ اس لیے اس دوسری حدیث کا یہ استثنا پہلی حدیث میں بالاتفاق ملحوظ و معتبر ہے۔ کسی کے نزدیک پہلی حدیث اپنے اطلاق پر باقی نہیں جب یہ معلوم کر چکے تو سنو کہ اگر فرض کیا جائے کہ حدیث من کان لہ امام سے مطلق قراءت خلف الامام کی ممانعت نکلتی ہے یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیے' نہ فاتحہ نہ غیر فاتحہ۔ تو چونکہ دوسری حدیثوں میں سورہ فاتحہ کا استثنا وارد ہوا ہے۔ چنانچہ عبادۃؓ وغیرہ کی حدیث میں ہے لا تفعلوا الا بام القرآن الخ یعنی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ۔ اس لیے یہ استثنا حدیث من کان لہ امام میں ضرور ملحوظ و معتبر ہوگا۔ پس اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیے مگر سورۂ فاتحہ کہ مقتدی کو یہ پڑھنا چاہیے۔ امام کا سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لیے کافی نہ ہوگا۔ بنائً علیہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری جزء القراءۃ صفحہ میں لکھتے ہیں:

فلو ثبت الخبران کلاھما لکان ھذا مستثنی من الاول لقولہ لا یقرأن الا بام الکتاب وقولہ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ جملۃ وقولہ الا بام القرآن مستثنی من الجملۃ کقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا ثم قال فی احادیث اخر الا المقبرۃ وما استثناہ من الارض والمستثنی خارج من الجملۃ وکذلک فاتحۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکتاب خارجہ من قولہ من کان لہ امام فقراءة الامام لہ قراءة مع انقطاعہ انتہی۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا نواں جواب (۹)

علامہ ابوالحسن سندی حاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں:

قیل یحتمل ان المراد من کان لہ امام فلیقرأ بقراءتہ فان قراءة الامام قراءة لہ فلیقرأ لنفسہ۔

یعنی کہا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ جابرؓ کی حدیث (من کان لہ امام) کا یہ مطلب ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو تو اس کو آپ اپنی قرارت کرنی چاہیے کیونکہ امام کی قرارت امام ہی کے واسطے ہے پس اس شخص کو اپنے واسطے خود قرارت کرنا چاہیے۔

پس جب بقول علامہ سندی حنفی کے جابرؓ کی اس حدیث میں اس مطلب کا بھی احتمال ہے تو اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ فانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا دسواں جواب (۱۰)

علامہ ابوالحسن سندی حاشیہ ابن ماجہ میں جابرؓ کے اثر (کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام الخ یعنی ہم لوگ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک اور سورہ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے) کے تحت میں لکھتے ہیں:

قولہ کنا نقرأ قال المزی موقوف ثم قال ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات وقد یقال الموقوف فی ھذا الباب حکمہ الرفع الا انھم اخذوا ذلک من العمومات الواردة فی الباب بقی انہ یعارض حدیث جابر و یقدم علیہ لضعف ذلک ولا اقل ان ھذا اقوی من ذلک قطعا فلیتأمل۔ انتہی۔

یعنی مزی نے کہا کہ جابر کا یہ اثر موقوف ہے۔ پھر کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ موقوف اس باب میں مرفوع کے حکم میں ہے۔ مگر یہ کہ ان لوگوں نے اس کو اُن عمومات سے اخذ کیا ہو جو اس باب میں وارد ہیں باقی رہا یہ کہ جابرؓ کا یہ اثر ان کی حدیث من کان لہ امام کا معارض ہے اور ان کی حدیث پر مقدم ہوگا۔ کیونکہ ان کی یہ حدیث ضعیف ہے اور لا اقل ان کا یہ اثر ان کی اس حدیث سے یقیناً زیادہ قوی ہے۔ فلیتأمل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو کہ حنفیہ کی پانچویں دلیل کے دس جواب لکھے گئے ہیں۔ اور ابھی اس کے کئی ایک اور جواب ہیں، مگر یہ دس جواب اس دلیل کی حقیقت معلوم ہونے کے لیے بہت کافی وشافی ہیں۔

حنفیہ کی چھٹی دلیل

عن الحارث عن علی قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت؟ قال لا بل انصت فانہ یکفیک رواہ البیھقی فی کتاب القراءۃ۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا چپ رہوں؟ آپ نے فرمایا قراءت نہ کر بلکہ چپ رہ۔ کیونکہ تیرا چپ رہنا تجھ کو کفایت کریگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں۔

الفرقان کے مصنف نے اس حدیث سے نسخ قراءت مقتدی پر استدلال کیا ہے اور اس کو احادیث قراءت خلف امام کی ناسخ بتایا ہے۔ تقریر استدلال میں لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث مطلق نمازوں سے متعلق ہے جہری و سری کو شامل ہے۔ سو اس میں نہی عن القراءت ہے اور حکم انصات ہے"۔ پھر لکھتے ہیں "ہرچند کہ اس میں حارث اعور ہے اور اس میں عند المحدثین کچھ مقال ہے، مگر دوسری روایات سے مؤید ہے اس لیے کم از کم حسن لغیرہ ہے۔

جواب

الفرقان کے مصنف نے اپنے اسی رسالہ کے صـ۱۵۲ میں لکھا ہے کہ "استدلال کے لیے ضروری ہے کہ حدیث معتبر السند ہو"۔ اور صـ۲۴۲ میں لکھا ہے کہ مخصص و ناسخ کا بالاتفاق مؤخر ہونا ضروری ہے۔ لیکن قابل مصنف نے باوجود بیان کرنے ان دونوں امروں کے نہ حضرت علی کی اس حدیث کا معتبر السند ہونا ثابت کیا اور نہ اس حدیث کا احادیثِ قراءت خلف امام سے مؤخر ہونا محقق و مدلل کیا۔ اور بدوں ثابت و مدلل کرنے ان دونوں امروں کے نسخ قراءت مقتدی پر حضرت علی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پس اب خود حضرت مصنف ہی انصاف فرمائیں کہ آپ کا یہ استدلال قابل التفات ہو سکتا ہے؟ اور اہل علم کے نزدیک اس کی کچھ وقعت ہو سکتی ہے؟

اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ "ہرچند کہ اس میں حارث اعور ہے اور اس میں کچھ مقال ہے الخ"۔ سو آپ نے دیانت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام نہیں لیا۔ حارث اعور ہیں آپ کچھ مقال بتاتے ہیں حالانکہ اس کی نسبت امام شعبی فرماتے ہیں حدثنی الحارث الاعور الهمدانی وکان کذابا یعنی حارث اعور نے مجھ سے حدیث بیان کی اور وہ بڑا جھوٹا تھا (صحیح مسلم ص۱۴ جلد ۱) اور ابن المدینی وغیرہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے۔ (میزان الاعتدال) اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ حارث اعور متہم ہے (صحیح مسلم ص۱۵ جلد ۱) اور ہاں واضح رہے کہ یہ حارث اعور وہی غالی شیعہ ہے کہ مُرّہ ہمدانی نے اس سے ایک مرتبہ ایک ایسی ناگفتہ بہ بات سنی کہ اس سے کہا کہ تم دروازہ پر ٹھیرے رہو میں ابھی اندر سے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر مرہ ہمدانی گھر کے اندر گئے اور تلوار لے کر باہر نکلے کہ حارث اعور کا کام ہی تمام کر دوں مگر حارث کو پتہ لگ گیا کہ خیریت نہیں ہے۔ پس فوراً بھاگ کھڑا ہوا (صحیح مسلم ص۱۵ جلد ۱) ایسے کذاب غالی شیعہ کی نسبت یہ کہنا کہ "اس میں کچھ مقال ہے" دیانت اور انصاف کے خلاف ہے۔ اور اس مصنف کا یہ لکھنا کہ "مگر دوسری روایات سے مؤید ہے الخ" محض غلط اور واقع کے خلاف ہے۔ کیونکہ کسی روایت سے حضرت علی کی اس حدیث کی تائید نہیں ہوتی ہے بلکہ روایات صحیحہ سے اس کی تضعیف ثابت ہوتی ہے بلکہ خود حضرت علی کے فتوی سے اس حدیث کا ضعیف و ناقابل اعتبار ہونا ثابت ہے۔ حضرت علی کا فتوی پہلے باب و نیز اس دوسرے باب میں بسند صحیح مذکور ہو چکا ہے۔ اب مجھ سے سنو حضرت علی کی یہ حدیث نہایت ضعیف و ناقابل اعتبار ہے اور ساتھ اس کے احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر نہیں ہے بلکہ مقدم ہے۔ اور عند الحنفیہ منسوخ ہے۔ اس حدیث کے ضعیف و ناقابل اعتبار ہونے کی:

اولاً یہ وجہ ہے کہ اس کی سند میں حارث اعور کذاب ہے اور وہ حضرت علی سے اس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہے۔

ثانیاً یہ وجہ ہے کہ اس کی سند میں محمد بن سالم ہے جو بہت ضعیف و شبیہ المتروک ہے اور وہ شعبی سے اس حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہے۔ حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

محمد بن سالم ابو سهل الهمدانی الکوفی صاحب الشعبی ضعفوه جدا قال ابن المبارک اضربوا علی حدیثه وقال یحیی القطان لیس بشئ وقال احمد لا یروی حدیثه انتهی۔

اور خلاصہ میں ہے قال ابن حبان هو شبیه المتروک ۔

ثالثاً یہ وجہ ہے کہ اس کی سند میں قیس بن ربیع ہے جو ضعیف ہے اور ساتھ اس کے آخر عمر میں متغیر الحافظہ ہو گیا تھا اور وہ محمد بن سالم سے اس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ تقریب میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قليس بن الربيع الاسدى ابو محمد الكوفى صدوق تغير لما كبر وادخل عليه ابنه ماليس من حديثه فحدث به انتهى۔

رابعاً یہ وجہ ہے کہ اس کی سند میں غسان بن ربیع ہے جو ضعیف ہے اور وہ قیس سے اس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہے دارقطنی اپنے سنن صـ۱۲۵ میں اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں:

تفرد به غسان وهو ضعيف وقيس ومحمد بن سالم ضعيفان انتهى۔

پس جس حدیث کی سند میں ایک راوی کذاب ہو اور ایک بہت ضعیف و شبیہ المتروک اور ایک متغیر الحافظ اور ایک ضعیف ہو تو اس کے نامقبول اور ناقابل اعتبار ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ حضرت علی کی اس حدیث کو مع السند کتاب القراءۃ سے ہم نقل کرتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے اس حدیث پر جو کچھ کلام کیا ہے اس کو بھی نقل کرتے ہیں۔ کتاب القراءت صـ۱۲۹ میں ہے:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ نا ابو احمد على بن محمد بن عبد الله المروزى نا احمد بن يوسف التغلبى ثنا غسان الموصلى ح واخبرنا ابو سعد المالينى انا ابو احمد بن عدى الحافظ نا على بن احمد بن مروان نا على بن حرب نا غسان بن الربيع نا قيس بن الربيع عن محمد بن سالم عن الشعبى عن الحارث عن على رضى الله عنه قال سأل رجل النبى صلى الله عليه وسلم أقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانه يكفيك قال ابو احمد وهذا لا يرويه غير محمد بن سالم عن الشعبى وليس بالمحفوظ وقيس ابن الربيع يرويه عنه قال والضعف على روايات محمد بن سالم بين وقال لنا ابو عبد الله فيما قرئ عليه هذا خبر فى اسناده وسنده وهم من اوجه كثيرة منها انا لم نجد له راويا غير الحارث بن عبد الله الهمدانى ثم روى باسناده عن الشعبى انه قال كان الحارث من الكذابين وعن الشعبى انه قال ثنا الحارث وكان والله كذابا وعن ابراهيم النخعى انه اتهم الحارث وعن مرة بن شراحيل انه سمع من الحارث الاعور شيئا فانكره فقال له اقعد حتى اخرج اليك فدخل مرة الهمدانى فاشتمل على سيفه وحس الحارث بالشر فذهب وعن ابى بكر بن ابى خيثمة قال سئل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يحيى بن معين عن الحارث صاحب علي رضي الله عنه فقال ضعيف فما ظنكم بمن يستحل مرة بن شراحيل قتله وعامر الشعبي وابراهيم النخعي جرحه وعن يحيى وعبد الرحمن انهما كانا لا يحدثان عن ابي اسحق عن الحارث عن علي رضي الله عنه قال ابو عبد الله رحمه الله ثم نظرنا فاذا راوي هذا الخبر عن الشعبي ابو سهل محمد بن سالم وشانه عند ائمة اهل العلم قريب من شان الحارث بن عبد الله الهمداني ثم روى باسناده عن يحيى القطان وعبد الرحمن انهما كانا لا يحدثان عن محمد بن سالم ثم روى جرحا عن عبد الله بن المبارك ويحيى بن معين والبخاري قال ابو عبد الله ثم نظرنا فاذا راوي هذا الخبر عن محمد بن سالم قيس ابن الربيع وشانه يقرب من شان صاحبيه محمد بن سالم والحارث ثم روى باسناده عن يحيى وعبد الرحمن بن مهدي انهما كانا لا يحدثان عنه وروى عن يحيى بن معين والبخاري وغيرهما من الائمة تضعيفه ثم روى عن علي رضي الله عنه امره بالقراءة خلف الامام وقد ذكرناه فيما مضى انتهى۔

اب آؤ تم کو یہ بتائیں کہ حضرت علی کی یہ حدیث عند الحنفیہ احادیث قراءت خلف امام سے مؤخر نہیں ہے بلکہ مقدم ہے اور عند الحنفیہ یہ ناسخ نہیں ہے بلکہ یہ خود منسوخ ہے سنو روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی اپنی اس حدیث کے خلاف فتوی دیتے اور حکم کرتے تھے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ خود الفرقان کا مصنف ص۱۲۵ میں لکھتا ہے کہ "دار قطنی میں بروایت صحیح مروی ہے:

عن علي انه كان يامر او يحب ان يقرأ في الظهر والعصر في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخريين بفاتحة الكتاب خلف الامام هذا اسناد صحيح عن شعبة

اور جب راوی صحابی اپنی حدیث مروی کے خلاف فتوی دے تو عند الحنفیہ اس کی وہ حدیث منسوخ سمجھی جاتی ہے۔ پس حضرت علی کی یہ حدیث عند الحنفیہ منسوخ ہوئی پس لامحالہ یہ حدیث عند الحنفیہ احادیث قراءت خلف امام سے مقدم اور منسوخ ہوگی۔ اور احادیث قراءت خلف امام اس حدیث سے مؤخر اور اس کی ناسخ ہوں گی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی ساتویں دلیل

کنز العمال میں بحوالہ خطیب عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے مالی انازع القرآن اذا صلے احدکم خلف الامام فلیصمت فان قراءتہ لہ قراءۃ وصلوتہ لہ صلوۃ۔ یعنی کیا ہے مجکو کہ قرأت میں منازعت کیا جاتا ہوں جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چاہئے کہ چپ رہے اس واسطے کہ امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے اور امام کی نماز اس کے لئے نماز ہے۔ الفرقان کے مصنّف نے اس حدیث سے بھی نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کیا ہے اور اس حدیث کو احادیث قرأت خلف امام کی ناسخ ٹھیرایا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو کنز العمال میں بحوالہ خطیب عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کوئی حرج اس پر نقل نہیں کیا ہے۔" تقریر استدلال یوں کی ہے کہ یہ حدیث جہری اور سری دونوں کے حق میں ہے۔ اس میں مقتدی کو وراء الامام خاموشی محض کا حکم ہے اور دلیل اس کی بھی شارع علیہ السّلام نے بیان فرما دی ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے اور امام کی نماز کامل اُس کی نماز کامل ہے"۔

جواب

ظاہر ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث سے نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کرنا دو امر پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح و قابل استدلال ہو دوسرے یہ کہ احادیث قرأت خلف امام سے اس حدیث کا تاخر ثابت ہو لیکن الفرقان کے مصنّف نے نہ اس حدیث کا صحیح و قابل استدلال ہونا ثابت کیا ہے اور نہ اس حدیث کا احادیث قرأت خلف امام سے مؤخر ہونا محقق و مُدلّل کیا ہے پس عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث نامعلوم الصحۃ اور نامعلوم التأخر سے نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور یہ مجہول حدیث احادیث قرأت خلف امام کی ناسخ کیونکر ہو سکتی ہے۔ ایسی مجہول حدیث سے نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کرنا الفرقان کے مصنّف ہی جیسے حضرات کا کام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں قابل مصنف نے جو یہ لکھا ہے "حدیث کو کنز العمال میں روایت کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نقل نہیں کیا ہے" سو اس لکھنے سے کیا مقصود ہے اگر یہ مقصود ہے کہ کنز العمال میں اس حدیث پر کوئی جرح نقل نہیں کی گئی ہے اور کنز العمال میں جس حدیث پر کوئی جرح منقول نہ ہو وہ حدیث صحیح و قابل استدلال ہوتی ہے۔ اس لیے عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث صحیح و قابل استدلال ہوئی تو اس قابل مصنف سے کوئی پوچھے کہ تو پھر آپ نے الفرقان کے صفحہ ۱۳۵ میں کنز العمال سے حدیث ابوامامہ "وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج" نقل کر کے یہ کیوں لکھا ہے کہ "بلا ملاحظہ سند اس کی صحت میں کلام ہے" حالانکہ اس حدیث پر بھی کنز العمال میں کچھ جرح منقول نہیں ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر جرح منقول نہ ہونے سے وہ صحیح و قابل استدلال ہو جائے اور ابوامامہؓ کی حدیث پر جرح منقول نہ ہونے سے وہ صحیح و قابل استدلال نہ ہو اس کی کیا وجہ ؟ کیا اس وجہ سے کہ وہ مفید مطلب ہے اور یہ مضر مطلب۔

اب مجھ سے سنو عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ضعیف و ناقابل اعتبار ہے روایۃً بھی اور درایۃً بھی۔ روایۃً ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن محمد عجلانی ہے جو اس حدیث کو سفیان ثوری سے روایت کرتا ہے اور یہ مجہول ہے اس کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے اور درایۃً ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ فان قرأتہ لہ قراءۃ کا مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کو خود قرأت کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح وصلوتہ لہ صلوۃ کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے لیے کافی ہے۔ مقتدی کو اقتداء کے بعد ارکان نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں پس اگر یہ حدیث صحیح فرض کی جائے تو لازم آتا ہے کہ مقتدی کو اقتدا کے بعد ارکانِ نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں امام کا ادا کرنا اس کے لیے کافی ہے وھو کما تری پس جب معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ روایۃً بھی اور درایۃً بھی۔ تو ظاہر ہو گیا کہ الفرقان کے مصنف کا اس حدیث سے نسخ قرأت مقتدی پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور وہاں سے اس مصنف نے جملہ وصلوتہ لہ صلوۃ کی جو توجیہ بیان کی ہے سو وہ بے سود ہے پہلے اس حدیث کی صحت ثابت کرنی چاہیے ثبت العرش ثم انقش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس حدیث کو ہم کتاب القرأت میں مع السند نقل کرتے ہیں اور بیہقی نے اس حدیث کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے اس کو بھی نقل کرتے ہیں۔ کتاب القرأت ص۱۱۵ میں ہے

اخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ حدثنی ابوالحسین علی بن الحسین بن جعفر العطار ببغداد حدثنی جبیر بن محمد الواسطی واحمد بن عبد اللہ السوموای قالا ثنا محمد بن الھیثم بن یزید ابوجعفر الواسطی نا احمد محمد العجلانی مولی علی بن ابی طالب رض نا سفیان الثوری عن المغیرة عن ابراھیم عن علقمہ عن عبد اللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰة فلما سلم قال ایکم قرأ خلفی فسکت القوم فقال ایکم قرأ خلفی فقال رجل انا یا رسول اللہ فقال مالی انازع القرآن اذا صلی احدکم خلف امام فلیصمت فان قراءته له قراءة وصلوٰته له صلوٰة ھذا لفظ جبیر قال لنا ابوعبد اللہ رح ھذا حدیث لم نکتبه الاعن ھذا الشیخ بھذا الاسناد ولا سمعنا احد من فقہاء اھل الکوفة ذکرہ فی ھذا الباب ولو ثبت مثل ھذا عن الثوری عن مغیرہ لکان لا یخفی علی ائمة اھل الکوفة واحمد بن محمد العجلانی ھذا لا نعرفہ ولم نسمع بذکرہ الا فی ھذا الخبر وانما الخبر المروی عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال خلطتم علی القرآن فی الجہر یا لقراءة خلفہ (الی قولہ) ثم ان کان قولہ فان قراءته له قراءة یدل علی ان قراءة الامام تقوم مقام قراءة الماموم وجب ان یکون قولہ وصلوٰته وصلوٰة یدل علی ان صلوٰة الامام تقوم مقام صلوٰة الماموم ولا نعلم احدا یقول ذلک فدل علی ضعف ھذا الخبر انتھی۔

حنفیہ کی آٹھویں دلیل

عن انس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا اخرجه ابن حبان فی الضعفاء

انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے گا تو اس کے منہ میں آگ بھری جائیگی۔ روایت کیا اس کو ابن حبان نے کتاب الضعفا میں

جواب

یہ حدیث موضوع ہے، مامون بن احمد نے اس کو وضع کیا ہے۔ ابن حبان رض نے فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مامون بن احمد دجالوں میں سے ایک دجال تھا اور حافظ ابونعیم نے لکھا ہے کہ خبیث وضاع تھا جھوٹی جھوٹی حدیثیں ثقات سے روایت کیا کرتا تھا۔ **تخریج ذیلعی** صفحہ ۲۳۴ میں ہے۔

قال ابن حبان فی کتاب الضعفاء مامون بن احمد السلمی من اھل ھراۃ کان دجالا من الدجاجلۃ روی عن یحیی بن عباس عن سفیان عن الزھری عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرا خلف الامام ملئے فوہ نارا انتھی حافظ ابن حجر **درایہ** صہ ۹۵ میں لکھتے ہیں۔

وعن انس من قراء خلف الامام ملئے فوہ نارا اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء واتھم فیہ مامون بن احمد احد الکذابین انتھی اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر حضرت انسؓ کا یہ فتوےٰ بھی دلالت کرتا ہے جو حنفیہ کی پانچویں دلیل کے پانچویں جواب میں مذکور ہو چکا ہے۔ واضح ہو کہ اس مامون بن احمد نے اس حدیث کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں وضع کی ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی منقبت و فضیلت میں اس نے یہ حدیث بنائی ہے۔

یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی	میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ ابوحنیفہ کہیں گے وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

اور امام شافعی کی مذمت میں اسی نے یہ حدیث گھڑی ہے

عن انس مرفوعا یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس ھو اضر علی امتی من ابلیس۔	انس سے مرفوعا روایت ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ محمد بن ادریس کہیں گے وہ میری امت پر ابلیس سے زیادہ ضرر پہنچائے گا۔

اور اسی نے ایک حدیث بنائی ہے

عن ابی ھریرۃ مرفوعا من رفع یدیہ فی الصلوۃ فلا صلوۃ لہ	ابوہریرہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جو شخص نماز میں رفع یدین کرے تو اس کی نماز نہیں۔

اسی طرح پر اس نے اور بہت سی حدیثیں بنائی ہیں **میزان** میں ہے۔

مامون بن احمد السلمی الھروی عن ھشام بن عمار وعن الجویباری اتی بطامات وفضائح قال ابن حبان دجال ویقال لہ مامون ابو عبد اللہ قال ابن حبان سألتہ متی دخلت الشام قال سنۃ خمسین ومائتین فقال ھذا ھشام الذی روی عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مات سنۃ خمس واربعین ومائتین فقال ھذا ھشام بن عمار آخر ومما وضع علی الثقات روی عن عبد اللہ بن مالک بن سلیمان عن سفیان عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان قول والعمل شریعۃ وروی عن المسیب بن واضح عن ابن المبارک عن یونس عن الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ مرفوعا من رفع یدیہ فی الصلوۃ فلا صلوۃ لہ وروی عن ثقات مرفوعا من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا وروی عن احمد بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن معدان الازدی عن انس مرفوعا یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس ہو اضر علی امتی من ابلیس قال وانما ذکرتہ لیعرف کذبہ لان الاحداث کتبوا عنہ بخراسان انتہی۔ لسان المیزان میں ہے قال ابو نعیم فی مقدمۃ المستخرج علی صحیح مسلم مامون السلمی من اھل ھراۃ خبیث وضاع یاتی عن الثقات مثل ھشام بن عمار ودحیم بالموضوعات انتہی۔ کشف الحثیث میں ہے قد ذکر ابن الجوزی فی الموضوعات حدیثا یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس ویکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ہو سراج امتی قال ابن الجوزی موضوع لعنہ اللہ واضعہ وھذہ اللعنۃ لا تفوت احد الرجلین وھما مامون والجوئباری وکلاھما لا دین لہ ولا خیر فیہ کانا یضعان الحدیث انتہی کذا فی الغیث

حنفیہ کی نویں دلیل

عن زید بن ثابت قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ خلف الامام فلا صلوۃ لہ اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء

زید بن ثابت سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس کی نماز نہیں روایت کیا اس کو ابن حبان کے کتاب الضعفا میں۔

جواب

یہ حدیث بھی موضوع ہے اس کا راوی **احمد بن علی** واضعین حدیث سے ہے **میزان** میں ہے۔ احمد بن علی بن سلیمان ابو بکر المروزی عن علی بن حجر ضعفہ الدارقطنی وقال یضع الحدیث انتہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابن الجوزی اس حدیث کو علل متناھیہ میں مع السند ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

قال ابن حبان ھذا الحدیث لا اصل لہ واحمد بن علی بن سلیمان لا ینبغی ان یشتغل بحدیثہ کذا فی تخریج الزیلعی ص۱۳۹ جلد ۱

اس حدیث کی کچھ اصل نہیں ہے اور احمد بن علی اس قابل نہیں کہ اس حدیث کے ساتھ اشتغال کیا جائے۔

حافظ ابن حجر درایہ صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں

عن زید بن ثابت رفعہ من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء وابن الجوزی من طریقہ واتھم فیہ احمد بن علی بن سلیمان انتھی

زید بن ثابت سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس کی نماز نہیں روایت کیا اس کو ابن حبان نے کتاب ضعفا میں اور ابن جوزی نے ابن حبان کے طریق سے اس حدیث کے وضع کرنے میں احمد بن علی بن سلیمان متہم ہے۔

حنفیہ کی دسویں دلیل

نہایہ شرح ہدایہ کا مصنف لکھتا ہے:۔

قال النبی علیہ السلام من قرأ خلف الامام یملأ فیہ جمرۃ

مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس کے منہ میں انگارا بھرا جائے گا۔

جواب

یہ حدیث محض باطل اور بالکل بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کا کہیں کچھ نام و نشان نہیں ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب اس حدیث کو امام الکلام ص۱۳۲ میں ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

لا اثر لہ فی کتب المحدثین الثقات ولا طریق لرفعہ عند الاثبات ولا عبرۃ بذکر صاحب النہایۃ وغیرہ من شراح الھدایۃ لانھم لیسوا من المحدثین

کتب محدثین ثقات میں اس حدیث کا کہیں کچھ نام و نشان نہیں ہے اور اثبات کے نزدیک اس کا کوئی طریق مرفوع نہیں ہے اور صاحب نہایہ وغیرہ شرح ہدایہ نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے سو ان کے ذکر کرنے کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ محدث نہیں ہیں۔

حنفیہ کی گیارھویں دلیل

عن عمران بن حصین قال کان النبی صلی

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس ورجل یقرأ خلفہ فلما فرغ قال من ذا الذی یخالجنی سورۃ فنہاھم عن القراءۃ خلف الامام رواہ الدارقطنی ص۱۲۴

لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ایک شخص آپ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ پس آپ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کون شخص ہے جو میری سورت پر مجھ سے منازعت کرتا ہے۔ پس منع کیا آپ نے ان کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

جواب

یہ حدیث ضعیف ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو قتادہ سے بلفظ عن روایت کیا ہے اور عنعنہ مدلس نامقبول ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں صدوق کثیر الخطاء والتدلیس اور یہاں واضح رہے کہ حجاج بن ارطاۃ طبقہ رابعہ کے مدلس ہیں جس کی تشریح حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں یوں کرتے ہیں الرابعۃ من اتفق علی انہ لا یحتج بشیء من حدیثھم الا بما صرحوا فیہ بالسماع بکثرۃ تدلیسھم علی الضعفاء والمجاھیل انتہی پھر طبقہ رابعہ میں حجاج بن ارطاۃ کو درج کر کے ان کی نسبت لکھتے ہیں وصفہ النسائی وغیرہ بالتدلیس عن الضعفاء الخ۔

دوسرا جواب

اس حدیث میں جملہ فنہاھم عن القراءۃ جو محل استدلال ہے جس سے قرأت خلف امام کی ممانعت ثابت کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے اس جملہ کے ساتھ حجاج بن ارطاۃ متفرد ہیں۔ اس حدیث کو قتادہ سے شعبہ اور ابن ابی عروبہ اور معمر اور اسمٰعیل بن مسلم اور حجاج بن حجاج اور ایوب ابن ابی مسکین اور ہمام اور ابان اور سعید بن بشیر نے روایت کیا ہے مگر ان میں سے کسی نے اس جملہ کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور حجاج بن ارطاۃ ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں پس جملہ فنہاھم عن القراءۃ منکر ہوا۔ بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۱۳ میں عمران بن حصین کی اس حدیث کو مع السند ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ قال ابن صاعد قولہ فنہی عن القراءۃ خلف الامام تفرد بروایتہ حجاج وقد رواہ عن قتادۃ شعبۃ وابن ابی عروبۃ ومعمر واسمٰعیل بن مسلم وحجاج ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حجاج وایوب بن ابی مسکین وھمام وابان وسعید بن بشیر فلم یقل احد منھم ما تفرد بہ حجاج بل قد قال شعبۃ سألت قتادۃ کانہ کرھہ فقال لو کرھہ لنھی عنہ انتھی اور دار قطنی عمران بن حصین کی اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں لم یقل ھکذا غیر حجاج وخالفہ اصحاب قتادۃ منھم شعبۃ وسعید وغیرھما فلم یذکروا انھم نھاھم عن القراءۃ وحجاج لا یحتج بہ انتھی ونیز اس حدیث میں اس جملہ کے منکر و ناقابل اعتبار ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کو قتادہ کے طریق سے بدوں اس جملہ کے روایت کیا ہے۔ اور آخر میں یہ زیادہ کیا ہے

قال شعبۃ فقلت لقتادۃ کانہ کرھہ فقال لو کرھہ لنھی عنہ

کہا شعبہ نے پس کہا میں نے قتادہ سے گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءۃ خلف امام کو مکروہ سمجھا تو قتادہ نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مکروہ سمجھتے تو اس سے منع فرماتے۔

پس شعبہ کے سوال اور قتادہ کے جواب سے صاف معلوم ہوا کہ اس حدیث میں جملہ فنھاھم عن القراءۃ خلف الامام ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ حجاج بن ارطاۃ کا یہ وہم ہے اور اس کی خطا ہے۔ اس قسم کے اوہام حجاج بن ارطاۃ سے بہت کثرت سے وقوع میں ہیں بیہقی کتاب القرأت صـ۱۴۱ میں لکھتے ہیں

وفی ھذا الرای فی قول شعبۃ فقلت لقتادۃ کانہ کرھہ قال لو کرھہ لنھی عنہ دلالۃ علی ان قولہ فنھی عن القراءۃ خلف الامام توھم من الحجاج بن ارطاۃ لانہ سمعہ من قتادۃ وللحجاج من امثال ذلک ما لا یمکن ذکرہ ھھنا لکثرتہ ولذلک سقط عند اھل العلم بالحدیث عن حد الاحتجاج بہ قال یحیی بن معین حجاج بن ارطاۃ لا یحتج بحدیثہ وکان یحیی بن سعید القطان لا یحدث عنہ انتھی۔

حنفیہ کی بارھویں دلیل

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

روی عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنی موسی بن عقبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وا بابکر وعمر وعثمان کانوا ینهون عن القراءة خلف الامام

اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ قرأت خلف امام سے منع کرتے تھے۔

جواب

یہ حدیث ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے موسیٰ بن عقبہ صغار تابعین سے ہیں ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے لقاء وسماع نہیں ہے اور اس حدیث کو ناقابل اعتبار ہونے پر وہ احادیث صحیحہ مرفوعہ واضح دلیل ہیں جو پہلے باب میں مذکور ہو چکی ہیں جن سے قرأت خلف امام کا وجوب ثابت ہوتا ہے ونیز اس حدیث کے ناقابل اعتبار ہونے پر حضرت عمرؓ کا وہ فتویٰ برہانِ قاطع ہے جو پہلے باب صـ۱ میں بسند صحیح مذکور ہو چکا ہے کہ آپ نماز سری و جہری دونوں میں قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کا وہ فتویٰ بھی اس حدیث کے ناقابلِ اعتبار ہونے پر دلالت کرتا ہے جو پہلے باب صـ۱۰۲ میں ونیز اس دوسرے باب میں بسند صحیح منقول ہو چکا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے امام الکلام میں اس حدیث کا جواب اس طرح پر لکھا ہے۔ وفیه انه لن یعارضه ما مر ذکره فی الباب الاول ان عمر من اجاز القراءة خلف الامام مع ان الظاهر علی تقدیر ثبوته حمله علی ما عدا الفاتحة لشهادة الاخبار الدالة علی تجویز الفاتحة انتهی حاصل اس کا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا وہ اثر جو پہلے باب میں مذکور ہو چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ قرأت خلف امام کے مجوز تھے اس حدیث کا معارض ہے علاوہ اس کے اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اس کے ثبوت کے تقدیر پر یہ حدیث ماعدا فاتحہ پر محمول ہوگی۔ اس حمل پر وہ حدیث شاہد و دلیل ہیں جو قرأت فاتحہ خلف امام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

حنفیہ کی تیرھویں دلیل

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل صلوٰة لا یقرأ فیها بام الکتاب فهی خداج الا صلوٰة خلف امام

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص و ناتمام ہے مگر وہ نماز جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام کے پیچھے ہو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں رواہ البیہقی فی کتاب القراءۃ

علمائے احناف اپنے دعویٰ (منع قرأت خلف امام) پر اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور الفرقان کے مصنّف نے اس حدیث سے اس امر پر بھی استدلال کیا ہے کہ ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اس کے عموم میں مقتدی داخل نہیں ہے اور اس حدیث سے اس امر پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ ابوہریرہؓ جو امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا حکم کرتے تھے سو اُن کا حکم کرنا علیٰ سبیل الوجوب نہ تھا۔

جواب

یہ حدیث ضعیف و ناقابل استدلال ہے اور اس میں لفظ الاصلوٰۃ خلف امام منکر و مردود ہے۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی پر ہے اور یہ متروک و منکر الحدیث ہے بیہقی کتاب القرأۃ ص۱۳۵ میں اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں۔ وروی رای ابوعبد اللہ شیخ البیہقی) باسنادہ عن یحیی بن معین انہ سئل عن عبد الرحمٰن بن اسحاق فقال کان ضعیفا ، وروینا عن احمد بن حنبل انہ قال ھو منکر الحدیث ۔ انتھی ، اور اسی کتاب کے ص۱۳ پر لکھتے ہیں قال احمد بن حنبل رح ابو شیبۃ (ھو کنیۃ عبد الرحمٰن بن اسحٰق الواسطی) لیس بشیء منکر الحدیث وقال یحییٰ بن معین عبد الرحمٰن اسحق الکوفی متروک وجرحہ ایضا البخاری وابو عبد الرحمٰن النسائی وغیرھما من اھل العلم بالحدیث انتھی ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ عبد الرحمٰن بن اسحٰق ابو شیبۃ الواسطی صاحب النعمان ضعفوہ قال ابو طالب سألت احمد بن حنبل عنہ فقال لیس بشیءٍ منکر الحدیث یروی عن الشعبی وغیرہ وروی عبد اللہ بن احمد عن ابیہ قال روی عنہ ابن ادریس وابومعاویۃ وابن فضیل لہ مناکیر ولیس ھو فی الحدیث بذاک وروی عباس عن یحییٰ ضعیف ومرۃ قال متروک وروی معاویۃ ابن صالح عن یحییٰ کوفی ضعیف وقال البخاری فیہ نظر وقال النسائی وغیرہ ضعیف انتھی اور اس حدیث میں لفظ الاصلوٰۃ خلف الامام کے منکر ہونے کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث بہت طرق صحیحہ سے مروی ہے مگر کسی طریق میں یہ زیادت نہیں ہے۔ اور ابوہریرہؓ کے علاوہ بعض اور صحابہ سے بھی یہ خداج والی حدیث مروی ہے مگر ان بعض دیگر صحابہ کے کسی طریق میں بھی یہ زیادت نہیں ہے پس اس زیادت کے منکر و مردود ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ **ونیز** اس حدیث میں زیادت الاصلوٰۃ خلف الامام کا نامعتبر و مردود ہونا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ کا خداج والی حدیث صحیح (جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے) کو روایت کر کے نماز سری و جہری دونوں میں قرأت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دینا صحیح سندوں سے ثابت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں لفظ الاصلوٰۃ خلف امام بلاشبہ غلط ہے۔ پس جب ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ضعیف و ناقابل استدلال ہے اور اس حدیث میں لفظ الاصلوٰۃ خلف امام منکر و ناقابل اعتبار ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا اپنے دعویٰ (منع قرأت خلف امام) پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ونیز اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ " ابوہریرہؓ کی خداج والی حدیث کے عموم میں مقتدی داخل نہیں ہے"۔ ونیز اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ " ابوہریرہؓ کا قرأۃ فاتحہ خلف امام کا حکم کرنا علی سبیل الوجوب نہ تھا "۔ بھی باطل ہو گیا۔

واضح ہو کہ ابوہریرہؓ کے نزدیک امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب تھا اور اس کا حکم کرنا علی سبیل الوجوب تھا کیونکہ آپ نے قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم بلفظ امر (اقرأ بھا فی نفسك) کیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ عن الاصل موجود نہیں ہے بلکہ اس امر کے اپنے اصل (وجوب) پر باقی رہنے کے قرائن موجود ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ بیہقی کی ایک روایت میں ابوہریرہؓ کے قرأت فاتحہ خلف امام کے فتویٰ میں اتنا زیادہ ہے۔" فان الصلوٰۃ المخدجۃ التی لا قرأۃ فیھا اور یہ قرینہ جلی ہے اس امر پر کہ ابوہریرہؓ کا قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم کرنا علی سبیل الوجوب تھا اور از انجملہ ایک یہ ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہؓ کے قرأت فاتحہ خلف امام کے فتویٰ (اقرأ بھا فی نفسك) کے بعد یہ زیادہ ہے فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل الحدیث پس یہ زیادت بھی قرینہ جلیہ ہے اس امر پر کہ ابوہریرہؓ کا قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم کرنا

[1] دیکھو کتاب القراءۃ ص ۶۶-۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی سبیل الوجوب تھا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں " مراد بصلوۃ دریںجا فاتحہ است وہمیں است وجہ استدلال ابی ہریرہؓ بایں حدیث بہ فرضیت قرأت فاتحہ بر مقتدی یعنی پس چوں شان فاتحہ ایں باشد لابد بود از قرأت وے در نماز لزوماً وحتماً یا گوئیم بلکہ حدیث دلالت دارد کہ فاتحہ عین نماز وکل اوست مبالغۃً چنانچہ در الحج عرفۃ پس لاأقل جزو نماز وداخل دروے باشد نہ خارج از حقیقت فلیفہم " اور ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کا مذہب یہ تھا کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہوتا۔ ابوہریرہؓ کا یہ مذہب بھی قرینہ جلیہ ہے کہ ابوہریرہؓ کا قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم کرنا علی سبیل الوجوب تھا۔ حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں۔

حدیث ابی ہریرۃ من ادرک الامام فی الرکوع فلیرکع معہ ولیعد الرکعۃ البخاری فی القراءۃ خلف امام من حدیث ابی ہریرۃ انہ قال اذا ادرکت القوم رکوعا لم تعتد بتلک الرکعۃ وھذا ھو المعروف موقوفا واما المرفوع فلا اصل لہ انتھی فتح الباری میں ہے۔ استدل بہ رای بحدیث فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا علی ان من ادرک الامام راکعا لم تحتسب تلک الرکعۃ للامر باتمام ما فاتہ لانہ فاتہ الوقوف والقراءۃ فیہ وھو قول ابی ہریرۃ وجماعۃ انتھی۔

حنفیہ کی تیرھویں دلیل کا دوسرا جواب

ابوہریرہؓ کی حدیث (کل صلوۃ لایقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج الاصلوۃ خلف امام) سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر اس حدیث سے قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے تو اس تقدیر پر یہ حدیث منسوخ ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث منسوخ سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر اس حدیث سے ممانعت نہیں نکلتی ہے تو اس تقدیر پر استدلال کا صحیح نہ ہونا ظاہر ہے۔

پہلی تقدیر پر اس حدیث کے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابوہریرہؓ سے ایک دوسری حدیث بھی مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے وہ حدیث یہ ہے

عن ابی ھریرۃ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل علینا بوجھہ	ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

ملہ رہا ابوہریرہ کا یہ اثر " مالک بلغہ ان اباہریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر " سو اس اثر کی صحت غیر مسلم ہے کیونکہ یہ امام مالک کا بلاغ ہے۔ علاوہ بریں یہ اثر عدم وجوب قرأت فاتحہ خلف امام پر نص نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اس میں سجدہ سے مراد صلوۃ ہو جیسا کہ ابوہریرہ کی حدیث متفق علیہ من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرک الصلوۃ۔ اس پر قرینہ ظاہر ہے اور لفظ خیر سے عدم وجوب پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ خیر کا اطلاق وجوب پر بھی آتا ہے حدیث ان الصعید الطیب طھور المسلم وان لم یجد الماء عشر سنین فاذا وجد الماء فلیمسہ بشرتہ فان ذلک خیر کے تحت میں ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ فان ذلک ای الامساس خیر من التیمم ولیس معناہ ان کلاھما جائز عند وجود الماء لکن الوضوء خیر بل المراد ان الوضوء واجب عند وجود الماء انتھی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقال تقرؤن خلف الامام بشیٔ فقال بعضھم نقرأ وقال بعضھم لانقرأ فقال اقرؤا بفاتحۃ الکتاب رواہ البیھقی فی کتاب القراءۃ

پس فرمایا کہ تم امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو تو بعض لوگوں نے کہا ہم پڑھتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہم نہیں پڑھتے ہیں پس آپ نے فرمایا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں

ابوہریرہ رض کی اس حدیث میں لفظ اقرؤا بفاتحۃ الکتاب سے قرأت فاتحہ خلف امام کا واجب ہونا ظاہر ہے کیونکہ امر اس میں اصل وجوب ہے۔ کما تقرر فی مقرہ۔ پس ابوہریرہ رض کی یہ حدیث اور ابوہریرہ رض کی وہ حدیث جس میں لفظ الاصلوٰۃ خلف الامام واقع متعارض ومتناقض ہوئیں۔ اور چونکہ ابوہریرہ رض بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی اس قرأت خلف امام والی حدیث کے مطابق نماز سری و جہری دونوں میں قرأت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رض کی قرأت خلف امام والی یہ حدیث مؤخر ہے اور ناسخ اور ابوہریرہ رض کی وہ حدیث جس میں الاصلوٰۃ خلف امام واقع ہے مقدم ہے اور منسوخ فتذکر

حنفیہ کی تیرھویں دلیل کا تیسرا جواب

ابوہریرہ کی اس حدیث (کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج الاصلوٰۃ خلف الامام) کی معارض ومناقض ایک دوسری حدیث مہران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ یہ ہے:۔

عن عبدالرحمٰن بن سوار قال کنت جالسا عند عمرو بن میمون بن مھران فقال لہ رجل من اھل الکوفۃ یا ابا عبداللہ بلغنی انک تقول من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج قال عمرو صدق حدثنی ابی میمون بن مھران عن ابیہ مھران عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من لم یقرأ بام الکتاب

عبدالرحمٰن بن سوار نے کہا کہ میں عمرو بن میمون بن مہران کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس کوفیوں میں سے ایک شخص نے کہا اے ابوعبداللہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز خداج ہے یعنی ناقص و ناتمام ہے تو عمرو بن میمون نے کہا کہ جس نے تم کو یہ خبر دی ہے اس نے سچ کہا ہے میرے باپ میمون بن مہران نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ان کے باپ مہران رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلف الامام فصلوته خداج رواه البیهقی فی کتاب القراءة

اس کی نماز خداج ہے یعنی ناقص وناتمام ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں۔

اور مہرانؓ کی اس حدیث کی تائید ابوامامہؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن یوسف ابی عنبسة خادم ابی امامة قال سمعت ابا امامة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصلوته خداج رواه البیهقی فی کتاب القراءة ص۵۳

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز خداج ہے یعنی ناقص وناتمام ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں۔

ونیز مہران کی اس حدیث کی تائید عبادہؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الکتاب رواه الطبرانی فی الکبیر کذا فی کنز العمال

عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں ذکر کرکے لکھا ہے رجاله موثقون یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور حافظ سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں ذکر کرکے اس پر حسن کی علامت بنائی ہے علامہ علقمی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں بجانبها علامة الحسن ونیز مہرانؓ کی اس حدیث کی تائید عبادہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب خلف الامام رواه البیهقی وقال هذا اسناد صحیح والزیادة التی فیه کالزیادة التی فی حدیث مکحول وغیره فهی عن عبادة بن الصامت صحیحة مشهورة من اوجه کثیرة

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے۔

پس جب ابوہریرہؓ کی حدیث کل صلوة لا یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج الا صلوة خلف الامام کی معارض ومناقض مہرانؓ کی یہ حدیث ہے اور اس حدیث کی تائید ابوامامہ کی حدیث سے ہوتی ہے ونیز عبادہؓ کی دو حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جن میں سے ایک کی سند حسن ہے اور ایک کی صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور مہران کی اس حدیث کی تائید اور حدیثوں سے بھی ہوتی ہے پس لا محالہ مہران رضی کی اِس حدیث کو ابوہریرہ رضی کی حدیث پر ترجیح ہوگی۔ اور مہران رضی کی حدیث راجح ومقبول ہوگی اور ابوہریرہ رضی کی حدیث مرجوح ونامقبول ہوگی۔ بناء علیہ ابوہریرہ رضی کی حدیث سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ

مولانا رشید احمد صاحب نے ابوامامہ رضی کی حدیث (من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج) کو اپنے رسالہ ہدایۃ المعتدی میں ذکر کرکے اس کا تین وجہ سے جواب لکھا ہے جو سُننے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں (۱) ابوامامہ کی اس حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ خلف الامام مطلق قرأت فرض ہے اور یہ امر موجبین کا اس حدیث سے کہ اُن کے نزدیک بالتخصص فاتحہ کا وجوب ہے نہ مطلق قرآن کا۔ پس موجبین کا اس حدیث سے حجت لانا درست نہیں (۲) حدیث ابی امامہ کے اصل الفاظ وہ ہیں جو خطیب نے ابوامامہ سے نقل کئے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج غیر تمام اور یہ وہی حدیث ہے، جس کو عائشہ رضی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور یہ حدیث درباب امام ومنفرد ہے نماز مقتدی اس میں داخل نہیں ہے مگر چونکہ بعض روایت ابی امامہ نے اپنے فہم سے نماز مقتدی کو اس میں داخل سمجھا تو بنقل معنی اس کو بدیں الفاظ نقل کیا لہٰذا یہ الفاظ حجت موجبین کی نہیں ہوسکتے کہ یہ فہم راوی کا ہے نہ حکم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا۔ (۳) ممکن ہے بلکہ غالب یہی ہے کہ اس حدیث میں مقتدی مسبوق مراد ہے تو یہ معنی ہوتے کہ جو مسبوق کہ بعد تمام نماز امام کے اپنی قضاء ما فات میں قرأت نہ کرے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ تو خلف الامام کے یہ معنی ہیں کہ خلف انقضاء صلوٰۃ الامام لہٰذا اس میں موجبین کے لیے حجت نہیں انتہی کلامہ ملخصاً۔ **میں کہتا ہوں کہ** (۱) بیشک ابوامامہ کی حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مطلق قرأت فرض ہے مگر مہران رضی کی حدیث سے ثابت ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ والروایات بعضھا یفسر بعضاً پس ابوامامہ کی حدیث سے موجبین کا حجت لانا بلاشبہ درست ہے (۲) جب کہ ابوامامہ کی حدیث (من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج) کو انہیں الفاظ کے ساتھ مہران رضی نے بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کیا ہے تو صاف معلوم ہوا کہ ابوامامہ کی حدیث کے یہ الفاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے فہم راوی نہیں ہے پس یہ الفاظ موجبین کے بلاشبہ حجت ہیں۔ (۳) ابو امامہ کی حدیث (من لم یقرأ خلف الامام فصلوته خداج) کے ظاہر اور متبادر معنی تو یہی ہیں کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز ناتمام و نادرست ہوگی۔ چنانچہ خود مولانا ممدوح فرماتے ہیں کہ "اس حدیث میں بظاہر متبادر اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ خلف الامام مطلق قرأت فرض ہے اگر مقتدی سوائے فاتحہ کے کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھ لے گا تو بھی نماز ہو جائے گی۔" اور ظاہر ہے اس حدیث میں مقتدی مسبوق مراد ہونا اور خلف الامام کے معنی خلف انقضاء صلوٰۃ الامام بیان کرنا نہ ظاہر ہے اور نہ متبادر الی الذہن اور نہ اس پر اس حدیث میں کوئی قرینہ ہے اور نہ کسی نے یہ معنی بیان کیا ہے پس مولانا ممدوح کا اس حدیث کے ظاہر اور متبادر معنی کو چھوڑ کر ایک ایسا معنے بیان کرنا جو نہ ظاہر ہے نہ متبادر اور نہ جس پر کوئی قرینہ ہے اور نہ جس کو کسی نے بیان کیا ہے۔ مولانا ممدوح جیسے مشہور محدث کی شان سے بہت بعید ہے۔

حنفیہ کی چودھویں دلیل

کتاب القرأت ص۱۳۸ میں ہے۔

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انبأ احمد بن عبید انبأ عبد اللہ بن ایوب القرنی انبأ شیبان انبأ الربیع بن بدر انبأ ابو ھارون العبدی عن ابی سعید الخدری قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل خلف الامام لا یقرأ شیئا ایجزیہ ذلک قال نعم

ابو سعید خدری رض سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی شخص امام کے پیچھے اگر کچھ نہ پڑھے تو کیا یہ اس کو کافی ہوگا آپ نے فرمایا، ہاں۔

اس حدیث سے بھی علمائے حنفیہ اُن امور پر استدلال کرتے ہیں جن پر نمبر ۱۳ ویں دلیل سے استدلال کیا ہے۔

جواب

ابو سعید خدری رض کی اس حدیث کا مدار ابو ہارون العبدی پر ہے اور یہ ابو ہارون بہت ہی بڑا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کذاب اور مفتری ہے[1]۔ ابوسعید خدری سے ایسی ردی ثیں روایت کرتا ہے جو اُن سے مروی نہیں ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ ابو ہارون فرعون سے زیادہ جھوٹا تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میری گردن اُڑا دی جائے تو مجھے یہ پسند ہے مگر ابو ہارون سے حدیث روایت کرنا پسند نہیں۔ اور ابو ہارون سے اس حدیث کو ربیع بن بدر روایت کرتا ہے جس کا لقب عُلیلہ ہے اور یہ متروک[2] ہے۔ اور ربیع بن بدر سے اس حدیث کو شیبان روایت کرتا ہے اور یہ مجہول ہے۔ پس جس حدیث کا مدار کذاب مفتری پر پھر متروک پر پھر مجہول پر ہو، اس حدیث کے نامقبول اور ناقابل اعتبار ہونے میں کیا کچھ شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے برادران احناف ابو ہارون کذاب مفتری کی اس حدیث سے بلا تامل استدلال کرتے ہیں اور مختلف دعاوی کے ثبوت میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ الفرقان کے مصنف نے بڑی دھوم دھام سے دعوے کیا ہے کہ ابوہریرہؓ کی حدیث خداج میں مقتدی شامل نہیں ہے اور ابو ہارون کی اس حدیث کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔ واضح ہو کہ ابوسعید خدریؓ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأت فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیتے تھے۔ نیموی مرحوم تعلیق الحسن حاشیہ آثار السنن میں لکھتے ہیں:

ومنها ما اخرجه البخاری فی جزءٖ عن ابی نضرة قال سألت اباسعید عن القراة خلف الامام فقال فاتحة الکتاب اسنادہ حسن۔

ابونضرہ نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو اسناد اس کی حسن ہے۔

ابوسعید خدریؓ کے اس فتوے سے بھی ابو ہارون عبدی کی اس حدیث کا نامقبول و ناقابل اعتبار ہونا ظاہر ہے۔ امام بیہقی کتاب القراۃ میں ابو ہارون کی اس حدیث کو مع السند ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وهذا حدیث یدور علی ابی هارون عمارة بن جوین العبدی والربیع بن بدر علیلة وعلی بعض من یجهل

وقد قال ابوداؤد السجستانی سمعت احمد بن حنبل یقول ابوهارون العبدی متروك

---

[1] میزان الاعتدال میں عمارۃ بن جوین ابوہارون العبدی تابعی لین بمرۃ کذبہ حماد بن زید وقال شعبۃ لان اقدم فتضرب عنقی احب الی ان احدث عن ابی ہارون وقال ابن حبان کان یروی عن ابی سعید مالیس من حدیثہ وقال الجوزجانی ابوہارون کذاب مفتر قال السلیمانی سمعت ابابکر بن حامد یقول سمعت صالح بن محمد ابا علی وسئل عن ابی ہارون العبدی فقال اکذب من فرعون انتہی مختصراً۔ ۱۲

[2] تقریب میں ہے الربیع ابن بدر یلقب علیلۃ متروک۔ ۱۲

www.KitaboSunnat.com

الحدیث دنند فان عمارۃ بن جوین ابوھرون العبدی کذاب واما الوبیع بن بدر فقد ضعفه یحیٰی بن معین وقتیبة وغیرھما وکیف یصح ذلك عن ابی سعید الخدری وقد روینا عن ابی نضرۃ عن ابی سعید انه قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان نقرأ بفاتحة الکتاب وما تیسر وکانوا یصلون خلف النبی صلی اللہ علیه وسلم وعن ابی نضرۃ قال سألت ابا سعید الخدری عن القراءۃ خلف الامام فقال بفاتحة الکتاب انتھی۔

حنفیہ کی پندرھویں دلیل

عن یحیٰی بن نصر نا یحیٰی بن سلام نا مالك بن انس نا وھب بن کیسان قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بفاتحة الکتاب فلم یصل الا وراء الامام رواہ البیھقی فی کتاب القراءۃ صنا! والطحاوی فی شرح معانی الآثار۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے جس شخص نے کوئی ایسی نماز پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں۔

مولانا احمد علی صاحب اپنے رسالہ الدلیل القوی میں اس دلیل کی نسبت لکھتے ہیں "وجہیست شافی وکافی کہ مادہ نزاع را از بیخ برکند۔ وھو الحق المبین۔

جواب

یہ حدیث ضعیف و ناقابل استدلال ہے اس کی سند میں یحییٰ بن سلام واقع ہیں، اور یہ ضعیف ہیں۔ دارقطنی اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں۔

یحیٰی بن سلام ضعیف والصواب انه موقوف

یحیی بن سلام ضعیف ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

اور امام طحاوی ایک حدیث کی نسبت جس کی سند میں یحیی بن سلام واقع ہیں لکھتے ہیں۔ ذلك حدیث یحیٰی بن سلام عن شعبة فھو حدیث منکر لا یثبته اھل العلم بالروایة لضعف یحیٰی بن سلام عندھم وابن ابی لیلٰی وفساد حفظھما (شرح معانی الآثار ص۳۰۴ جلد ۱) اس عبارت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل یہ ہے کہ اہل علم بالروایۃ یعنی محدثین کے نزدیک یحییٰ بن سلام ضعیف ہیں اور ان کے حافظہ میں فساد ہے اسی وجہ سے ان کی حدیث ضعیف و منکر ہے۔ امام بیہقی کتاب القراءۃ صـ۱۱۰ میں لکھتے ہیں قال ابو احمد لم یرفعہ عن مالك غیر یحیی بن سلام وھو فی الموطا موقوف وقال لنا ابو عبد اللہ الحافظ فیما یقرئ علیہ وھو یحیی بن سلام علی مالك بن انس فی رفع ھذا الخبر ویحیی بن سلام کثیر الوھم وقد روی مالك بن انس ھذا الخبر فی الموطا عن وھب بن کیسان عن جابر من قولہ یعنی کہا ابو احمد نے یعنی حافظ ابن عدی نے کہ اس حدیث کو بجز یحییٰ بن سلام کے کسی اور نے مالک سے مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے اور یہ حدیث موطا میں موقوف ہے اور حافظ ابو عبداللہ نے کہا کہ یحییٰ بن سلام نے اس حدیث کے مرفوعاً روایت کرنے میں مالک ابن انس پر وہم کیا ہے اور یحییٰ بن سلام کثیر الوہم ہیں اور امام مالک نے موطا میں اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ **الحاصل** جابر کی یہ حدیث مرفوعاً ضعیف و ناقابل اعتبار ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اس کی بحث اور زیادہ وضاحت سے معلوم کرنا چاہو تو پہلا باب (صـ۱۲، ۱۳) دیکھو۔

اگر کوئی کہے کہ علامہ ماردینی جوہر النقی صـ۱۵۴ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔ ذکر البیھقی فی الخلافیات انہ روی عن اسمعیل بن موسی السدی ایضا عن مالك مرفوعا واسمعیل صدوق وقال النسائی لیس بہ باس وقال ابن عدی احتملہ الناس ورووا عنہ وانما انکروا علیہ الغلو فی التشیع انتھی۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ بیہقی نے خلافیات میں ذکر کیا ہے کہ اسمٰعیل ابن موسیٰ سدی سے بھی یہ حدیث مالک کے واسطے سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور یہ اسمٰعیل قابل احتجاج ہیں۔" پس جب اسمٰعیل بن موسیٰ نے بھی اس حدیث کو مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے تو حافظ ابن عدی وغیرہ کا یہ قول کہ بجز یحییٰ بن سلام کے کسی اور نے مالک سے مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے۔" صحیح نہیں ٹھہرا۔ ونیز جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ" اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا یحییٰ بن سلام کا وہم ہے۔" سو ان لوگوں کا یہ قول بھی صحیح نہیں ہوا تو **جواب** اس کا یہ ہے کہ بیہقی نے کتاب القراءت (صـ۱۱۰) میں بھی اس بات کو ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اسمٰعیل بن موسیٰ سدی سے بھی مالک کے واسطہ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور اس روایت کو مع السند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرکے اس کی حقیقت بھی اچھی طرح سے بتا دی ہے۔ معلوم نہیں کہ بیہقی نے خلافیات میں اس روایت کی حقیقت ظاہر کی ہے یا نہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے بیہقی نے خلافیات میں بھی اس روایت کی حقیقت وکیفیت ظاہر کی ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ اچھا اب اس روایت کی حقیقت معلوم کرو۔ اسمٰعیل بن موسیٰ نے اپنے شیخ مالک بن انس سے پوچھا کہ میں اس حدیث کو مرفوعاً روایت کروں تو مالک بن انس نے فرمایا " پکڑو اس کی ٹانگ " اس حکایت کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ص۱۲۸ جلد ۱، میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے کتاب القرأت ص۱۱۱ میں اس حکایت کو روایت کرکے لکھتے ہیں۔

هذه الحكاية عن مالك تكذب رواية من رواه مرفوعا انتهى

مالک کی یہ حکایت اس شخص کی روایت کی تکذیب کرتی ہے جس نے اس کو مالک کے واسطہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

دیکھو امام مالک کی اس حکایت سے اس روایت کا کاذب اور غلط ہونا صاف روشن ہوگیا۔ جو اسمٰعیل ابن موسیٰ سے بواسطہ مالک کے مرفوعاً روایت کی گئی ہے جس کو بیہقی نے خلافیات میں ذکر کیا ہے۔

اب آؤ یہ بتائیں کہ اس روایت کے رفع کرنے میں کس نے غلطی کی ہے پس واضح ہو کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کا اس میں کچھ وہم نہیں ہے بلکہ ان کے ایک شاگرد عبداللہ بن محمود سعدی، کا وہم ہے انہیں نے اپنی غلطی سے اس روایت کو اسمٰعیل بن موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کا پتہ یوں لگا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کے ایک دوسرے شاگرد سری بن خزیمہ ہیں، جو عبداللہ بن محمود سعدی سے حفظ و اتقان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو اسمٰعیل بن موسیٰ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اپنی روایت میں تصریح کردی ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جو شخص مجھ سے اس روایت کو مرفوعاً روایت کرے وہ جھوٹا ہے۔ پس صاف معلوم ہوا کہ اس روایت کو اسمٰعیل بن موسیٰ سے مرفوعاً روایت کرنے میں عبداللہ بن محمود سعدی کا وہم ہے بیہقی کتاب القرأۃ ص۱۱۱ میں یحییٰ بن سلام والی روایت مرفوعہ کو روایت کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ اس روایت کے مرفوعاً روایت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یحییٰ بن سلام کا وہم ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

وروی من وجہ آخر مرفوعا وھو الراوی فی رفعہ اخبرناہ ابوعبد اللہ الحافظ نا ابوسعد محمد بن جعفر الخصیب الھروی من کتابہ نا عبد اللہ بن محمود السعدی نا اسمٰعیل بن موسی السدی نا مالک بن انس عن وھب بن کیسان عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا وراء الامام قال ابوعبد اللہ وھم الراوی عن اسمعیل السدی فی رفعہ بلا شک فیہ فقد خالفہ الثبت عن اسمٰعیل بن موسٰی اخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ ثنا ابوعبد اللہ محمد بن یعقوب الشیبانی نا ابوجعفر محمد ابن صالح بن ھانی وابو اسحٰق ابراھیم بن عصمۃ بن ابراھیم قالوا انا السری بن خزیمۃ نا اسمٰعیل بن موسٰی السدی نا مالک بن انس عن وھب بن کیسان عن جابر قال السری بن خزیمۃ ولیس بمرفوع قال کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا وراء الامام قال لنا ابوعبد اللہ فیما قرئ علیہ سمعت اباعبد اللہ یقول سمعت السری بن خزیمۃ یقول لا اجعل فی حل من روی عنی ھذا الخبر مرفوعا فانہ فی کتابی موقوف واخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ فی التاریخ قال ذکر ھذا الحدیث لابی عبد اللہ ابن یعقوب فقال ھذا اکذب سمعت سری بن خزیمۃ یحدث بہ موقوفا ثم قال ما حدثت بھذا الحدیث الا ھکذا فمن ذکرہ عنی مسندا فقد کذب واخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ قال سمعت اباعبد اللہ بن یعقوب یقول سمعت ابراھیم بن محمد الصیدلانی یقول سمعت اسمٰعیل بن موسی السدی یقول قلت لمالک فی ھذا الحدیث مرفوع ھو فقال خذوا برجلہ قال الامام احمد ھذہ الحکایۃ عن مالک تکذب روایۃ من رواہ مرفوعا انتھی

حنفیہ کی سولھویں دلیل

مولانا احمد علی صاحب اپنے رسالہ دلیل قوی صہ ۲۸ میں لکھتے ہیں

عن عبادۃ بن الصامت انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لا یقرأن احد منکم	عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میں قرآن مجید کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیئا من القران اذا جہرت بالقران وقال الدارقطنی رجالہ کلھم ثقات ذکرہ الزیلعی

جہر سے پڑھوں تو تم لوگوں میں سے کوئی ہرگز کچھ قرآن نہ پڑھے کہا دارقطنی نے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ذکر کیا اس کو زیلعی نے۔

مولانا ممدوح اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں "گویم من اگر نبود ے حدیث دیگر معارض بروایت اولی عبادہ (لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا) غیر ازیں روایت ثانیہ عبادہؓ تاہم کفایت می کرد ہمیں روایت ثانیہ از عبادہ برائے اثبات مطلوب چراکہ روایت اولیٰ وے ضعیف است بجمیع طرق وایں روایت صحیح است"

جواب

اس حدیث سے حنفیہ کا مطلوب (قرأت خلف امام کا ممنوع و منسوخ ہونا) ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ اس حدیث سے حنفیہ کا یہ مطلوب صاف باطل ہوتا ہے کیونکہ سنن دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ؟؟ لا بام القران زیادہ ہے یعنی سنن دارقطنی میں یہ حدیث اس طرح پر ہے۔

فلا یقرأن احد منکم من القران شیئا اذا جہرت بالقراءۃ الا بام القران ھذا اسناد حسن ورجالہ ثقات کلھم۔

جب میں قرآن کو جہر سے پڑھوں تو تم لوگوں میں سے کوئی ہرگز کچھ قرآن نہ پڑھے مگر سورہ فاتحہ۔ یہ اسناد حسن ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دیکھو دارقطنی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صـ۱۲۱ سطر ۲۱) اس حدیث سے حنفیہ کے مطلوب کا باطل ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے۔ مولانا ممدوح نے جو زیلعی کا حوالہ دیا ہے سو معلوم نہیں کہ زیلعی سے کون زیلعی مراد ہیں۔ اگر زیلعی صاحب تخریج ہدایہ مراد ہیں تو یہ حوالہ صحیح نہیں ہے تخریج زیلعی میں یہ حدیث ہرگز نہیں ہے جس کا جی چاہے تخریج زیلعی دیکھے۔ اور اگر کوئی دوسرے زیلعی مُراد ہیں تو یا انہیں دوسرے زیلعی صاحب نے دارقطنی سے اس حدیث کے نقل کرنے میں غلطی کی ہے کہ جملہ استثنائیہ یعنی لفظ الا بام القران کو نقل کرنا چھوڑ دیا ہے اور انہیں کی تقلید کر کے مولانا ممدوح بھی ایسی سخت غلطی میں پڑ گئے یا خود مولانا ہی سے غلطی ہوئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں جب معلوم ہوا کہ عبادہؓ کی یہ حدیث سنن دارقطنی میں اس طرح پر ہے فلا یقرأن احد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکم من القرآن شیئا اذا جهرت بالقرأة الا بام القرآن اور بتصریح مولانا ممدوح یہ روایت صحیح ہے۔ تو اس روایت صحیحہ سے حنفیہ کے مطلوب کے باطل ہونے کے علاوہ اس روایت صحیحہ سے عبادہ کی پہلی روایت یعنی (لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا جس کو مولانا نے بجمیع طرق ضعیف کہا تھا) کا صحیح وقابل احتجاج ہونا بھی ثابت ہوگیا لو خود مولانا احمد علی صاحب کی زبان سے حق کا اقرار و اظہار ہوگیا۔

حنفیہ کی سترھویں دلیل

شرح معانی الآثار میں ہے۔

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا یوسف ابن عدی قال ثنا عبید اللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألہم ثلاثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر متوجہ ہوئے۔ پس فرمایا کیا تم لوگ قرأت کرتے ہو جب کہ امام قرأت کرتا ہے تو لوگ چپ رہے آپ نے تین بار پوچھا تب لوگوں نے کہا ہم لوگ کرتے ہیں آپ نے فرمایا نہ کرو۔

اس حدیث سے امام طحاوی وغیرہ نے قرأت خلف امام کی ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

جواب

اس حدیث سے حنفیہ کا دعوے (قرأت خلف امام کا ممنوع ومنسوخ ہونا) ثابت نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس حدیث سے حنفیہ کا یہ دعوے باطل اور مردود ہوتا ہے کیونکہ یہ حدیث مختصر ہے ابن حبان اور بیہقی وغیرہما نے اس حدیث کے آخر میں اتنا اور زیادہ روایت کیا ہے ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ یعنی اور چاہئے کہ ایک تمہارا سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھے پس انسؓ کی یہ روایت پوری اس طرح پر ہوئی۔

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألہم ثلاثا

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر متوجہ ہوئے پس فرمایا کیا تم لوگ قرأت کرتے ہو جبکہ امام قرأت کرتا ہے تو لوگ چپ رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقالوا انا نفعل قال فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ

پس آپ نے لوگوں سے تین بار پوچھا تب لوگوں نے کہا ہم لوگ کرتے ہیں آپ نے فرمایا نہ کرو۔ اور چاہئے کہ ایک تمہارا سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھے۔

دیکھو اس حدیث سے حنفیہ کا دعوی صاف باطل ہوتا ہے امام الکلام صـ۱۳۰ میں ہے۔ وفیہ علی ما ذکرہ ابن حجر العسقلانی والزیلعی فی تخریجھما لاحادیث الھدایۃ وغیرھما انہ اخرجہ ابن حبان عن انس مثلہ وزاد فی اخرہ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ ومن المعلوم ان الروایات بعضھا یفسر بعضا فدل ذلک علی ان فی روایۃ الطحاوی اختصارا انتھی یعنی علمائے حنفیہ جو طحاوی کی روایت سے قرأت خلف امام کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں سو اس استدلال میں یہ اعتراض ہے کہ حافظ ابن حجر اور حافظ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اور ان دونوں حافظ کے سوا اور اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو انسؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں زیادہ کیا ہے۔ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ یعنی اور چاہیے کہ ایک تمہارا سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھے اور یہ بات معلوم ہے کہ بعض روایتیں بعض کی مفسر ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ طحاوی کی روایت میں اختصار ہے

اچھا اب آؤ تمہیں یہ بتائیں کہ کتنے راوی اس حدیث کو بتمامہ روایت کرتے ہیں اور کتنے بالاختصار۔ پس واضح ہو کہ عبید اللہ بن عمرو کے صرف ایک شاگرد یوسف بن عدی نے انسؓ کی اس حدیث کو عبید اللہ بن عمرو سے بالاختصار روایت کیا ہے اور ان کے پانچ شاگرد ربیع ابن نافع اور یحیی بن یوسف اور مخلد بن ابی زمیل اور عبد السلام بن عبد الحمید اور عبد اللہ بن جعفر نے انسؓ کی اس حدیث کو عبید اللہ بن عمرو سے بتمامہ وکمالہ روایت کیا ہے یعنی عبیدہ بن عمرو کے پانچ شاگردوں کی روایت میں ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب زیادہ ہے اور صرف ایک شاگرد کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے بیہقی کتاب القرأت صـ۴۹ میں ان پانچ شاگردوں کی روایات کو بتمامہ وکمالہ یعنی مع جملہ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ روایت کرکے لکھتے ہیں۔ وفی اجماع ھؤلاء الرواۃ الثقات عن عبید اللہ بن عمرو علی روایۃ ھذا الحدیث بتمامہ دلیل علی تقصیر یوسف بن عدی فی روایتہ حدیث انتھی بالروایۃ الی قولہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلا تقفلوا ولم یذکر ما یعدہ من الامر بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فی نفسہ وھو فیما

اخبرناہ ابوعبد اللہ الحافظ انا ابوعلی الحافظ الحسن بن فرج الغزی نا یوسف بن عدی

نا عبید اللہ بن عمرو فذکر بنقصان ھذا الاستثناء وھو تقصیر منہ وسہو سھی فیہ انتھی۔

واضح ہو کہ انس رض کی اس حدیث کو جیسا کہ عبید اللہ بن عمرو نے ایوب سے مسنداً روایت کیا ہے اسی طرح اسمٰعیل بن علیہ نے بھی اس حدیث کو ایوب سے مسند روایت کیا ہے اور ایوب کی روایت میں بھی ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب زیادہ ہے اور ان دونوں مسند طریقوں سے علاوہ کئی طریق سے یہ حدیث مرسلاً بھی مروی ہے اور ہر ایک مرسل طریق میں بھی ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب موجود و مذکور ہے دیکھو کتاب القراءۃ (صنف۱۵)

ونیز واضح ہو کہ حضرت انس رض بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو قرأت خلف امام کا حکم کرتے تھے کتاب القراۃ صـ۶۸ میں ہے

عن ثابت عن انس قال کان یامرنا بالقراءۃ خلف الامام	ثابت کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے کا حکم کرتے تھے۔

پس حضرت انس رض کے اس فتوے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ طحاوی کی روایت میں اختصار ہے۔

الحمد للہ کہ ہم حنفیہ کے استدلال بالکتاب والاحادیث المرفوعہ کے جواب سے فارغ ہو چکے اب یہاں سے اُن کے استدلال بالآثار کا جواب شروع کیا جاتا ہے۔

آثار صحابہ رض کے جواب

واضح ہو کہ علمائے حنفیہ اپنے دعویٰ (قرأت خلف امام کی حرمت و ممنوعیت) کے ثبوت میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اب یہاں سے آثار صحابہ رض کا جواب شروع کیا جاتا ہے۔ پہلے ہم اُن آثار کے چند اجمالی جواب لکھتے ہیں۔ پھر اُن آثار کو نقل کر کے اُن کا تفصیلی جواب لکھیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آثار صحابہ کا پہلا اجمالی جواب

ائمہ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ عند الحنفیہ صحابی کا قول حجت ہے بشرطیکہ کوئی حدیث مرفوع اس کی نفی نہ کرے۔ اور اگر کوئی حدیث مرفوع اس کی نفی کرے تو اس صورت میں حجت نہیں، امام ابن الہمام فتح القدیر ص۲۶۴ جلد۲ میں لکھتے ہیں ان قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفه شئ اٰخر من السنة انتھی اور علامہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۳۴ جلد۲ میں لکھتے ہیں۔ قول الصحابی حجة عندنا اذا لم ینفه شئ اٰخر من السنة انتھی۔ اور پہلے باب میں احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے بغیر فاتحہ پڑھے کسی کی نماز نہیں ہوتی پس یہ احادیث مرفوعہ صحیحہ اُن آثار کی صاف نفی کرتی ہیں جن سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت نکلتی ہے پس ان احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں وہ آثار ہرگز حجت نہیں ہو سکتے۔ امام الکلام ص۱۶۱ میں ہے

صرح ابن الهمام وغیرہ ان قول الصحابی حجة مالم ینفه شئ من السنة ومن المعلوم ان الاحادیث المرفوعة دالة علی اجازة قراءة الفاتحة خلف الائمة فکیف یوخذ بالاٰثار وتترك السنة انتھی۔

دوسرا اجمالی جواب

ائمہ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے مگر ایسے حکم میں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم باہم مختلف نہ ہوں۔ اور جس حکم میں صحابہؓ باہم مختلف ہوں تو ایسے حکم میں صحابی کا قول حجت نہیں نور الانوار ص۲۱۶ میں ہے۔ وهذا الاختلاف المذکور بین العلماء فی وجوب التقلید ای تقلید الصحابی وعدمه فی کل ماثبت عنهم من غیر خلاف بینهم الخ۔ توضیح ص۳۲۲ میں ہے۔ فصل فی تقلید الصحابی رضی اللہ عنه یجب اجماعًا فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا یجب اجماعًا فیما ثبت الخلاف بینهم انتھی اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قرأت خلف امام میں صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ہیں۔ اکثر صحابہؓ قرأت فاتحہ خلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام کے قائل ہیں۔ کما مر بیانہ فی الباب الاول۔ پس جن آثار سے قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے ان کو معرض احتجاج میں پیش کرنا محض بیکار اور بالکل بے سود ہے ان آثار سے حنفیہ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا **غیث الغمام** ص۱۰۹ میں ہے۔

حجیۃ آثار الصحابۃ انما تکون مفیدۃ اذا لم یکن الامر مختلفاً فیہ بینھم والامر فیما نحن (ای فی مسئلۃ قرأۃ خلف الامام) لیس کذلک انتھی۔

تیسرا اجمالی جواب

جن صحابہؓ سے قرأت خلف امام کا ترک قولاً یا فعلاً مروی ہے اُن سے قرأت خلف امام بھی قولاً یا فعلاً مروی ہے حافظ ابن عبد البر تمہید میں لکھتے ہیں۔ ولا اعلم فی ھذا الباب صاحبا صح عنہ بلا اختلاف انہ قال مثل ما قال الکوفیون الا جابر بن عبد اللہ وحدہ انتھی اور **استذکار** میں لکھتے ہیں۔ وما اعلم فی ھذا الباب من الصحابۃ من صح عنہ ما ذھب الیہ الکوفیون من غیر اختلاف عنہ الا جابر بن عبد اللہ وحدہ انتھی۔

حاصل اِن دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ جن جن صحابی سے ترک قرأت خلف امام ثابت ہے، اُن سے اس کا خلاف یعنی قرأت خلف امام بھی ثابت ہے مگر فقط ایک جابر بن عبد اللہ اور اُن سے ترک قرأت خلف امام ثابت ہے اور اس کا خلاف ثابت نہیں **میں کہتا ہوں** کہ جابر بن عبد اللہ سے بھی بسند صحیح قرأت خلف امام ثابت ہے دیکھو پہلا باب ص۱۰۵ پس جب جن صحابہؓ سے ترک قرأت خلف امام ثابت ہے اور ان سے قرأت خلف امام بھی ثابت ہے تو آثار ترک قرأت خلف امام سے حنفیہ کا استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چوتھا اجمالی جواب

جن آثار سے قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے اُن کو ماعدا فاتحہ پر یا ترک جہر پر معمول کرنا متعین ہے تاکہ اُن میں اور احادیث مرفوعہ صحیحہ میں موافقت ہو جائے **امام نووی** شرح صحیح مسلم ص۲۱۵ میں لکھتے ہیں۔ والثانی انہ (ای قول زید لا قراءۃ مع الامام فی

www.KitaboSunnat.com

شی محمول علی قراءة السورة التی بعد الفاتحة فی الصلوٰة الجھریة فان الماموم لا یشرع له قراء تھا وھذا التاویل متعین لیحمل قوله علی موافقة الاحادیث الصحیحة انتھی امام بیہقی کتاب القرأة ص۱۴۸ میں لکھتے ہیں۔ وھو ای قول زید (رض) محمول عندنا علی الجھر بالقراءة مع الامام وما من احد من الصحابة وغیرھم من التابعین قال فی ھذہ المسئلة قولا یحتج به من لم یرا القراءة خلف الامام الا وھو یحتمل ان یکون المراد به ترك الجھر بالقراءة انتھی

پانچواں اجمالی جواب

علمائے حنفیہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جتنے آثار پیش کرتے ہیں اُن میں جس قدر صحیح ہیں وہ قرأت فاتحہ خلف امام کی حرمت وممنوعیت میں نص نہیں ہیں اور جن آثار سے نصاً وصراحتہً حرمت وممنوعیت نکلتی ہے وہ صحیح نہیں ہیں پس ان آثار سے حنفیہ کا دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا امام الکلام ص۱۶۳ میں ہے۔ اثار الصحابة لیست بنصوص محرمة حتی ترجع علی الموجبة بل ھی مجوزة للترك ودالة علی الکفایة وما ھو مشتمل منھا علی زجر ووعید لیس له طریق مسند انتھی

آثار صحابہ رض کے یہ پانچ جواب اجمالی تھے اب تفصیلی جواب پڑھو۔

آثار صحابہ رض کے تفصیلی جوابات

پہلا اثر

علامہ عینی شرح صحیح بخاری ص۶۷ جلد ۳ میں لکھتے ہیں۔

ذکر الشیخ الامام عبد اللہ بن یعقوب الحارثی السبذمونی فی کتاب کشف الاسرار عن عبد اللہ بن زید بن اسلم عن ابیه قال کان عشرة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ینھون عن القراءة خلف الامام اشد النھی ابوبکر الصدیق و

شیخ امام عبداللہ بن یعقوب سبذمونی نے کتاب کشف الآثار میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ زید بن اسلم نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس صحابی قرأت خلف امام سے سخت منع کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رض،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم انتہی	اور عمر فاروق[۲] اور عثمان بن عفان[۳] اور علی بن ابی طالب[۴] اور عبد الرحمٰن بن عوف[۵] اور سعد بن ابی وقاص[۶] اور عبد اللہ بن مسعود[۷] اور زید بن ثابت[۸] اور عبد اللہ[۹] بن عمر اور عبد اللہ[۱۰] بن عباس رضی اللہ عنہم۔

جواب

یہ اثر بالکل بے اثر ہے بلکہ موضوع ہے۔ یہ انہیں شیخ امام عبد اللہ[۱] بن یعقوب سبذمونی کی کارستانی ہے۔ یہ حضرت وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں۔ آپ بعض حدیثوں کی سندوں کو لے کر دوسری حدیثوں میں جوڑ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح بعض حدیثوں کو لے کر دوسری حدیثوں کی سندوں میں لگا دیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی وضع حدیث کی ایک قسم ہے اور ہاں آپ معتبر اور ثقہ راویوں کا نام لے کر عجائب غرائب حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ میزان میں ہے

قال ابن الجوزی قال ابو سعید الرواس یتھم بوضع الحدیث وقال احمد السلیمانی کان یضع ھذا الاسناد علی ھذا المتن وھذا المتن علی ھذا الاسناد وھذا ضرب من الوضع وقال حمزۃ السھمی سالت عنہ ابا زرعۃ احمد بن الحسن الرازی فقال ضعیف وقال الحاکم ھو صاحب عجائب عن الثقات وقال الخطیب لا یحتج بہ وقال الخلیلی یعرف بالاستاذ معرفۃ بھذا الشان وھو لین ضعفوہ حدثنا عنہ الملاحی واحمد بن محمد البصیر بعجائب۔

اور پہلے باب میں نیز دوسرے باب میں حضرت عمر رضؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے آثار صحیحہ مذکور ہو چکے ہیں جن سے ثابت ہے کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے اور لوگوں کو پڑھنے کا حکم کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔

اختلف اھل العلم فی القراءۃ خلف الامام فی الصلوٰۃ فذھب جماعۃ الی ایجابھا	قرأت خلف امام کے بارے میں اہل علم مختلف ہیں پس ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ قرأت خلف امام

[۱] ہو عبید اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی الفقیہ المعروف بالاستاذ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوا جهر الامام بالقراءة ام اسر روی ذلک عن عمر و عثمان و علی و ابن عباس و معاذ الخ

واجب ہے امام جہر سے قرأت کرے خواہ آہستہ قرأت کرے اور یہ مذہب حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس اور حضرت معاذ سے مروی ہے۔

پس ان آثار صحیحہ سے ثابتہ سے بھی شیخ عبداللہ سبذمونی کے اس اثر کا جعلی اور بے اصل ہونا صاف ظاہر ہے۔ امام الکلام ص۱۶۱ میں ہے۔

وما ذکرہ الشیخ عبداللہ بن یعقوب السبذمونی فی کشف الاسرار ان عشرۃ من الصحابۃ کانوا ینھون عن القراءۃ اشد النھی منھم الخلفاء الاربعۃ فلیس بمستند بسند مع کون السبذمونی فی مجروحا عند المحدثین وان کان معدودا فی فقھاء الدین مع ان الثابت عن کثیر منھم خلاف ذلک کما ذکرنا عند ذکر المسالک انتھی۔

شیخ عبداللہ سبذمونی نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ دس صحابہ قرأت خلف امام سے سخت منع کرتے تھے۔ انہیں میں سے خلفائے اربعہ ہیں سو یہ اثر کسی سند کے ساتھ مستند نہیں ہے اور ساتھ اس کے شیخ عبداللہ سبذمونی محدثین کے نزدیک مجروح ہیں اگرچہ ان کا شمار فقہا میں ہے علاوہ اس کے ان لوگوں میں سے بہت لوگوں سے اس کا خلاف ثابت ہے۔

یعنی امام کے پیچھے قرأت کرنا اور اس کا حکم کرنا ثابت ہے جیسا کہ ہم نے مذاہب کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

سبذمونی کے اس اثر کے جعلی اور بے اصل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ زید بن اسلم جو اس اثر کے راوی ہیں قرأت خلف امام کے قائل و فاعل تھے۔ اور اس کو قرآن سے ثابت کرتے تھے۔ دیکھو کتاب القرأت ص۸۳۔ پس اگر درحقیقت زید بن اسلم دس صحابہ سے جن میں خلفائے راشدین بھی ہیں۔ قرأت خلف امام کی سخت ممانعت سُنے ہوتے تو ظاہر ہے کہ وہ قرأت خلف امام کے قائل و فاعل نہ ہوتے اور اس کو قرآن مجید سے ثابت نہ کرتے۔ فتفکر۔ واضح ہو کہ شیخ سبذمونی کے اس اثر کا جعلی و بے اثر ہونا ایک کھلی اور ظاہر بات ہے۔ مگر پھر بھی علامہ عینی نے اس اثر کو معرض احتجاج میں پیش کیا ہے اور علمائے حنفیہ بلا تامل اس کو پیش کرتے آتے ہیں۔ الفرقان کے مصنف نے تو اپنے رسالہ کا اسی پر خاتمہ ہی کر دیا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ یہ اثر اگرچہ جعلی و موضوع ہے مگر مضمون کے لحاظ سے ان لوگوں کے لیے بڑے کام کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اثر

علامہ عینی شرح صحیح بخاری صہ٦ جلد ٣ میں لکھتے ہیں ۔

روی منع القراءۃ خلف الامام عن ثمانین من الصحابۃ الکبار منھم المرتضی والعبادلۃ الثلاثۃ

قرأت خلف امام کی ممانعت اسّی صحابہ کبار سے مروی ہے اُن میں سے حضرت علی اور عبادلہ ثلثہ ہیں

اور فقیہ سرخسی لکھتے ہیں ۔

ان فساد الصلوٰۃ مروی عن عدۃ من الصحابۃ بالقراءۃ

قرأت خلف امام سے نماز کا فاسد ہونا متعدد صحابہ سے مروی ہے ۔

جواب

یہ دونوں باتیں محض بے اصل اور بے سروپا ہیں ۔ فقیہ سرخسی تو چونکہ فقیہ ہیں اور فن حدیث سے ناآشنا ۔ اس وجہ سے اس قسم کی باتوں کے لکھنے میں اُن سے کچھ تعجب نہیں مگر تعجب ہے علامہ عینی سے کہ ایسی بے اصل بات لکھنے پر اُن کو کیونکر جرأت ہوئی ۔ کیا علامہ ممدوح ان اسّی صحابہ میں سے دس پندرہ تو کیا صرف علی مرتضٰے اور عبادلہ ثلاثہ ہی سے جن کا نام اس اثر میں بالتخصیص لیا گیا ہے قرأت خلف امام کی ممانعت بسند صحیح ثابت کر سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں قیامت تک نہیں ۔ علی مرتضیٰ رضؓ سے تو قرأت خلف امام کا حکم کرنا بسند صحیح ثابت ہے جیسا کہ پہلے باب صہ١٠٢ میں تم کو معلوم ہو چکا ہے اور عنقریب تیسرے اثر کے جواب میں معلوم ہوگا ۔ اور محدثین کے نزدیک عبادلہ[1] سے مراد عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن عباس ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص ، عبداللہ بن عمر ہیں ۔ ان چاروں عبادلہ میں عبداللہ بن زبیر سے قرأت خلف امام کی ممانعت مروی ہی نہیں ہے بلکہ ان سے یہ مروی کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہ کرے اس کو نماز اعادہ کرنی چاہئے ۔ جزء القراءۃ صہ٦ میں ہے ۔

قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلوٰۃ وکذلک قال عبد اللہ بن الزبیر

مجاہد نے کہا کہ جب امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے تو نماز کو اعادہ کرلے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ہے ۔

[1] دیکھو مقدمہ عمدۃ الرعایہ صہ١٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عبداللہ ابن عباس سے قرأت خلف امام کی ممانعت بسند صحیح مروی نہیں ہے بلکہ آپ سے قرأت خلف امام کا حکم کرنا بسند صحیح مروی ہے دیکھو پہلا باب صفحہ ۱۰۶ ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی قرأت خلف امام کی ممانعت مروی نہیں ہے بلکہ آپ سے امام کے پیچھے قرأت کرنا بسند صحیح مروی ہے۔ دیکھو پہلا باب صفحہ ۱۰۱ ۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرأت کرنا بھی مروی ہے ۔ الحاصل علامہ عینی وسرخسی کی یہ دونوں باتیں محض بے اصل و بے سند ہیں ۔ مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں ۔ وماذکرہ السرخسی ومن تبعہ ان فساد الصلوۃ مذھب عدۃ من الصحابۃ یقال لہ ای صحابی قال بھذا وای مخرج خرج ھذا وای راو روی ھذا ومجرد نسبۃ الیھم حاشاھم عنہ من دون سند مسلسل محتج بروایتہ مما لا یعتد بہ انتھی یعنی سرخسی اور اُن کے تابعین نے جو یہ بات ذکر کی ہے کہ قرأت خلف امام سے نماز کا فاسد ہونا متعدد صحابہ کا مذہب ہے سو سرخسی سے سے کہا جائے گا کہ کون صحابی اس بات کے قائل تھے اور کس مخرج نے اس کی تخریج کی ہے اور کس راوی نے اس کو روایت کیا ہے اور بغیر سند مسلسل معتبر کے یوں ہی صحابہ کی طرف اس بات کی نسبت کر دینے کا کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات سے پاک و مبرا تھے ۔ اور صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں ۔ والخامس ان کثیرا منھا ذکرہ الفقھاء من دون سند مستند کقول شمس الائمۃ السرخسی ان فساد الصلوۃ مروی عن عدۃ من الصحابۃ بالقراءۃ وکقول العینی وغیرہ ان منع القراءۃ مروی عن ثمانین نفرا من الصحابۃ فان امثال ذلک وان ذکرہ کبار الفقھاء لکن اکثرھم لیسوا بمحدثین ولم یسندوھا باسانید معتبرۃ فی الدین ولا عزوھا الی المخرجین المعتبرین فکیف یطمئن بہ فی اثبات امر من امور الدین انتھی یعنی جو لوگ آثار صحابہ سے قرأت خلف امام کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں اُن پر پانچواں اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ بہت سے آثار صحابہ ایسے ہیں جن کو بغیر کسی سند مستند کے فقہائے ذکر کیا ہے جیسے شمس الائمہ سرخسی کا یہ قول کہ قرأت خلف امام سے نماز کا فاسد ہونا متعدد صحابہ سے مروی ہے اور جیسے عینی وغیرہ کا یہ قول کہ قرأت خلف امام کی ممانعت اسّی صحابہ سے مروی ہے سو اس قسم کی باتیں اگرچہ بڑے بڑے فقہا نے ذکر کی ہیں لیکن اکثر فقہا محدّث نہیں ہیں ۔ اور اس قسم کی باتوں کو نہ اسانید معتبرہ سے مستند کیا ہے اور نہ مخرجین معتبرین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف منسوب کیا ہے پس کسی دینی امر کے اثبات میں اس قسم کی بے سروپا) باتوں سے کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے۔ **واضح** ہو کہ اس دوسرے اثر کا محض بے اصل و ناقابل اعتبار ہونا بھی بالکل ظاہر ہے مگر چونکہ باعتبار مضمون کے پہلے اثر سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس میں دس صحابہ کے منع کرنے کا ذکر تھا اور اس میں اسی صحابہ کے منع کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے اس دوسرے اثر کو بھی علمائے حنفیہ معرض احتجاج میں پیش کرتے ہیں۔ جناب مولانا رشید احمد صاحب نے بھی اس دوسرے اثر سے فائدہ اٹھایا ہے چنانچہ اپنے مذہب منع قرأت خلف امام کو ذکر کر کے اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ "عینی نے اسی صحابہ کی طرف یہ مذہب نسبت کیا ہے" فاعتبروا یا اولی الابصار

تیسرا اثر

علامہ عینی شرح بخاری صہ ۶۷ جلد ۳ میں لکھتے ہیں۔

اخرج الطحاوی باسنادہ عن علیؓ انہ قال من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابی لیلی[1] عن علیؓ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ واخرجہ الدارقطنی کذلک عن طرق واخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن داؤد بن قیس عن محمد بن عجلان عنہ قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ انتہی	طحاوی نے اپنی سند سے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے وہ فطرت پر نہیں ہے اور اس کو ابن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں ابی لیلی سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی نے کہا۔ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو خطا کیا۔

اور اسی طرح دارقطنی نے کئی طریق سے روایت کیا ہے اور روایت کیا اس کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں داؤد بن قیس سے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عجلان سے۔ وہ روایت کرتے ہیں ابن ابی لیلی سے۔ کہا ابن ابی لیلی نے کہ فرمایا علیؓ نے جو شخص امام کے ساتھ قرأت کرے وہ فطرت پر نہیں۔

جواب

حضرت علیؓ کا یہ اثر ضعیف و ناقابل اعتبار ہے اولاً اس وجہ سے کہ طحاوی کی سند میں مختار بن

[1] عینی شرح بخاری مطبوعہ میں اسی طرح پر ہے مگر ابن ابی لیلی ہونا چاہیئے۔ کما لا یخفی علی المتامل۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ابی لیلی واقع ہے دیکھو طحاوی صفحہ ۱۲۹ جلد ا اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کی سند میں ابن ابی لیلی سے یہی مختار مراد ہے یا اس کا باپ عبداللہ بن ابی لیلی کما ہو الظاہر۔ اور یہ مختار اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر کے کلام سے آگے واضح ہوگا۔ حافظ ذہبی مختار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی عن ابیہ عن علی قال ابو حاتم منکر الحدیث قلت حدیثہ فی القراءۃ خلف الامام رواہ عنہ ابن الاصبھانی قال ابن حبان ثم قال فلا ادری اھو المتعمد لذلک او ابوہ انتہی **حاصل** اس کا یہ ہے کہ ابو حاتم نے کہا کہ مختار بن عبداللہ بن ابی لیلی منکر الحدیث ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ ابن حبان نے کہا کہ قرأت خلف امام کے بارے اس سے روایت آئی ہے جس کو ابن الاصبہانی نے اس سے روایت کی ہے۔ پھر ابن حبان نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مختار نے خود اس روایت کو عمداً وضع کیا ہے یا اس کے باپ نے۔ اور مختار کے باپ کے ترجمہ میں حافظ ممدوح لکھتے ہیں۔

عبد اللہ بن ابی لیلی عن علی لا یعرف والخبر منکر روی عنہ ابنہ المختار	عبداللہ بن ابی لیلی جو حضرت علی سے روایت کرتا ہے مجہول ہے اور اس کی روایت منکر ہے۔ اس سے اس کا بیٹا مختار روایت کرتا ہے

اور دارقطنی نے حضرت علی کے اس اثر کو کئی طریق سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے لا یصح اسنادہ یعنی اس اثر کی سند صحیح نہیں ہے۔ **ثانیاً**۔ اس وجہ سے کہ حضرت علی کا یہ اثر مضطرب الاسناد ہے۔ دیکھو اس اثر کے اُن طرق کو جو دارقطنی اور کتاب القراءت میں مروی ہے۔ اس اثر کے مضطرب الاسناد ہونے کی تصریح حافظ ابو علی نے کی ہے۔ جیسا کہ تم کو کتاب القراءت کی عبارت سے آگے معلوم ہوگا۔

ثالثاً۔ اس وجہ سے کہ حضرت علی سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ قرأت خلف امام کا حکم کرتے ہیں۔ **حافظ ابن عبدالبر** تمہید میں لکھتے ہیں۔

وھو خبر غیر صحیح لان المختار وابا مجہولان وقد عارض ھذا الخبر عن علی ما ھو اثبت منہ	حضرت علی کا اثر (من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ) صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مختار اور اس کا باپ (عبداللہ بن ابی لیلی) یہ دونوں مجہول ہیں اور اس اثر کا معارض حضرت علی کا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وهو خبر الزهری عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی وقد ذکرناہ فی ھذا الباب انتھی۔

اثر ہے جو اس سے زیادہ صحیح و ثابت ہے جس کو زہری نے بواسطہ عبید اللہ بن ابی رافع کے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور اس کو ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے۔

ونیز حافظ ممدوح اپنی کتاب تمہید میں لکھتے ہیں۔

کل ما روی عن علی فی ھذا الباب فمنقطع لا یثبت ولا یتصل ولیس عنہ فیہ حدیث متصل غیر حدیث عبد اللہ بن ابی لیلی وھو مجھول انتھی

قرأت خلف امام کے بارے میں حضرت علی سے جو کچھ مروی ہے وہ کل منقطع و غیر ثابت و غیر متصل ہے اور اس بارے میں عبد اللہ بن ابی لیلی کے اثر کے سوا کوئی اور اثر متصل حضرت علی سے مروی نہیں ہے اور عبد اللہ بن ابی لیلی مجہول ہے۔

امام بخاریؒ جزء القراءۃ صٹ میں لکھتے ہیں۔

وروی عن علی بن ابی صالح عن الاصبھانی عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی عن ابیہ عن علیؓ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ وھذا لا یصح لانہ لا یعرف المختار ولا یدری انہ سمعہ من ابیہ ام لا وابوہ من علی ولا یحتج اھل الحدیث بمثلہ انتھی۔

حضرت علی کا اثر من قرأ خلف الامام الخ صحیح نہیں ہے کیونکہ مختار کا حال معلوم نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے حضرت علی سے اس اثر کو سنا ہے یا نہیں اور محدثین اس قسم کے اثر سے احتجاج نہیں کرتے۔

علامہ ابن الہمام فتح القدیر صٹ ۱۲ جلد ا میں لکھتے ہیں۔ واخرج (ای ابن ابی شیبۃ) و عبد الرزاق من قول علیؓ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ واخرجہ الدارقطنی من طرق و قال لا یصح اسنادہ وقال ابن حبان فی کتاب الضعفاء ھذا یرویہ عبد اللہ بن ابی لیلی الانصاری عن علی و ھو باطل ویکفی فی بطلانہ اجماع المسلمین علی خلافہ واھل الکوفۃ انما اختاروا ترک القراءۃ خلف الامام فقط لا انھم لم یجیزوا ذلک وابن ابی لیلی ھذا رجل مجھول انتھی اور اسی طرح تخریج زیلعی میں بھی ہے یعنی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے حضرت علی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو خطا کیا اور اس قول کو دارقطنی نے کئی طریق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہے اور کہا ابن حبان نے کتاب الضعفا میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی کے اس قول کو عبداللہ بن ابی لیلیٰ روایت کرتا ہے اور یہ باطل ہے اور اس کے بطلان کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور کوفہ کے لوگوں نے فقط ترک قرأت خلف امام کو اختیار رہے یہ بات نہیں ہے کہ ان لوگوں نے قرأت خلف امام کو ناجائز کہا ہے اور یہ ابن ابی لیلیٰ مجہول شخص ہے۔ **امام بیہقی** کتاب القراۃ ص۱۳۴ میں لکھتے ہیں۔

وفیما انبأنی ابو عبد اللہ الحافظ اجازۃ ان ابا علی الحافظ اخبرھم قال هذا حدیث مضطرب الاسناد فاسد ولا یجوز الاحتجاج بمثل هذا الاسناد ولا یوقف علی سماع عبد الرحمن بن الاصبہانی عن المختار بن ابی لیلی ولا سماع المختار بن ابی لیلی من علی رضی اللہ عنہ والذی رواہ عمار الدھنی عن ابن ابی لیلی هو عندی المختار بن ابی لیلی فان الحدیث راجع الی حدیث المختار ولو ثبت سماع بعضهم من بعض لما جاز الاحتجاج بمثل المختار وذکر محمد بن اسحق بن خزیمۃ رحمہ اللہ حدیث المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ ثم قال لم نسمع لمختار بن عبد اللہ ولا لعبد اللہ بن ابی لیلی الا فی هذا الخبر وهذا کذب وزور علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قد املیت خبر الزھری عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ کان یقول اقرؤا فی الظهر والعصر خلف الامام فی کل رکعۃ بام الکتاب وسورۃ وهذا اسناد متصل قد رواہ العدول الزھری الذی لم یکن فی زمانہ اعلم بالاخبار ولا احفظ لها ولا احسن سیاقا للحدیث منہ عن عبید اللہ بن ابی رافع کاتب علی رضی اللہ عنہ ولا یدفع هذا الخبر الذی روی باسناد صحیح متصل بروایۃ مثل المختار بن عبد اللہ عن ابیہ الا جاهل بالعلم او متجاهل ولا یعتقد هذہ المقالۃ التی رویت فی خبر ابن ابی لیلی ولا یضیفها الی علی ابن ابی طالب رضی اللہ مع علمہ وجلالتہ وتفقهہ من یعرف احکام الاسلام اذ الفطرۃ عند من یحتج بهذا الخبر هی الاسلام فیجب علی تود مقالۃ المحتج بهذا الخبران یری القاری خلف الامام مخالفا للاسلام ومخالف الاسلام غیر مسلم ولبسط الکلام فی هذا ولا یقول بهذا احد نعلمہ انتہی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چوتھا اثر

موطا امام محمد صفحہ ۹۸ میں ہے۔

قال محمد اخبرنا داؤد بن قيس الفراء المدني اخبرني بعض ولد سعد ابن ابي وقاص انه ذكر لهان سعدا قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام في فيه جمرة۔

سعد بن ابی وقاص کی بعض اولاد نے داؤد بن قیس سے ذکر کیا کہ سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

جواب

سعد بن ابی وقاص کا یہ اثر صحیح نہیں ہے تعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد صہ ۹۹ میں ہے۔

قوله بعض ولد بضم الواؤ وسكون اللام اى اولاده ولم يعرف اسمه قال ابن عبد البر في الاستذكار هذا حديث منقطع لا يصح انتهى

بعض اولاد سعد بن ابی وقاص کا نام معلوم نہیں ہوا ہے کہا حافظ ابن عبد البر نے استذکار میں یہ حدیث منقطع ہے صحیح نہیں ہے۔

اور حافظ ممدوح تمہید میں لکھتے ہیں۔

واما ماروى عن سعد بن ابي وقاص انه قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام في فيه حجر فمنقطع لا يصح ولا نقله ثقة انتهى

لیکن وہ اثر جو سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ سو وہ منقطع ہے صحیح نہیں ہے اور کسی ثقہ نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

امام بخاری جزء القراءۃ صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں۔

وروى داؤد بن قيس عن ابن نجاد رجل من ولد سعد عن سعد وددت ان الذي يقرأ خلف الامام في فيه جمرة وهذا مرسل وابن نجاد لم يعرف ولا سمى ولا

داؤد بن قیس نے ابن نجاد سے جو سعد بن ابی وقاص کی اولاد سے ایک شخص ہیں روایت کیا کہ سعد بن ابی وقاص نے کہا میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے اس کے منہ میں انگارا ہو اور یہ مرسل ہے اور ابن نجاد پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہ اس کا نام بیا گیا ہے اور کسی کو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یجوز لاحد ان یقول فی فی القاری خلف الامام جمرة لان الجمرة من عذاب اللہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتعذبوا بعذاب اللہ ولا ینبغی لاحد ان یتوھم ذلک علی سعد معاذ اللہ وسالہ وضعفہ انتہی

یہ کہنا جائز نہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں انگارا ہو کیونکہ انگارا اللہ کے عذاب سے ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو اور کسی کو لائق نہیں کہ سعد بن ابی وقاص پر اس بات کا وہم کرے کہ انھوں نے ایسا کہا ہوگا اور ساتھ اس کے یہ اثر مرسل اور ضعیف ہے۔

پانچواں اثر

مؤطا امام محمد ص۹۵ میں ہے۔

عن محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔

محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہوتا جو امام کے پیچھے قرأت کرے

جواب

یہ اثر صحیح نہیں ہے کیونکہ منقطع ہے محمد بن عجلان کو حضرت عمر سے سماع نہیں ہے علاوہ بریں یہ مدلس ہیں۔ طبقات المدلسین میں ہے محمد بن عجلان المدنی تابعی صغیر مشہور من شیوخ مالک وصفہ ابن حبان بالتدلیس انتہی اور ساتھ اس کے محمد بن عجلان سئی الحفظ ہیں دیکھو حنفیہ کی تیسری دلیل کا دوسرا جواب۔ اور اس اثر کے بطلان پر حضرت عمر کا وہ فتوی صاف دلالت کرتا ہے جس کو دارقطنی نے بسند صحیح روایت کیا ہے وہ فتوی یہ ہے۔

عن یزید بن شریک انہ سأل عمر عن القراءة خلف الامام فقال اقرأ بفاتحة الکتاب قلت وان کنت قال وان کنت انا قلت وان جھرت قال وان جھرت رواہ الدارقطنی وقال رواتہ کلھم ثقات ورواہ باسناد اٰخر و قال ھذا اسناد صحیح

یزید بن شریک نے حضرت عمرؓ سے قرأت خلف امام کا مسئلہ پوچھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ یزید نے کہا اگرچہ آپ امام ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگرچہ میں امام ہوں۔ یزید نے کہا اگرچہ آپ جہر سے قرأت کریں حضرت عمر نے فرمایا اگرچہ میں جہر سے قرأت کروں۔ کہا دارقطنی نے کہ اس اثر کے کل راوی ثقہ ہیں اور دارقطنی نے اس اثر کو ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اسناد صحیح ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کا یہ فتویٰ پہلے باب میں منقول ہو چکا ہے اور اس کے متعلق بعض اور مفید باتیں بھی مذکور ہو چکی ہیں۔

چھٹا اثر

شرح معانی الآثار صفحہ ۱۲۹ جلد ۱ میں ہے۔

حدثنا ابو بکرۃ قال حدثنا ابو داؤد قال ثنا حدیج بن معاویۃ عن ابی اسحٰق عن علقمۃ عن ابن مسعود قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملیٔ فوہ ترابا

ابن مسعودؓ نے کہا کاش اُس شخص کے مُنہ میں مٹی بھری جاتی جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے۔

جواب

عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ اثر صحیح نہیں ہے **اولاً** اس وجہ سے کہ اس کی سند میں ابو اسحٰق سبیعی یعنی عمرو بن عبداللہ سبیعی واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں لکھتے ہیں عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی مشہور بالتدلیس وھو تابعی ثقۃ وصفہ النسائی وغیرہ بذالک انتھی اور ابو اسحٰق سبیعی نے اس اثر کو علقمہ سے بلفظ "عن" روایت کیا ہے اور مدلس کا عنعنہ نامقبول ہوتا ہے۔ **ثانیاً** اس وجہ سے کہ یہ ابو اسحٰق سبیعی آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے تقریب میں ہے عمرو بن عبداللہ ابو اسحٰق السبیعی مکثر ثقۃ عابد من الثالثۃ اختلط باخرۃ انتھی اور معلوم نہیں کہ حدیج بن معاویہ نے اس اثر کو ابو اسحٰق سے ان کے مختلط ہونے کے بعد روایت کیا ہے یا قبل اور ایسی روایت نامقبول و غیر صحیح ہوتی ہے **ثالثاً** اس وجہ سے کہ ابو اسحٰق نے علقمہ سے کچھ سُنا نہیں ہے۔ بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۴۹ میں لکھتے ہیں ابو اسحٰق لم یسمع من علقمۃ شیئا اور بقول علامہ عینی امام طحاوی کے نزدیک بھی ابو اسحٰق کا سماع علقمہ سے ثابت نہیں چنانچہ علامہ ممدوح عمدۃ القاری ص۳۰ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔ وقد ثبت عندہ. ای عند الطحاوی عدم سماع ابی اسحٰق عن علقمۃ انتھی **رابعاً** اس وجہ سے کہ حدیج بن معاویہ کی نسبت میزان میں لکھا ہے ضعفہ ابن معین والنسائی قال ابو حاتم محلہ الصدق یکتب حدیثہ وقال البخاری یتکلمون فی بعض حدیثہ **خامساً** اس وجہ سے کہ خود عبداللہ بن مسعودؓ سے ایسے آثار مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے جزء القراءۃ ص۸ میں ہے حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال وقال لنا اسمٰعیل بن ابان ثنا شریک عن اشعث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی الشعثاء عن ابی مریم سمعت ابن مسعود یقرأ خلف الامام یعنی ابو مریم کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعودؓ کو سنا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے کتاب القراءۃ ص۱۲۴ میں ہے اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحٰق انا عبداللہ بن محمد نا عمرو بن زرارۃ نا اسمٰعیل عن لیث عن عبدالرحمٰن بن ثروان عن الھذیل بن شرحبیل عن ابن مسعودؓ انہ قرأ فی العصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بام القرآن وسورۃ یعنی ہذیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ نے نماز عصر میں امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور ایک اور سورہ پڑھی۔ و نیز اسی کتاب القراءۃ ص۱۱۰ میں ہے۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لا تسبقوا قراءکم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا فان احدکم تکون مع السورۃ فیقرأھا فاذا فرغ رکع من قبل ان یرکع الامام فلا تسابقوا قرأکم فانما جعل الامام لیؤتم به

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اپنے قاریوں سے یعنی اپنے اماموں سے سبقت نہ کرو۔ امام تو اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب امام رکوع کرے تو تم لوگ رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم لوگ سجدہ کرو۔ پس اگر تم لوگوں میں سے کسی کے پاس سورہ ہو اور اس کو پڑھے اور پڑھ کر امام کے رکوع کرنے سے پہلے ہی رکوع میں جائے (تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے) پس نہ سبقت کرو اپنے قاریوں سے کیونکہ امام تو اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔

بیہقی اس اثر کو روایت کر کے لکھتے ہیں۔

قال ابوبکر بن خزیمۃ افلست تری ابن مسعود فی ھذا الخبر یبیح الماموم ان یرکع اذا فرغ من قراءۃ السورۃ قبل رکوع الامام ونھاہ عن مسابقۃ الامام بالقراءۃ ولم ینھہ عن القراءۃ خلف امامہ انتھی

کیا تو دیکھتا نہیں کہ ابن مسعودؓ نے اس اثر میں مقتدی کو قراءت خلف امام سے منع نہیں کیا ہے بلکہ سورہ پڑھ کر امام سے پہلے رکوع کرنے اور قرأت میں امام سے سبقت کرنے سے منع کیا ہے۔

پس جب خود عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ آثار مروی ہیں تو ان آثار سے عبداللہ ابن مسعودؓ کے مٹی والے اثر مذکور کا ناقابل اعتبار ہونا ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ طحاوی نے عبداللہ بن مسعود کے اثر کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے لیکن وہ سند بھی صحیح نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتواں اثر

مؤطا امام محمد ص۱۰۰ میں ہے۔

عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثه عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ

زید بن ثابت نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز نہیں۔

جواب

یہ اثر صحیح نہیں ہے جزء القراءۃ ص۱۰ میں ہے۔ لا یعرف بهذا الاسناد سماع بعضهم من بعض ولا یصح مثله یعنی زید بن ثابت کے اس اثر کی سند کے بعض راویوں کا سماع بعض سے معلوم نہیں اور اس قسم کی روایت صحیح نہیں ہوتی ہے۔ امام الکلام میں ہے انہما لا یحتج بہ ولا یستقیم الاستدلال بہ انتہی یعنی زید بن ثابت کا یہ اثر قابل احتجاج نہیں ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں تمہید میں ہے۔

من قرأ مع الامام فلا صلوٰۃ لہ هذا یحتمل ان یکون من قرأ مع الامام فیما جهر فیه بالقرأۃ علی انهم قد اجمعوا انه من قرأ مع الامام علی ای حال کان فلا اعادۃ علیه فدل ذلک علی فساد حدیث زید هذا انتہی

زید بن ثابت کا یہ اثر کہ جو امام کے ساتھ قرأت کرے اس کی نماز نہیں" محتمل ہے کہ اس شخص کے بارے میں ہو جو جہری نماز میں امام کے ساتھ قرأت کرے۔ علاوہ بریں اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ قرأت کرے نماز جہری میں یا سری میں سو کسی حالت میں اس پر اعادہ نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ زید کا یہ اثر فاسد ہے

تعلیق الممجد ص۱۰۱ میں ہے قال ابن عبد البر قول زید بن ثابت من قرأ خلف الامام فصلوته تامة ولا اعادۃ یدل علی فساد ما روی عنه انتہی **امام بیہقی** کتاب القراءۃ ص۱۴۷ میں زید بن ثابت کے اس اثر کو روایت کرکے اور امام بخاری کی تضعیف نقل کرکے لکھتے ہیں۔

والصحیح عن زید بن ثابت روایۃ عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شیء وهو محمول عندنا علی الجهر بالقرأۃ مع الامام وما من احد من الصحابة وغیرهم من التابعین قال فی هذه المسئلة

زید بن ثابت سے صحیح عطا کی روایت ہے کہ انھوں نے زید بن ثابت سے قرأت خلف امام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کسی نماز میں امام کے ساتھ قرأت نہیں۔ اور ہمارے نزدیک زید بن ثابت کا یہ قول قرأت بالجہر پر محمول ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو جہر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قولا یحتج بہ من لم یر القرأۃ خلف الامام الا وھو یحتمل ان یکون المراد بہ ترکہا لجہر بالقراءۃ انتہی

قرأت نہیں کرنا چاہیئے اور جس صحابی یا جس تابعی سے کوئی ایسا قول منقول ہے جس سے مانعین قرات خلف امام استدلال کرتے ہیں وہ ضرور محتمل ہے کہ مراد اُس سے ترک جہر ہو۔

آٹھواں اثر

عن عطاء بن یسار انہ سأل زیدا عن القراءۃ مع الامام فقال لاقراءۃ مع الامام فی شئی رواہ مسلم ص۲۱۵

عطا نے زید بن ثابت سے سوال کیا کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کسی نماز میں امام کے ساتھ قرأت نہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

جواب

زیدؓ کا یہ اثر ماعدا فاتحہ پر یا ترک جہر پر محمول ہے تاکہ اس میں اور احادیث مرفوعہ صحیحہ میں موافقت ہو جائے دیکھو آثار صحابہ کا چوتھا اجمالی جواب۔ اور اگر یہ اثر ماعدا فاتحہ یا ترک جہر پر محمول نہ ہو تو احادیث مرفوعہ صحیحہ اس پر مقدم ہوں گی۔

نواں اثر

عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر ابن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام رواہ الترمذی ص۶۱

وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ کہتے تھے جس شخص نے کوئی ایسی رکعت پڑھی جس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھا تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

جواب

جابرؓ کا یہ اثر عند الحنفیہ اگر قابل احتجاج ہے تو اس سے حنفیہ کا یہ مسلک کہ "امام و منفرد اگر پچھلی دونوں رکعتوں میں کچھ نہ پڑھیں بلکہ کچھ دیر تک چپ چاپ کھڑے رہیں تو ان کی نماز جائز و درست ہے" باطل ہوا جاتا ہے۔ دیکھو پہلا باب ص۱۵ اور اگر یہ اثر عند الحنفیہ قابل احتجاج نہیں ہے تو اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا لغو ہے۔

دُوسرا جواب

جابرؓ کے اس اثر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کوئی رکعت بدوں سورۂ فاتحہ کے جائز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و درست نہیں ہو سکتی مگر مقتدی کی رکعت بلا سورۂ فاتحہ کے جائز و درست ہو جاتی ہے۔ علمائے حنفیہ اس اثر کا یہی مطلب بتاتے ہیں اور اس اثر کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ کوئی رکعت بدوں سورۂ فاتحہ کے جائز و درست نہیں ہوتی مگر مقتدی کی وہ رکعت کہ جس میں امام کو حالت رکوع میں پائے کہ اس کی یہ رکعت بلا فاتحہ کے جائز و درست ہو جاتی ہے۔ امام اسحٰق بن ابراہیم حنظلی (جو امام احمد بن حنبل کے قرین ہیں) نے اسی دوسرے مطلب کو اختیار کیا ہے۔ امام بیہقی کتاب القراءۃ ص۱۱۲ میں لکھتے ہیں۔

واما قوله الا وراء الامام فيحتمل ان يكون من مذهبه جواز ترك القراءة خلف الامام فيما يجهر الامام فيه بالقراءة فقد روينا عنه فيما تقدم كنا نقرأ في الظهر والعصر خلف الامام في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخريين بفاتحة الكتاب ويحتمل ان يكون المراد به الركعة التي يدرك المأموم امامه راكعا فيجزي عنه بلا قراءة والى هذا التاويل ذهب اسحق بن ابراهيم الحنظلي فيما حكاه محمد بن اسحق بن خزيمة عنه

پس جابرؓ کے اس اثر کا جو مطلب لیا جائے کسی مطلب پر حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں۔ دوسرے مطلب پر استدلال کا صحیح نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور پہلے مطلب پر اس لئے کہ اس اثر سے قرأت خلف امام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور حنفیہ کا دعویٰ یہ ہے کہ قرأت خلف امام ممنوع ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ پہلے مطلب پر اس اثر سے قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو اس تقدیر پر جابرؓ کا یہ اثر معارض ہے۔ اس اثر کا جس کو ابن ماجہ نے بسند صحیح بایں لفظ روایت کیا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال كنا نقرأ في الظهر والعصر خلف الامام في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخريين بفاتحة الكتاب

جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور کوئی اور سورہ پڑھتے تھے اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔

دسواں اثر

سنن نسائی میں ہے۔

عن كثير بن مرة عن ابي الدرداء سمعته يقول سئل رسول الله

کثیر بن مرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو الدرداء سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من الانصار وجبت ھذہ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منہ فقال ما اری الامام اذا ام القوم الا کفاھم

سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قراءت ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک انصاری مرد نے کہا قرأت واجب ہوئی کثیر بن مرہ کہتے ہیں پس ابو درداء میری طرف متوجہ ہوئے۔ (اور میں بہ نسبت اور لوگوں کے اُن سے زیادہ قریب تھا) اور کہا میں تو بس یہی گمان کرتا ہوں کہ امام جب کسی قوم کی امامت کرے گا تو قوم کے لئے کافی ہوگا۔ یعنی امام کی قراءت قوم کے لئے کافی ہوگی۔

جواب

ابو الدرداؓ کے اس قول میں کہ جب امام کسی قوم کی امامت کرے تو امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہوگی۔ قراءت سے مراد ماسوی فاتحہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا فتوے دیتے تھے۔ کتاب القراءۃ صلا۶ میں ہے۔

عن الاوزاعی عن حسان بن عطیۃ ان ابا الدرداء قال لا تترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف الامام جھرا ولم یجھر

ابو درداء نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو ترک نہ کر۔ امام جہر سے قراءت کرے یا جہر سے قراءت نہ کرے۔

ایک روایت میں اس قدر زیادہ ہے ولو ان تقرأ وانت راکع یعنی اگرچہ تو حالت رکوع میں پڑھے اور ایک روایت میں ہے وان کان راکعا فاقرأھا اذا علمت انک تدرک اخرھا یعنی اور اگر امام رکوع میں ہو تو اسی حالت میں سورۃ فاتحہ پڑھ جب تجھے معلوم ہو کہ آخر سورۃ فاتحہ تجھ کو مل جائے گا۔ الحمد للہ کہ ہم آثار صحابہ کے تفصیلی جواب سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اب آثار تابعین کا جواب لکھا جاتا ہے۔

آثارِ تابعین کا جواب

آثار تابعین کے جواب دینے کی کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ آثار تابعین بالاتفاق حجت نہیں ہیں لیکن چونکہ بڑے بڑے ائمہ حنفیہ آثار تابعین کو بھی معرض احتجاج میں پیش کرتے ہیں اس لئے ان آثار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ذکر کر کے ان کے متعلق بھی کچھ لکھنا پڑا۔ علامہ ماردینی جوہر النقی ص۱۵۷ جلد ا میں لکھتے ہیں۔

روی عبد الرزاق عن الثوری عن الاعمش عن ابراھیم عن الاسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا وعن معمر عن ابی اسحٰق ان علقمۃ قال وددت ان الذی یقراء خلف الامام ملئ فوہ احسبہ قال ترابا او رضفا وقال ابن ابی شیبۃ ثنا الاحمر عن الاعمش عن ابراھیم اول ما احدثوا القرأۃ خلف الامام وکانوا لا یقرأون انتھی۔	مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اسود نے کہا کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں خاک بھری جائے اور ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ علقمہ نے کہا کہ میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں خاک بھری جائے یا یہ کہا کہ اس کے منہ میں گرم پتھر بھرا جائے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اعمش سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ اوّل اوّل لوگوں نے جو بدعت نکالی وہ امام کے پیچھے قرأت کرنا ہے اور لوگ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح تابعین کے بعض اور آثار بھی پیش کرتے ہیں۔

جواب

ان آثار میں قرأت سے مراد قرأت بالسر متنازعہ فیہا نہیں ہے بلکہ قرأت بالجہر مراد ہے اور اسود اور علقمہ کی یہ تہدید و تشدید اسی شخص کے بارے میں ہے جو امام کے پیچھے باواز بلند قرأت کرے وعلی ہذا ابراہیم نخعی کا یہ قول کہ لوگ پہلے امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ اول اول جو بدعت نکلی ہے وہ قرأت خلف امام ہے" قرأت بالجہر ہی کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگ امام کے پیچھے باواز بلند قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ امام کے پیچھے باواز بلند قرأت کرنا جس سے امام کی قرأت میں تخلیط و تشویش ہو پہلی بدعت ہے۔

ان آثار میں قرأت سے قرأت بالجہر مراد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت بالجہر بالاتفاق[1] حرام و ناجائز ہے۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ اور قرأت بالسر کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر اختلاف تھا۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبادہؓ بن صامت وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرنے کے

[1] قال فی المسوی شرح الموطا اتفق اہل العلم علی ان الجہر علی الامام بحیث ینازع القراءۃ منہی عنہ وانما اختلافہم فی الاسرار انتہی ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائل وفاعل وآمر تھے اور بعض صحابہ اس کے قائل یا فاعل نہیں تھے۔ پس ظاہر ہے کہ اسود اور علقمہ جیسے جلیل الشان کبار تابعین اور امام نخعی جیسے مشہور فقیہ کو اس مسئلہ کا صحابہؓ کے اندر مختلف فیہ ہونا ضرور معلوم رہا ہوگا اور ضرور اس کی خبر رہی ہوگی کہ صحابہؓ امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرنے کے قائل وفاعل وآمر تھے۔ پھر امام نخعی جیسے علامہ اور مشہور فقیہ کی زبان سے یہ بات کیونکر نکل سکتی ہے کہ پہلے لوگ امام کے پیچھے آہستہ قراءت نہیں کرتے تھے اول اول یہی بدعت نکلی ہے۔ علی ہذا اسود اور علقمہ جیسے جلیل الشان کبار تابعین کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرے اس کے منہ میں خاک بھری جائے یا پتھر بھرا جائے عیاذاً باللہ۔ بناء علیہ ظاہر یہ ہے کہ اسود اور علقمہ اور ابراہیم نخعی کے آثار مذکورہ میں قراءت سے مراد قراءت بالجہر ہے اور اگر ان آثار میں قرأت سے مراد قراءت بالجہر نہیں ہے بلکہ قراءت بالسر مراد ہے تو یہ آثار بلاشبہ مردود و مطرود ہیں کیونکہ احادیث مرفوعہ صحیحہ اور آثار صحابہ صحیحہ کے صریح خلاف ہیں تعلیق المجد میں ہے۔

ولابد ان یحمل (ای اثر علقمۃ) علی القراءۃ مشوشۃ لقراءۃ الامام والقراءۃ المفوتۃ لاستماعھا والافھو مردود مخالف لاقوام جمع من الصحابۃ والاخبار المرفوعۃ من تجویز الفاتحۃ خلف الامام۔

علقمہ کے اثر کو ایسی قراءت پر محمول کرنا ضروری ہے جو امام کی قراءت میں تشویش اور خلل ڈالے اور جس کی وجہ سے امام کی قراءت سننے میں نہ آوے ورنہ علقمہ کا یہ قول مردود ہے اور صحابہ کی ایک جماعت کے اقوال اور احادیث مرفوعہ کے مخالف ہے۔

اور امام بخاریؒ جزء القراءۃ ص۸ میں لکھتے ہیں۔

واذا ثبت الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلیس فی اسود ونحوہ حجۃ قال ابن عباس ومجاھد لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یوخذ من قولہ و یترک الا قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب قراءت خلف امام کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ سے ثابت ہوئی تو اسود وغیرہ کا قول وفعل حجت نہیں ہوسکتا ابن عباسؓ اور مجاہدؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کی کچھ باتیں لی جاتی ہیں اور کچھ چھوڑ دی جاتی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ صرف آپ ہی کی تمام باتیں لی جاتی ہیں اور بس۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کا اِستدلال بالاجماع

اور اُس کا جواب

مسئلہ قرات خلف الامام کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مختلف فیہ ہونا اہل علم کے نزدیک ایک ظاہر اور مشہور بات ہے۔ علمائے متقدمین و متاخرین برابر اس کی تصریح کرتے آئے ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہؓ کے معلوم ہونے کے لیے اس کی ضرورت نہیں کہ بہت سی کتابوں کے مطالعہ کی مشقت اٹھائی جائے۔ جس شخص کی نظر سے امام محمد کی کتاب موطا یا امام طحاوی کی شرح معانی الآثار بھی گزری ہوگی تو بھی اسے اس مسئلہ کے مختلف فیہ بین الصحابہ ہونے میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہے گا۔ ہمارے زمانے کے علمائے حنفیہ مولانا احمد علی صاحبؒ سہارن پوری مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی، مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی نے بھی اپنے رسائل متعلقہ قرات خلف امام میں اس مسئلہ کے مختلف فیہ بین الصحابہ ہونے کی صاف تصریح کی ہے مگر مذہب حنفی کے مشہور مناظر اور تجارت فقیہ علامہ برہان الدین مرغینانی اپنی بے نظیر کتاب **ہدایہ** میں لکھتے ہیں "وعلیہ اجماع الصحابۃ" یعنی قراءت خلف امام کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہے۔ کس قدر تعجب ہے کہ اتنا بڑا فقیہ ایسے مسئلہ کی نسبت اجماع صحابہ کا دعویٰ کرے جس کا صحابہ کا اختلاف مشہور و معروف ہے اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ علامہ ابن الہمام اور علامہ عینی جو جامع بین الفقہ والحدیث تھے جن کی نظروں سے کتب فقہ اور کتب حدیث دونوں گزری تھیں۔ صاحب ہدایہ کے اس دعوئے اجماع کی تردید نہیں کی بلکہ علامہ عینی نے تو بجائے تردید کے تائید کی ہے اور متعدد وجوہ سے صاحب ہدایہ کے دعوئے اجماع صحابہ کی صحت کی توجیہ کی ہے۔

صاحب ہدایہ کے اس دعوئے اجماع اور علامہ عینی کی توجیہ کے جواب دینے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ خود علمائے حنفیہ نے جواب لکھا ہے اسی کو ہم وضاحت کے ساتھ نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ پس بغور سنو۔ علامہ **اللہ داد جونپوری** ہدایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ "لو کان فیہ اجماع لکان الشافعی اعرف بہ" یعنی اگر قراءت خلف امام کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو امام شافعی کو اس کا زیادہ علم ہوتا۔ علامہ جونپوری کا مقصود یہ ہے کہ اگر اس پر صحابہؓ کا اجماع ہوتا تو امام شافعی کو اس اجماع کا ضرور علم ہوتا۔ بلکہ بہ نسبت صاحب ہدایہ وغیرہ مدعیان اجماع کے اُن کو اس کا زیادہ علم ہوتا اور وہ اجماع صحابہ کے خلاف قرأت خلف امام کے وجوب کے ہرگز قائل نہ ہوتے حالانکہ وہ وجوب کے قائل تھے پس معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ کا دعویٰ اجماعِ صحابہ صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینیؒ نے چار وجہوں سے صاحب ہدایہ کے دعویٰ اجماع کی توجیہ کی ہے آپ کی **پہلی وجہ** یہ ہے کہ "یہ دعویٰ اجماع صحابہ باعتبار اکثر کے ہے اور اسّی صحابہؓ سے قرأت خلف امام کی ممانعت مروی ہے" مولوی عبدالحی صاحب نے اس وجہ کی تردید اس طرح کی ہے کہ "عینی نے اکثریت سے اکثریت بہ نسبت تمام صحابہ کے مراد لی ہے یا بہ نسبت ان صحابہ کے جنھوں نے اس مسئلہ میں کلام کیا ہے اگر اوّل مراد ہے تو اس کا بطلان ظاہر ہے اور اگر ثانی مراد ہے تو اس کا بھی ضعف ظاہر ہے کیونکہ بہ نسبت مبیحین کے مانعین کا اکثر ہونا محتاج ثبوت صحیح کا ہے نیز محتاج ہے اس امر کا کہ اس کا خلاف بسند معتبر منقول نہ ہو داذ لیس فلیس **میں کہتا ہوں** کہ علامہ عینی کی یہ توجیہ بلا شبہ غلط ہے۔ اگر تم کتب حدیث اور امام بیہقی کی کتاب القراءۃ اور امام بخاری کی جزء القرأت کی طرف مراجعت کروگے تو تم کو یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم قرأت خلف امام کے قائل تھے نماز سری وجہری دونوں میں یا فقط نماز سری میں۔ اور عینی نے جو یہ فرمایا کہ اسّی صحابہ سے قرأت خلف امام کی ممانعت مروی ہے" سو اس کی تغلیط و تکذیب آثار صحابہ کے جواب میں ہو چکی ہے وہاں دیکھو۔ علامہ ممدوح کی **دوسری وجہ** یہ ہے کہ "قرأت خلف امام کے ترک پر صحابہ کا اجماع بنقل آحاد ثابت ہوا ہے۔ سو بعض کا اس کے خلاف نقل کرنا مانع اجماع نہیں پھر جب دونوں امر کا منقول ہونا ثابت ہوا تو جس امر کے ہم قائل ہیں وہ مرجح ہوگا کیونکہ وہ قول عامہ اور ظاہر کتاب وسنت کے موافق ہے۔" مولوی صاحب موصوف نے اس وجہ کی تردید اس طرح کی ہے کہ "جس مسئلہ میں صحابہؓ کا اختلاف ثابت ہو چکا ہے اس کے متعلق مجرد اجماع کا نقل کر دینا کچھ مفید نہیں اور مطلق قرأت خلف امام کی ممانعت کا ظاہر کتاب و سنت کے موافق ہونا ممنوع و ناقابل تسلیم ہے۔ اور کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے حالانکہ مطلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرأت خلف امام کے ممنوع ہونے کی شہادت نہ کتاب اللہ دیتی ہے اور نہ سنت رسول اللہ
میں کہتا ہوں بے شک علامہ عینی کا یہ قول کہ جس کے ہم قائل ہیں وہ مرجح ہوگا الخ"
ایک دعوی بلا دلیل ہے اسی کے ثبوت میں تحقیق الکلام کا یہ دوسرا حصہ لکھا گیا ہے۔

علامہ ممدوح کی **تیسری وجہ** یہ ہے کہ جائز ہے کہ مخالف کا رجوع ثابت ہو پس اجماع پورا ہو جاوے گا۔

مولوی صاحب موصوف نے اس وجہ کی تردید اس طرح کی ہے کہ دعوی اجماع صحابہ کی صحت کے لئے مخالف کے رجوع کا مجرد جواز و امکان مفید نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں یہ جانبین سے مشترک الالزام ہے" یعنی قائلین قرأت خلف امام بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرأت خلف امام پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ جائز ہے کہ مخالف کا رجوع ثابت ہو۔

علامہ ممدوح کی **چوتھی وجہ** یہ ہے کہ چونکہ اُن دس صحابہ سے قرأت خلف امام کی ممانعت ثابت ہو چکی ہے۔ جن کو سبذ موفی نے ذکر کیا ہے اور ان لوگوں پر کسی صحابی نے رد و انکار نہیں کیا پس قرأت خلف امام کی ممانعت پر اجماع سکوتی ہوا۔

مولوی صاحب موصوف نے اس وجہ کی تردید اس طرح کی ہے کہ اُن دس صحابہ کا قرأت خلف امام سے منع کرنا ثابت نہیں اور اگر ثابت بھی ہو تو اس کا خلاف مروی ہے اگرچہ رد صریحی نہیں پایا جاتا۔ پھر لکھتے ہیں بالجملہ یہ مسئلہ محل اجماع نہیں ہے۔ نہ اجماع سکوتی کا محل ہے اور نہ اجماع صریحی کا۔ اور نہ اجماع اکثری کا۔ **میں کہتا ہوں** کہ علامہ عینی کی توجیہ کی یہی چار وجہیں تھیں جن کی حقیقت بہت اچھی طرح پر مولوی عبدالحی صاحب نے ظاہر کر دی۔ اور سبذ موفی کے اثر کی حقیقت تم کو آثار صحابہ کے جواب میں معلوم ہو چکی ہے۔

حنفیہ کے قیاسات و دلائل عقلیہ کا جواب

واضح ہو کہ علمائے حنفیہ اپنے دعوی کے ثبوت میں قیاسات و دلائل عقلیہ کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اب ان کے دلائل عقلیہ کا جواب لکھا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی عقلی دلیل

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں "جب کوئی شخص امام کے رکوع کی حالت میں تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل نماز ہو جائے تو اس کی وہ رکعت بلا اختلاف صحیح ہوتی ہے اگرچہ اس نے قراءت نہیں کی پس جب اس کی یہ رکعت بلا قراءت کے صحیح و جائز ہوئی تو یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اس کی یہ رکعت جائز ہوئی کیونکہ اس حالت میں اگر وہ کھڑا ہو کر قراءت میں مشغول ہوتا تو اس کی وہ رکعت فوت ہو جاتی۔ اور دوسرا احتمال ہے کہ قراءت خلف امام فرض نہیں ہے اس وجہ سے اس کی یہ رکعت بلا قراءت کے جائز ہوئی پس ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ جب کوئی شخص امام کے رکوع کی حالت میں آئے اور بغیر تکبیر تحریمہ و قومہ کے رکوع میں شامل نماز ہو جائے تو اس کی نماز بلا اختلاف نادرست و ناجائز ہوتی ہے حالانکہ یہاں بھی اس نے ضرورت ہی کی وجہ سے تکبیر تحریمہ اور قومہ کو ترک کیا ہے۔ پس تکبیر تحریمہ اور قومہ ضرورت اور غیر ضرورت دونوں حالتوں میں ضروری ہے اور فرائض کی یہی شان ہے کہ وہ کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتے ہیں اور چونکہ قراءت خلف امام حالت ضرورت میں ساقط ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ فرائض کی جنس سے نہیں ہے۔ پس حالت غیر ضرورت میں بھی ساقط ہوگی" انتہی کلام الطحاوی مترجماً ملخصاً۔

جواب

امام طحاوی کی اس عقلی دلیل کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اس دلیل کا پہلا مقدمہ صحیح نہیں ہے مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے پر اجماع و اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف ہے امام بخاری جزء القراءت میں لکھتے ہیں۔

فان احتج فقال اذا ادرک الرکوع جازت فکما اجزأته فی الرکعة کذلک تجزیه فی الرکعات قیل له انما اجاز زید بن ثابت و ابن عمر و الذین لم یروا القراءة خلف الامام فاما من رای القراءة فقد قال ابو هریرة لا یجزیه حتی یدرک الامام قائما وقال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوسعید وعائشۃ لا یرکع احدکم حتی یقرأ بام القرآن وان کان ذلک اجماعا لکان هذا المدارک للرکوع مستثنی من الجملۃ مع انہ لا اجماع فیہ انتھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قراءت خلف امام کو تکبیر تحریمہ اور قومہ پر قیاس کرنا اور یہ کہنا کہ اگر قراءت خلف امام فرض ہوئی تو تکبیر تحریمہ و قومہ کی طرح حالتِ ضرورت میں بھی ساقط نہ ہوتی" صحیح نہیں ہے کیونکہ قراءت خلف امام ایک امر ممتد ہے اور اس میں مشغول ہونے سے فوات رکعت کا خوف غالب ہے اور تکبیر کہنا اور ادنیٰ قیام مفروض امر ممتد نہیں ہے اور اس کے ادا کرنے میں فوات رکعت کا خوف غالب نہیں ہے۔ پس کیا ضرور ہے کہ بحالت ضرورت تکبیر اور ادنیٰ قیام مفروض کے ساقط نہ ہونے سے بحالت ضرورت قراءت خلف امام بھی ساقط نہ ہو۔ الغرض حالت ضرورت میں تکبیر اور ادنیٰ قیام مفروض کا ساقط نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ حالت ضرورت میں قراءت خلف امام بھی ساقط نہ ہو۔ **تیسرا جواب** یہ ہے کہ ضرورت کے وقت قراءت خلف امام کے ساقط ہونے سے یہ لازم نہیں کہ مطلقاً جنس فرائض سے نہ ہو ہاں یہ البتہ لازم آتا ہے کہ اُن فرائض کی جنس سے نہ ہو جو ضرورت اور غیر ضرورت کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ فرائض کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بحالت ضرورت ساقط ہو جاتے ہیں اور ایک وہ جو ضرورت اور غیر ضرورت کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ یہ دلیل بجمیع مقدمات صحیح ہے تو اس سے صرف اس قدر ثابت ہوگا کہ قراءت خلف امام فرض نہیں ہے اور حنفیہ کا دعویٰ یہ ہے کہ قراءت خلف امام ممنوع و ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ عدم فرضیت مستلزم ممانعت کو نہیں ہے **المختصر** امام طحاوی کی یہ عقلی دلیل بالکل مخدوش ہے۔

دوسری عقلی دلیل

سلاطین کے دربار میں جب وفود آتے ہیں تو اُن میں سے صرف ایک شخص کلام کرتا ہے اور باقی تمام لوگ خاموش رہتے ہیں۔ اگر کسی وفد کے تمام اشخاص ایک ساتھ سلطان کے حضور میں کلام کریں تو اُن کی یہ حرکت نہایت نازیبا اور ناروا سمجھی جائے گی۔ اسی طرح جب ہم اُس شہنشاہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب العالمین کے حضور میں نماز کے لئے کھڑے ہوں تو ہم میں سے صرف ایک شخص کو قرأت کرنا چاہیئے اور باقی تمام مقتدیوں کو خاموش رہنا چاہیئے۔

جواب

اس قیاس میں اللہ عزوجل کو دنیا کے سلاطین پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ دنیا کے سلاطین ایک وقت میں بہت سے لوگوں کے کلام سننے اور ان کے سمجھنے اور ان میں باہم امتیاز کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ بخلاف اللہ عزوجل کے کہ اگر دُنیا کے تمام لوگ ایک وقت میں ایک ساتھ اس کے حضور میں کلام کریں تو ہر ایک کے کلام کو سُن اور سمجھ سکتا ہے اور ان میں باہم امتیاز کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں اس قیاس سے لازم آتا ہے کہ مقتدی لوگ تکبیر اور دعاء ثنا اور تشہد اور تمام اذکار نماز سے بھی خاموشی اختیار کریں۔ واللازم باطل فالملزوم مثلہ بیہقی کتاب القراءۃ میں لکھتے ہیں۔ ھذا القیاس باطل بالتکبیر والتشھد وسائر اذکار الصلوٰۃ ثم ان اللہ تعالیٰ لا یشغلہ سمع عن سمع والآدمی بخلاف ذلک انتھی۔

تیسری عقلی دلیل

جب ہم کسی مقدمہ میں کسی کو اپنا وکیل بناتے ہیں تو اجلاس پر حاکم کے سامنے ہمارا وکیل ہی بولتا ہے اور ہم موکلین چُپ رہتے ہیں اور اگر ہم موکلین بھی اپنے وکیل کے ساتھ ساتھ بولنا اور تقریر و بحث کرنا چاہیں تو اس کے ہرگز مجاز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح پر ہم لوگ نماز میں امام کو اپنا وکیل بناتے ہیں تو اجلاس خداوندی (مسجد و مصلّٰی) میں اس احکم الحاکمین کے حضور میں ہمارا وکیل یعنی امام ہی قرأت کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہم موکلین یعنی مقتدی لوگ قرأت کرنے کے ہرگز مجاز نہیں ہو سکتے۔

جواب

اگر آپ لوگوں نے نماز میں امام کو اپنا وکیل بنایا ہے اور اسی وجہ سے امام ہی قرأت کرنے کا مجاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور آپ موکل یعنی مقتدی لوگ قراءت کرنے کے مجاز نہیں تو پھر آپ لوگ امام محمد کے دعا ثناء اور تسبیحات رکوع وسجود اور التحیات اور درود اور دعا کیوں پڑھتے ہیں۔ امام کو وکیل بنانے کی وجہ سے جیسے آپ لوگ امام کے ساتھ قراءت قرآن کے مجاز نہیں ہیں۔ اسی طرح امام کے ساتھ اذکار و ادعیہ صلوۃ پڑھنے کے بھی مجاز نہیں ہو سکتے۔ پس آپ لوگوں کو امام کو وکیل بنا کر نماز میں اوّل سے آخر تک خاموش رہنا چاہیئے۔ بلکہ آپ لوگوں کو امام کے ساتھ ساتھ ارکان نماز، رکوع وسجود وغیرہ بھی ادا کرنا نہیں چاہیئے۔ کیوں کہ جب آپ لوگوں کا وکیل ان ارکان کو ادا کرتا ہے تو آپ موکلین کو ان ارکان کے ادا کرنے کی کیا ضرورت۔

چوتھی عقلی دلیل

مجلس مناظرہ میں ایک شخص (مناظر) کی تقریر ان تمام لوگوں کو کافی ہوتی ہے جنہوں نے مناظرہ کے واسطے اس کو مقرر و منتخب کیا ہے تو امام کی قراءت مقتدیوں کے لئے کیوں کافی نہیں ہو گی۔ اس دلیل کا جواب حنفیہ کی دوسری دلیل کے گیارہویں جواب کے آخر میں دیا گیا ہے وہاں دیکھو۔

پانچویں عقلی دلیل

امام کی قراءت مقتدی کے لئے قراءت حکمی ہے پس اگر مقتدی امام کے پیچھے قراءت کرے تو قراءت حقیقی اور قراءت حکمی کا اجتماع لازم آئے گا اور اس کی نظیر شریعت میں پائی نہیں جاتی بنائً علیہ مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنا چاہیئے۔

www.KitaboSunnat.com

جواب

اس دلیل کا مدار حدیث من کان لہ امام پر ہے اور بہت بسط و تفصیل کے ساتھ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حدیث بجمیع طرقہ ضعیف و معلول ہے۔ علاوہ اس کے قراءت حقیقی اور قراءت حکمی کے اجتماع میں کوئی قباحت نہیں۔ شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے دیکھو جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے وہ حکماً نماز میں ہے پس اگر وہ اسی انتظار کی حالت میں نفل پڑھنا شروع کر دے تو اب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقۃً بھی نماز پڑھ رہا ہے اور حکماً بھی۔

چھٹی عقلی دلیل

علامہ عینی وغیرہ لکھتے ہیں کہ مقتدی پر اگر قراءت فرض ہو تو امام کی قراءت کی حالت میں قراءت کرے گا یا اس کے سکتات میں۔ اگر امام کی قراءت کی حالت میں قراءت کرے گا تو امام کی قراءت کے ساتھ منازعت ہو گی جو قرآن و حدیث سے ممنوع و حرام ہے اور اگر امام کے سکتات میں قراءت کرے گا تو سکتات امام پر واجب نہیں پس اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی کیونکر قراءت کرے گا۔

جواب

مقتدی امام کے سکتات میں قراءت کرے گا اور اگر امام سکتہ نہ کرے تو اس کی قراءت کی حالت میں قراءت کرے گا اور چونکہ مقتدی امام کے پیچھے آہستہ آہستہ قراءت کرے گا اس وجہ سے امام کی قراءت کے ساتھ منازعت نہیں ہو گی کیونکہ مقتدی کے باواز بلند قراءت کرنے سے منازعت ہوتی ہے اور مقتدی کے آہستہ قراءت کرنے سے منازعت ممکن ہی نہیں جیسا کہ تم کو حنفیہ کی چوتھی دلیل کے پہلے جواب میں معلوم ہو چکا ہے اور یہاں واضح رہے کہ فقہائے حنفیہ کو بھی یہ مسلم ہے کہ امام کے پیچھے آہستہ قراءت کرنے سے منازعت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ خطیب جب جمعہ کے خطبہ میں یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ پڑھے تو سامعین کو چاہئے کہ اس وقت آہستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجیں یعنی کلمات درود و سلام کو آہستہ پڑھیں۔ خود علامہ عینی رمز الحقائق شرح کنز میں لکھتے ہیں۔ لکن اذا قرأ الخطیب یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یصلی السامع ویسلم فی نفسہ سراً اور بنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

فان قلت توجہ علیہ امران احدھما صلوا علیہ وسلموا والامر الاخر قولہ تعالیٰ واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا قال مجاھد نزلت فی الخطبۃ والاشتغال باحدھما یفوت الاخر قلت اذا صلی فی نفسہ وانصت وسکت یکون اتیا بموجب الامرین انتھی کلام العینی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتویں عقلی دلیل

جمعہ کا خطبہ ایک ذکر ممتد ہے اور نماز جمعہ کے لیئے شرط ہے اسی طرح قراءت ایک ذکر ممتد ہے اور نماز کے لیئے شرط ہے پس جیسے جمعہ کا خطبہ پڑھنا امام کے لئے مخصوص ہے اور مقتدیوں کو جائز نہیں اسی طرح قراءت بھی امام کے لئے مخصوص ہے اور مقتدیوں کو جائز نہیں۔

جواب

قرأت فی الصلوٰۃ کو خطبہ جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ خطبہ تذکیر اور وعظ ہے اور قراءت فی الصلوٰۃ ذکر و مناجات ہے اور وعظ کی شان یہ ہے کہ ایک کہے اور باقی تمام لوگ سنیں۔ بخلاف ذکر و مناجات کے کہ اس کا ہر ایک شخص مستحق ہے و نیز نماز جمعہ کے لئے خطبہ ایک ایسی شرط ہے کہ اس کا ہر ایک نمازی کے لئے ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ اس پر خود لفظ خطبہ کا دلالت کرتا ہے اور نماز کے لئے قراءت ایک ایسی شرط ہے کہ اس کا ہر ایک نمازی کے لیئے ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ قراءت قرآن نماز کی حقیقت میں داخل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتدی کو جو لاعلمی کی وجہ سے نماز میں کچھ بول پڑا تھا اس طرح تعلیم فرمائی ہے ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شئی من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقرأۃ القرآن یعنی نماز میں کچھ بولنا اور کلام کرنا نہیں چاہیئے نماز تو بس تسبیح اور تکبیر اور قراءت قرآن ہے و نیز سامعین خطبہ سے مناجات مطلوب نہیں ہے اور مطلقاً تمام نمازیوں سے (امام ہو یا مقتدی یا منفرد) مناجات مطلوب ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المومن اذا کان فی صلوٰۃ فانما یناجی ربہ تال البیہقی والمناجات انما تکون بالنطق لا بالسکوت ولم یفصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ان یکون اماما او ماموما او منفردا انتھی۔

الحاصل قراءت فی الصلوٰۃ کو خطبہ جمعہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ ہیں علمائے حنفیہ کے عقلی دلائل اور قیاسات جو کل کے کل مخدوش ہیں اور اگر یہ دلائل عقلیہ و قیاسات صحیح فرض کئے جائیں تو بھی ناقابلِ التفات ہیں کیونکہ بہت سی احادیث صحیحہ سے قراءت فاتحہ خلف امام کا وجوب ثابت ہے جیسا کہ تم کو اس کتاب کے پہلے حصّہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا۔ اور کسی دلیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صیحح سے قرأت خلف امام کی منسوخیت و ممنوعیت ثابت نہیں جیسا کہ تم کو اس دوسرے حصہ کے پڑھنے سے ظاہر ہُوا اور ظاہر ہے کہ احادیث صیحہ کے مقابلہ میں عقلی دلائل اور قیاسات قابل التفات نہیں ہوتے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں ان الاثار اذا صحت وتواترت کانت اولی من النظر حاصل اس کا یہ ہے کہ احادیث صیحہ کے ہوتے ہوئے عقلی دلیل اور قیاس لائق اعتبار نہیں۔ اور مولانا روم نے اپنے ان اشعار کے پچھلے دونوں شعروں میں اسی مضمون کو بیان کیا ہے ؎

اول آں کس کہ قیاسکہا نمود — پیش انوارِ خدا ابلیس بُود
گفت نار از خاک بیشک بہتر است — من زنار و او زخاک اکدر ست
پس قیاس فرع بر اصلش کنیم — او زظلمت ما زنور روشنیم
گفت حق نے بلکہ لا انساب شد — زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
این نہ میراث جہان فانی ست — کہ بر انسابش بیابی جانی است
بلکہ این میراث ہائے انبیا ست — وارث این جانہائے اتقیاست
پُور آں بوجہل شد مومن عیاں — پور آں نوح نبی از گمرہاں
زادہ خاکی منوّر شد چو ماہ — زادہ آتش توئی ای رُوسیاہ
این قیاسات و تحری روز ابر — یا لشب مر قبلہ را کردست جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو — این قیاس و این تحری را مجو

قال العبد الضعیف محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ھذا اخر الرسالۃ واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب وصلی اللہ تعالے علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہماری مطبوعات

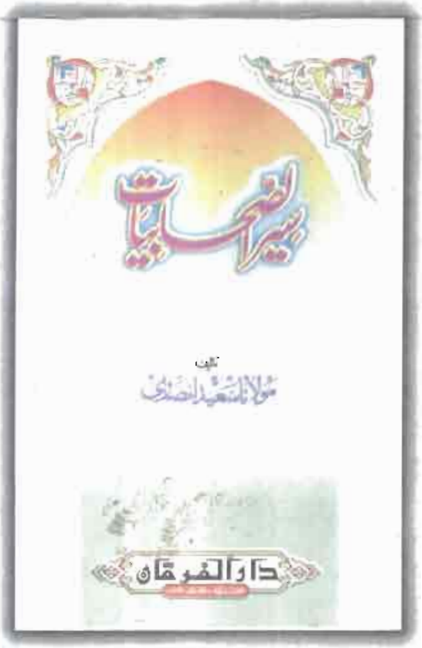

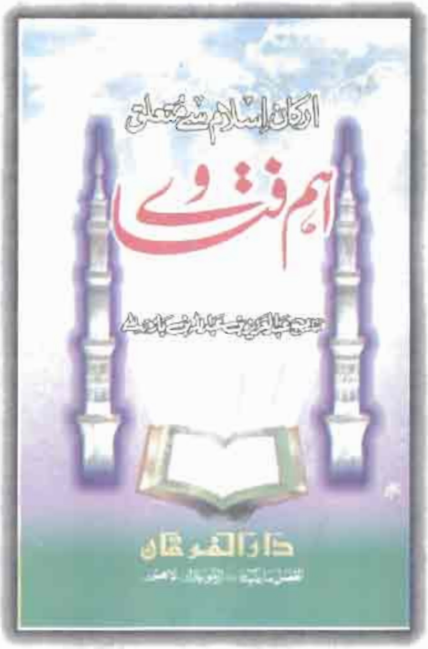

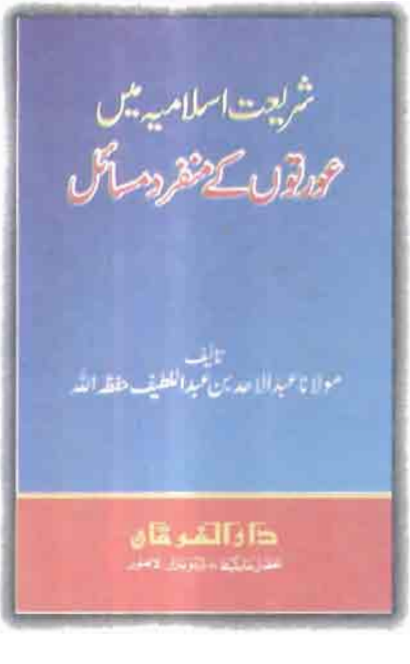

دار الفرقان
الفضل مارکیٹ ۱۷- اردو بازار- لاہور
Phone :7231602